أرکانِ اسلام و ایمان

بنی الإسلام علی خمس شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة والحج وصوم رمضان

توحید

نماز

زکاة

اسلام و ایمان

روزہ

حج

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ

مدرس دار الحدیث الخیریہ مکہ مکرمہ

ترجمہ

شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ (ایم اے)

اَرکانِ اسلام وَ ایمان

توحید
زکاۃ
اسلام
و
ایمان
نماز
حج
روزہ

© مكتبة دارالسلام ١٤٢٧ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
زينو، محمد بن جميل
اركان اسلام و ايمان باللغة الاردية. / محمد بن جميل زينو- الرياض، ١٤٢٧هـ
ص: ٢٩٠ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٩-٨-٩٨٢٢-٩٩٦٠
١-اركان اسلام ٢-الايمان-الاسلام ٣-العبادات-فقه اسلامي أ-العنوان
ديوي ٢٥٢ ١٤٢٧/٥٦٢٥
رقم الإيداع: ١٤٢٧/٥٦٢٥
ردمك: ٩-٨-٩٨٢٢-٩٩٦٠

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

سعودی عرب (ہیڈ آفس)
پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

● طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ● الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221
● سویلم فون: 2860422 1 00966 ● جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270
● مدینہ منورہ موبائل: 503417155 00966 فیکس: 8151121 ● خمیس مشیط فون: 2207055 7 00966 موبائل: 0500710328
● الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 ● ینبع البحر موبائل: 0500887341

شارجہ فون: 5632623 6 00971 | امریکہ ❶ ہیوسٹن فون: 7220419 713 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 | ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)
❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com
❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن۔ لاہور فون: 7846714

کراچی شوروم Z-110,111 (D.C.H.S) مین طارق روڈ کراچی
فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937 Email: darussalamkhi@darussalampk.com

اسلام آباد شوروم F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 051-2500237

ارکانِ اسلام و ایمان

تحقیق و تخریج سے مزین نیا ایڈیشن
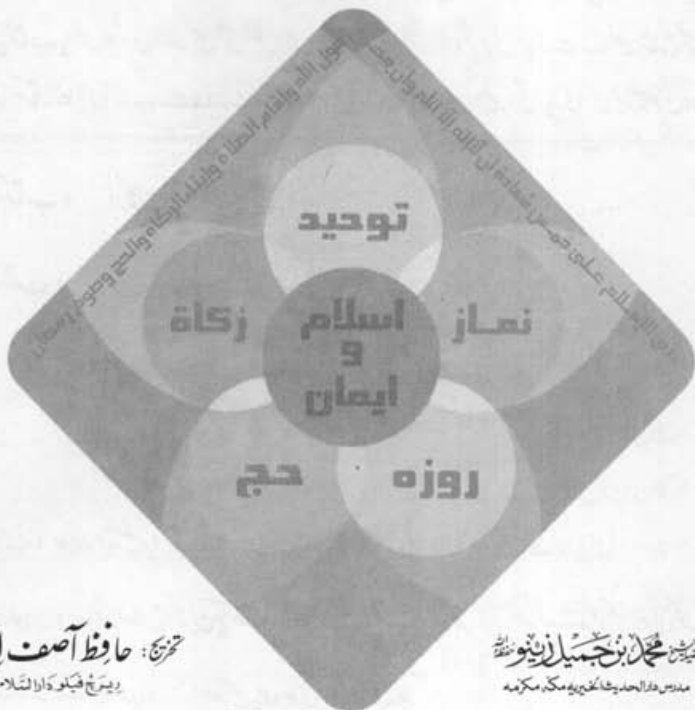
توحید
نماز
زکاۃ
روزہ
حج
اسلام و ایمان

تالیف: فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ
مدرس دار الحدیث الخیریہ مکہ مکرمہ

تخریج: حافظ آصف اقبال
ریسرچ فیلو دار السلام ۔ لاہور

ترجمہ: شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ (ایم۔اے)

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • هیوسٹن • نیو یارک
DARUSSALAM

DARUSSALAM
دارالسلام

نام کتاب : ارکانِ اسلام و ایمان

مصنّف : فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ

منتظمِ اعلیٰ : عبدالمالک مجاہد

مجلسِ انتظامیہ : حافظ عبدالعظیم اسد (مینیجر دارالسّلام لاہور) محمد طارق شاہد

مجلسِ مشاورت : حافظ صلاح الدین یوسف ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر پروفیسر محمد یحییٰ مولانا محمد عبدالجبار

ڈیزائننگ اینڈ السٹریشن : زاہد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)

خطاطی : اِکرام الحق

اشاعت اوّل: 2007

مضامین

باب:1

توحید اور ایمان و اسلام

باب:2

شانِ رسالت اور اخلاق و عادات

باب:3

طہارت کے احکام و مسائل

باب:4

نماز، اس کی اہمیت وفضیلت اور احکام ومسائل

باب:5

زکوۃ، اس کی اہمیت اور احکام ومسائل

باب:6

روزہ، اس کی اہمیت وفضیلت اور اعتکاف کے مسائل

باب:7

حج وعمرہ کی فضیلت اور احکام ومسائل

باب:8

معاملات کے چند ضروری احکام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا خوب مہربان ہے

عرضِ ناشر

اپنے فرض سے غفلت برتنا سنگین جرم ہے۔ اور جب اس جرم کے قدرتی نتائج اور شدید نقصانات ظاہر ہوں تو قسمت کو کوسنا، حالات کا ماتم کرنا اور واویلا مچانا اس قدر فضول اور بے کار بات ہے جو کبھی قابل توجہ قرار نہیں پا سکتی۔

ہنسی آتی ہے مجھے حضرت انسان پر
کار بد تو خود کرے، لعنت کرے شیطان پر

بحیثیت مسلمان ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے دین کو سیکھیں، اس پر عمل کریں اور اِس جامع و نافع دین کی دعوت ساری دنیا تک پہنچا دیں۔ جب تک ہم یہ فرض ادا کرتے رہے ہمارے عروج و اقبال کا پرچم دور دور تک لہراتا رہا اور ہم ساری دنیا پر کم و بیش ایک ہزار سال تک حکومت کرتے رہے۔ جونہی ہم نے یہ فرض فراموش کیا اور اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے دین کی بجائے اپنے نفس کی بندگی میں گرفتار ہوئے ہماری عظمت کا مینار گر گیا، ہماری حکمرانی کا تختہ الٹ گیا، ہماری عزت کا تاج اُتر گیا اور ہم غلامی کی خندق میں گر پڑے جس کا دلدوز نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمارے فکر و عمل کی باگیں غیروں کے ہاتھ میں ہیں۔ ہم طاغوت کے جبڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور چیچنیا، کشمیر، افغانستان، فلسطین اور عراق تک ہماری سرزمین ہمارے ہی خون سے رنگین ہو گئی ہے۔

اس حالت زار سے نکلنے اور اپنی گم شدہ عظمت دوبارہ حاصل کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ہم اپنے سچے اور کھرے دین کی طرف پلٹ آئیں۔ اِسے خود بھی سیکھیں اس کی تعلیمات پر عمل کریں اور اس کی دعوت ساری دنیا تک پہنچائیں...... زیر نظر کتاب ارکانِ ایمان و اسلام وقت کے اِسی اشد ضروری تقاضے کا جامع جواب ہے۔

یہ کتاب سعودی عرب کے جلیل القدر عالم جناب محمد بن جمیل زینو ﷾ نے لکھی ہے۔ جناب حافظ محمد عبداللہ ﷾ نے اِس کا اُردو میں شگفتہ ترجمہ کیا ہے اور دارالسلام طباعت و اشاعت کے اعلیٰ ترین معیار کے ساتھ اِسے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ فاضل مصنف قرآن وسنت کے علوم کے ماہر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں دینِ متین کو آسان طریقے سے سمجھانے کا خاص سلیقہ عطا کیا ہے۔

موصوف فرقہ واریت کے زہر سے پاک ہیں۔ ہر انسان کی بھلائی اور خیر خواہی کے جذبے سے سرشار ہیں۔ انھوں نے صرف قرآن کریم اور احادیث رسول ہی کو پیش نظر رکھا ہے اور اس دنیا میں دین کے مطابق کامیاب زندگی بسر کرنے کے تمام اصول و آداب وضاحت سے بیان کر دیے ہیں۔ اس طرح انھوں نے وہ راستہ پوری طرح روشن کر دیا ہے جو آخرت میں انسان کو جنت کی لازوال نعمتوں سے شاداب کر دے گا۔ فاضل مصنف نے توحید کا سبق بڑے سلیقے سے سمجھایا ہے۔ انھوں نے قرآن کریم کی آیات اور حدیث شریف کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ رب ذوالجلال کی وحدت، یکتائی، بڑائی اور کبریائی کے آگے سر جھکا دینا ہی انسان کی سب سے بڑی عزت اور کامیابی ہے۔ اس کے برعکس کفر، شرک، بدعت اور فسق و فجور کے اندھیروں میں کھو جانا ذلت و بے حیائی کی انتہا اور انسانی شرف و مجد کی بدترین توہین ہے۔ موصوف نے خاتم النبیین سید البشر حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کے درخشاں نمونے نہ صرف صراحت سے بیان کیے ہیں بلکہ سیرت مقدسہ کو فکر و عمل میں اُجاگر

کرنے کی پرکشش ترغیب بھی دی ہے۔ انھوں نے طہارت کے مسائل پوری تفصیل سے تمام ترجزئیات سمیت بتائے ہیں اور بعد کے مراحل میں نماز، زکاۃ، حج وعمرہ کے مسائل وفضائل واضح کر کے اسلامی تہذیب وتمدن کے ممتاز پہلو اور مخصوص آداب نمایاں کر دیے ہیں۔ انھوں نے جو کچھ لکھا صرف قرآن کریم اور احادیث رسول کے حوالے سے لکھا ہے۔ یمین ویسار کے کسی مسلک یا مشرب کا کوئی تصور ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آیا۔ ان کا انداز فکر ٹھیٹ اسلامی ہے۔

ایک داعی دین کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف دینی تعلیمات و مبادیات غیر مبہم طور پر صاف صاف بیان کر دے بلکہ ان کے اثر ونفوذ کا نظارہ بھی دیکھے۔ اس مقصد کے لیے داعی ہمیشہ آسان اور دلنشین اسلوب بیان اختیار کرتا ہے۔ زیر نظر کتاب کے فاضل مصنف کے دل میں دین کی تبلیغ کا جذبہ پوری شدت سے موجزن ہے۔ انھوں نے اپنا مافی الضمیر سمجھانے کے لیے قارئین کی سہولت کا خاص خیال رکھا ہے۔ اُن کا انداز نگارش بڑا سادہ، سلیس اور مؤثر ہے۔ انھوں نے ہر مسئلے کے مفاہیم ذہن نشین کرنے کی غرض سے جابجا خوبصورت عنوانات قائم کیے ہیں۔ ہر مسئلہ انتہائی باریک بینی سے قرآن کریم کی آیات اور متعلقہ احادیث کی کمک کے ساتھ مفصل بیان کیا ہے اور رشتۂ سخن کو کہیں بھی گرانبار نہیں ہونے دیا۔ یہی خصوصیت کتاب کے فاضل مترجم نے اپنے ترجمے میں برقرار رکھی ہے۔ انھوں نے سادہ زبان میں بے تکلف ترجمہ کیا ہے۔ فی الجملہ اس کتاب سے ہر فرد بھرپور طور پر مستفید ہو سکتا ہے۔

اس کتاب کی آیات واحادیث کی تخریج کے سلسلے میں جناب حافظ آصف اقبال کی محنت قابل داد ہے۔ کتاب کی تصحیح وتکمیل کا فریضہ مولانا محمد عثمان منیب، جناب احمد کامران، مولانا منیر احمد رسولپوری اور حافظ محمد فاروق نے انجام دیا ہے۔

کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کی ذمہ داریاں جناب زاہد سلیم چودھری، عامر رضوان، ہارون الرشید اور ابو مصعب نے خوش اسلوبی سے نبھائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قارئین کرام کے لیے زیادہ سے زیادہ فیض رساں بنائے اور کتاب کے مصنف مترجم اور جملہ معاونین کو اجر عظیم سے نوازے آمین یارب العالمین۔

خادمِ قرآن وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر : دارالسلام، الریاض، لاہور

رجب 1427ھ / اگست 2006ء

عرضِ مؤلف

مسلم نوجوانوں کی عالمی تنظیم ''الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی'' نے جدہ میں مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں ایک ایسی کتاب تیار کروں جو تمام عالمِ اسلام کے لیے لائق عمل ہو، بالخصوص افریقہ کے مسلمانوں کے لیے، جنھیں حق وانصاف اور انسانیت کے دین اسلام سے برگشتہ کر کے تحریف شدہ عیسائیت کی طرف مائل کرنے کے لیے دشمنانِ اسلام نے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ اس عالمی تنظیم نے میری اس تالیف کو مختلف زبانوں میں شائع کرنے کا عزم کرتے ہوئے، مجھ سے اس امر کا تقاضا کیا ہے کہ اس میں درج ذیل موضوعات ہونے چاہئیں:

- عقیدہ
- سیرت
- طہارت
- نماز
- زکاۃ
- روزہ
- حج
- عمرہ
- اہم ہدایات
- اور احادیث وغیرہ۔

اس غرض کے لیے میں نے اپنی تالیف ''ارکانِ اسلام وایمان'' کا انتخاب کیا ہے کیونکہ یہ مذکورہ موضوعات میں سے اکثر کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ میں نے اس (تالیف) میں عبادات سے متعلق بہت سے اضافے بھی کیے ہیں، جیسے: طہارت، نماز، زوجیت، پردہ، معاملات، سود، لقطہ (گری پڑی چیزوں) کے احکام، سیرت طیبہ، احادیث نبویہ، مزید برآں ایسی ضروری ہدایات

جن کی تمام مسلمان مردوں اور خواتین کو اشد ضرورت ہے۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تالیف کو تمام مسلمانوں کے لیے نفع مند اور خالصتاً اپنی رضا جوئی کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

محمد بن جمیل زینو

مدرس دار الحدیث الخیریہ، مکہ مکرمہ

باب : 1

توحید
زکاۃ
اسلام
و
ایمان
نماز
حج
روزہ

توحیداورایمان واسلام

ارکانِ اسلام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔''

- شہادتین: ''گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ کی اللہ کے دین میں اطاعت کرنا ضروری ہے)
- اقامتِ صلاۃ: ''نماز قائم کرنا:'' یعنی اسے اس کی تمام شروط، ارکان اور واجبات کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کرنا۔
- ادائے زکاۃ: ''زکاۃ دینا:'' یہ اس وقت فرض ہوتی ہے جب کوئی مسلمان 85 گرام سونے یا اس کے مساوی نقدی کا مالک ہو جائے۔ اس میں سے سال کے بعد اڑھائی فیصد ادا کرنا ضروری ہے اور نقدی سمیت ہر چیز میں اس کی مقدار معین ہے۔
- حج: ''بیت اللہ کا حج کرنا:'' ہر اس شخص کے لیے فرضِ لازم ہے جو صحت اور مالی اعتبار سے وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔
- صومِ رمضان: ''رمضان کے روزے رکھنا:'' روزے کی نیت سے کھانے پینے اور ہر ایسی چیز سے جو روزہ توڑنے والی ہو فجر سے لے کر غروب آفتاب تک رکے رہنا۔[1]

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب دعاؤكم إيمانكم ......حديث : 8

ارکانِ ایمان

ایمان کے درج ذیل ارکان ہیں:

❀ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا: یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی صفات، عبادت، دعا اور حکم میں اس کی وحدانیت پر ایمان لانا۔

❀ فرشتوں پر ایمان لانا: جو نوری مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

❀ اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا: یعنی تورات، انجیل، زبور اور قرآن پر جو سب سے افضل ہے۔

❀ اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا: جن میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام اور سب سے آخر میں محمد ﷺ ہیں۔

❀ آخرت کے دن پر ایمان لانا: یعنی قیامت کے دن پر، جو لوگوں کے اعمال کے محاسبے اور جزا کا دن ہے۔

❀ اچھی یا بری تقدیر پر ایمان رکھنا: یعنی جائز اسباب اپناتے ہوئے ہر انسان کو اچھی یا بری تقدیر پر راضی رہنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی گئی ہے۔[1]

اسلام، ایمان اور احسان کا مطلب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے

---

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان الإیمان و الإسلام ...... ، حدیث : 8

ہوئے تھے کہ انتہائی سفید کپڑوں اور کالے بالوں والا ایک شخص آیا جس پر سفر کے آثار نظر آتے تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس طرح بیٹھا کہ اس نے اپنے گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیے اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیے، پھر کہا: اے محمد! (ﷺ) مجھے بتایئے، اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلإِسْلَامُ: أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَتُقِيمَ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا»

''اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کر، زکاۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ اور اگر طاقت ہو تو اللہ کے گھر (بیت اللہ) کا حج کر۔''

اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) ہم حیران ہوئے کہ یہ کیسا آدمی ہے جو سوال کر کے خود ہی اس کی تصدیق کر رہا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ»

''(ایمان) یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن (روز قیامت) اور ہر اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لائے۔''

اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا، پھر اس نے کہا: مجھے بتایئے کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»

''(احسان) یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے دیکھنے کا تصور پیدا نہیں کر سکتا تو پھر یہ خیال کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔''

اس نے کہا: مجھے قیامت کے متعلق بتایئے کہ کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ»

''اس کے متعلق جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔''

اس نے کہا: تو پھر مجھے اس کی علامتیں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ»

''(اس کی علامت یہ ہے کہ) لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی اور تم دیکھو گے کہ بکریوں کے چرواہے جو ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور محتاج ہیں (وہ اس قدر مالدار ہو جائیں گے کہ) بلند عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر مقابلہ کریں گے۔''

وہ چلا گیا تو میں کافی دیر بیٹھا رہا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

«يَا عُمَرُ! أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرَءِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ»

''اے عمر! جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جبریل تھے جو تمھیں تمھارا دین سکھانے آئے تھے۔''[1]

---

[1] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام ...... ، حديث: 8

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کا مفہوم اور فضیلت

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، اس میں غیر اللہ کی الوہیت (بندگی) کی نفی کی گئی ہے اور اسے صرف اللہ وحدہ لا شریک کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ﴾

''پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔''[1]

آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ»

''جس شخص نے خلوص دل سے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''[2]

مخلص وہ ہے جو اس کلمۂ توحید کا فہم حاصل کرے اور اس پر عمل پیرا ہو اور اس سے اپنی دعوت کی ابتدا کرے، اس لیے کہ یہ کلمہ ایسی توحید پر مشتمل ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا۔

جب رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب فوت ہو رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

«يَا عَمِّ! قُلْ: لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ، وَأَبٰى أَنْ يَّقُولَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ»

''چچا جان! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہہ دیجیے۔ اس کلمے کی بنا پر میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ

---

[1] محمد 47:19

[2] رواه البزار وصححه الألباني في الجامع الصغير، رقم الحديث: 6433 و مجمع الزوائد، الإيمان، باب فيمن شهد أن لا إله إلا الله، حديث: 16

سے سفارش کروں گا۔ لیکن انھوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہنے سے انکار کر دیا۔“[1]

رسول اللہ ﷺ مکہ میں 13 سال تک مشرکین کو یہی دعوت دیتے رہے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہہ دو، تو ان کا جواب، جیسا کہ قرآن کریم نے نقل کیا ہے، یہ تھا:

﴿وَعَجِبُوٓا۟ أَن جَآءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ ۖ وَقَالَ ٱلْكَـٰفِرُونَ هَـٰذَا سَـٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝٤ أَجَعَلَ ٱلْـَٔالِهَةَ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا ۖ إِنَّ هَـٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ ۝٥ وَٱنطَلَقَ ٱلْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ ٱمْشُوا۟ وَٱصْبِرُوا۟ عَلَىٰٓ ءَالِهَتِكُمْ ۖ إِنَّ هَـٰذَا لَشَىْءٌ يُرَادُ ۝٦ مَا سَمِعْنَا بِهَـٰذَا فِى ٱلْمِلَّةِ ٱلْـَٔاخِرَةِ إِنْ هَـٰذَآ إِلَّا ٱخْتِلَـٰقٌ ۝٧﴾

”اور انھیں تعجب ہوا کہ انھی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا! اور کافروں نے کہا: یہ تو جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے سب معبودوں کو چھوڑ کر ایک ہی معبود بنا لیا؟ یقیناً یہ تو بڑی عجیب بات ہے! تو ان میں سے جو معزز لوگ تھے وہ چل کھڑے ہوئے اور بولے کہ چلو اپنے معبودوں کی پوجا پر قائم رہو۔ بیشک یہ ایسی بات ہے جس سے (تم پر شرف وفضیلت) مقصود ہے، یہ بات تو ہم نے پچھلے مذہب میں کبھی نہیں سنی یہ تو (اس کی) ایک خود ساختہ بات ہے۔“[2]

عربوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ وہ اس کلمے کے معانی سمجھتے تھے اور انھیں معلوم تھا کہ یہ کلمہ پڑھنے والا غیر اللہ کو نہیں پکارا کرتا۔ اس لیے انھوں نے اس کلمے کو چھوڑ دیا اور اس کا اقرار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝٣٥ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا۟

---

[1] صحيح البخاري، الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت ......، حديث : 1360و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على صحة الإسلام ......، حديث : 24

[2] صٓ 38:4-7

ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِٱلْحَقِّ وَصَدَّقَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾ ﴾

''جب ان (کافروں) سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے اور کہتے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اس شاعر مجنون کی بات مان کر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ (اللہ نے جواب دیا) بلکہ وہ رسول تو حق لے کر آئے ہیں اور رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔''①

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللهِ، حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ»

''جس نے کہہ دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہر اس چیز کا انکار کیا جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو ایسا کرنے سے اس کی جان و مال (کو نقصان پہنچانا) حرام ہو گیا اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔''②

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلمۂ شہادت پڑھنے کا تقاضا یہ ہے کہ غیر اللہ کی ہر قسم کی عبادت سے اعراض و انکار کیا جائے، جیسے مُردوں کو پکارنا وغیرہ۔ عجیب بات یہ ہے کہ بعض مسلمان اپنی زبان سے یہ کلمہ کہتے ہیں لیکن اپنے اعمال سے اس کے معنی کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه توحید و اسلام کی بنیاد اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یہ اُسی وقت اپنایا جاسکتا ہے جب ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کے لیے خاص کی جائے۔ اور یہ تبھی ممکن ہے جب کوئی مسلمان اللہ کا مطیع ہو جائے، صرف اسی کو پکارے اور اسی کی شریعت کی حاکمیت

---

① الصآفات 37:38,37

② صحيح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا اللّٰه ......، حديث: 23

قبول کرے۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "إِلٰہ" (معبود) وہ ہے جس کی ہیبت و جلالت، محبت اور خوف، امید اور اس پر توکل کرتے ہوئے، اس سے سوال اور دعا کرتے ہوئے اس کی اطاعت کی جائے اور نافرمانی سے بچا جائے اور یہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لیے کرنا جائز نہیں۔ جس کسی نے بھی ''اِلٰہ'' کے ان خصائص میں سے کسی ایک میں، مخلوق کو شریک کر لیا تو یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه خلوص دل سے نہیں کہا۔ اور جس قدر اس میں شرک جیسی کوئی خصلت ہوگی اسی قدر وہ مخلوق کی عبادت میں ملوث ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَإِنَّهُ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ عِنْدَ الْمَوْتِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ يَوْمًا مِّنَ الدَّهْرِ، وَإِنْ أَصَابَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ مَا أَصَابَهُ»

''اپنے مرنے والوں کو "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه" پڑھنے کی تلقین کیا کرو کیونکہ (دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے) جس کا آخری کلام لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه ہوگا وہ کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور داخل ہوگا، خواہ اس سے پہلے کا لکھا عذاب اس کو بھگتنا پڑے۔''[1]

اور کلمۂ شہادت کی تلقین کرنے سے مراد صرف مرنے والے کے پاس کلمہ پڑھنا ہی نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، بلکہ اسے پڑھنے کا حکم دینا ہے۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کی عیادت کی تو فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، الجنائز، باب تلقين الموتىٰ لا إله إلا اللّٰه، دون قوله: فإنه من كان آخر كلامه ...... ، حديث : 917 وصحيح ابن حبان (موارد)، الجنائز، باب فيمن كان آخر كلامه لا إله إلا اللّٰه ، حديث : 719 و صححه الألباني في الجامع الصغير، حديث : 5150

«یَاخَالُ ! قُلْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، فَقَالَ : أَخَالٌ أَمْ عَمٌّ؟ فَقَالَ : بَلْ خَالٌ ، فَقَالَ : خَیْرٌ لِّی أَنْ أَقُولَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : نَعَمْ ! »

''ماموں جان! ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کہو۔ اس نے کہا: ماموں یا چچا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میرے لیے ماموں کی حیثیت رکھتے ہو'' تو اس نے کہا: کیا میرے لیے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کہنا بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! بہتر ہے۔''[1]

کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اسی وقت کسی شخص کے لیے مفید ہوتا ہے جب وہ اس کے معانی کو اپنے لیے ضابطۂ حیات بناتا ہے اور مُردوں یا غیر موجود زندوں کو پکارنے جیسے شرکیہ اعمال سے اس کلمے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اور جس کسی نے ایسا کیا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے وضو کر کے توڑ دیا ہو (چنانچہ جیسے وضو کر کے توڑ دینے والے شخص کو اپنے اس وضو کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، ایسے ہی وہ شخص ہے جس نے ایمان لانے کے بعد کوئی شرکیہ کام کیا، اسے اپنے اس ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، أَنْجَتْهُ یَوْمًا مِّنْ دَهْرِهِ ، أَصَابَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ مَا أَصَابَهُ»

''جس نے کلمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کہہ دیا تو ایک دن اسے اس کلمہ کی وجہ سے ضرور نجات ملے گی، اگرچہ اس سے پہلے اس کو (جو کچھ لکھا ہے) بھگتنا پڑے۔''[2]

---

[1] مسند أحمد : 154/3 و انظر أحکام الجنائز للألبانی، ص: 11، مرنے والے کو تلقین اس کی موت سے پہلے کرنی چاہیے نہ کہ بعد میں، مذکورہ حدیث کے آخر میں ہے کہ جس کا آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہوا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ جبکہ مردہ شخص نہ تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہہ سکتا ہے اور نہ ہی اس میں سننے کی صلاحیت ہے۔

[2] شعب الإیمان، باب فی الإیمان باللہ عز وجل ، حدیث : 98,97 و صححه الألبانی فی سلسلة الأحادیث الصحیحة ، حدیث : 1932

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا مطلب

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں، چنانچہ انھوں نے جو کچھ بتایا ہم اس کی تصدیق کریں اور ان کے حکم کی اطاعت کریں اور جس چیز سے انھوں نے منع کیا اسے ترک کر دیں اور ان کی سنت کو اپناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کتاب النبوۃ میں فرماتے ہیں:

''انبیاء علیہم السلام کی ہر زمانے اور ہر جگہ پر سب سے پہلی دعوت اور سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ اللہ کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ صحیح کیا جائے اور بندے اور اس کے رب کے درمیان رابطہ صحیح بنیاد پر قائم ہو جائے اور دین کو اللہ کے لیے خالص کرنے اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی جائے کیونکہ اللہ ہی نفع و نقصان کا مالک، عبادت، دعا، التجا، اور قربانی کا مستحق ہے۔ ان کی ساری توجہ اپنے زمانے میں پائی جانے والی بت پرستی پر مرکوز تھی جو عام بت پرستی کے علاوہ زندہ و مردہ بزرگ ہستیوں کی عبادت کی شکل میں پائی جاتی تھی۔''

اور یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن سے ان کا رب فرما رہا ہے:

﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنۡ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ ۝١٨٨﴾

''(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ میں تو اللہ کی مرضی کے بغیر اپنے لیے کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو صرف مومنوں کو ڈرانے اور خوشخبری

دینے والا ہوں۔''[1]

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُطْرُونِی كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُاللهِ وَرَسُولُهُ»

''میری شان اس طرح نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کی شان بڑھا دی کیونکہ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔''[2]

شان بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تعریف کرتے ہوئے مبالغہ آرائی کرنا۔ یہ ہرگز روا نہیں کہ ہم انھیں اللہ کے سوا پکاریں جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ کیا، پس وہ شرک میں مبتلا ہو گئے، بلکہ آپ ﷺ نے ہمیں سکھلایا ہے کہ ہم یہ کہیں ''محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

البتہ کتاب وسنت سے آپ کی جو مدح ثابت ہے وہ مطلوب ہے اور ایمان کا جز ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے حقیقی محبت یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اور اس کے علاوہ کسی ذات کو نہ پکارا جائے اگرچہ وہ ذات کوئی رسول ہو یا مقرب ولی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ»

''جب مانگو تو صرف اللہ سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے طلب کرو۔''[3]

---

① الأعراف 188:7

② صحيح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب قول الله : واذكر فی الكتاب مريم ......، حديث 3445:

③ جامع الترمذی، صفة القيامة، باب [حديث حنظلة ......] ، حديث : 2516

رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی غم یا مصیبت پیش آتی تو آپ ﷺ فرماتے:

«يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ»

''اے زندہ اور قائم رہنے والی ذات! میں تیری رحمت کی بدولت تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ اس شاعر پر رحمتیں نازل فرمائے جس نے حقیقی محبت بیان کرتے ہوئے کہا:

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيعُ

''اگر تم اپنی محبت میں سچے ہوتے تو محبوب کی اطاعت کرتے کیونکہ محبّ اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوتا ہے۔''

اور سچی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ اس دعوت توحید سے محبت کریں جس سے آپ نے دین کی دعوت کا آغاز کیا اور آپ کو توحید کی دعوت دینے والوں سے پیار ہو اور شرک اور اس کے داعیوں سے نفرت ہو۔

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَى غَنَمًا لِّي قِبَلَ أُحُدٍ وَّالْجَوَّانِيَّةِ، فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ عَنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ

---

[1] جامع الترمذي، الدعوات، باب قول ياحيّ ياقيّوم ......، حديث: 3524

فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ ، قُلْتُ : يَارَسُولَ اللهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ : ائْتِنِي بِهَا ، فَأَتَيْتُهُ بِهَا ، فَقَالَ لَهَا : أَيْنَ اللهُ؟ قَالَتْ : فِي السَّمَاءِ ، قَالَ : مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ : أَنْتَ رَسُولُ اللهِ ، قَالَ : أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ»

''میری ایک لونڈی احد اور جوانیہ کے قریب بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں نے جائزہ لیا، معلوم ہوا کہ بھیڑیا ایک بکری اٹھا کر لے گیا ہے۔ چونکہ میں بھی انسان ہوں، مجھے بھی اسی طرح افسوس ہوا جس طرح دوسرے لوگوں کو ہوتا ہے، چنانچہ میں نے اسے ایک تھپڑ مار دیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، (جب میں نے آپ کو بتایا) تو آپ ﷺ نے میرے اس فعل کو بہت بُرا جانا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے میرے پاس لاؤ، چنانچہ جب میں اس لونڈی کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''بتاؤ اللہ کہاں ہے؟'' اس نے کہا: آسمان پر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کون ہوں؟'' اس لونڈی نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: ''اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ تو ایمان والی ہے۔''[1]

فوائد حدیث

اس حدیث سے درج ذیل فوائد اخذ کیے جاسکتے ہیں:

- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہر مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے تاکہ درپیش معاملے کے بارے میں اللہ کا حکم معلوم کر لیں۔

---

[1] صحيح مسلم، الصلاة، باب تحريم الكلام في الصلاة و نسخ ما كان من إباحته ، حديث: 537

❁ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے صرف اللہ اور اس کے رسول ہی سے فیصلہ لینا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾﴾

''چنانچہ (اے پیغمبر) تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلاف میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیں۔''[1]

❁ صحابی نے لونڈی کو مارا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند اور سخت برا محسوس کیا۔

❁ صرف مومن غلام کو آزاد کرنا چاہیے نہ کہ کافر کو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس لونڈی سے پوچھ گچھ کی تاکہ معلوم کریں کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں، لیکن جب معلوم ہوا کہ یہ مسلمان ہے تو اسے آزاد کرنے کا حکم دیا، اگر وہ کافر ہوتی تو آپ ﷺ اسے آزاد کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

❁ توحید کے متعلق پوچھ گچھ کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا توحید ہی میں سے ہے۔ اس کا علم ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کے متعلق سوال کرنا کہ وہ کہاں ہے، سنت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی سے دریافت کیا تھا۔

❁ اس سوال (کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟) کے جواب میں، اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے، کہنا جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ نے لونڈی کے جواب کو درست قرار دیا اور اسی طرح قرآن کریم سے بھی اس جواب کی تائید ملتی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

---

[1] النساء 65:4

﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ أَن يَخۡسِفَ بِكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾ ﴾

''کیا تم اس ذات سے جو آسمان میں ہے بے خوف وخطر ہو گئے ہو کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے۔''[1]

اور فِي السَّمَاء ''آسمان میں'' سے مراد عَلَی السَّمَاء ''آسمان پر'' ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت میں مذکور مَنْ ''وہ ذات'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

- محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینے ہی سے ایمان صحیح ثابت ہوتا ہے۔
- یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے، سچے ایمان کی نشانی ہے اور یہ عقیدہ اپنانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔
- اس سے اس شخص کا یہ مہمل عقیدہ مسترد ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر ہر جگہ موجود ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ علم کے لحاظ سے ہمارے ساتھ ہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لونڈی کو پوچھ گچھ کے لیے طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ اور لونڈی کا ایمان بھی یہی تھا۔ اس سے اُن صوفیوں کا رد ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آپ علم غیب جانتے تھے۔

تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان

ایمان کا چھٹا رکن یہ ہے کہ تقدیر کی ہر اچھائی اور برائی پر ایمان لایا جائے، اس کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (اربعین) میں فرمایا:

---

[1] الملك 16:67

”اللہ تعالیٰ نے زمانہ قدیم ہی سے ہر چیز کی تقدیر لکھ رکھی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہر چیز کے بارے میں علم ہے کہ وہ اپنے مقرر وقت میں کس معینہ جگہ پر وقوع پذیر ہوگی، چنانچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر کے مطابق وقوع پذیر ہوتی ہے۔“

ایمان بالقدر کی اقسام

❀ **تقدیر اللہ کے علم میں ہے:** اس بات پر ایمان رکھنا کہ انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ لوگوں میں سے کون نیک یا بد، مطیع یا نافرمان اور جنتی یا جہنمی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کے اچھے یا برے اعمال کی جزا اور سزا تیار کر لی تھی، اور یہ سبھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے شمار کر کے اپنے پاس لکھی ہوئی ہیں چنانچہ بندوں کے اعمال اللہ کی اس معلوم شدہ اور لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق واقع ہوتے ہیں۔[1]

❀ **تقدیر لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے:** حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے عبدالرحمٰن بن سلمان سے نقل کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: ”اللہ تعالیٰ نے قرآن یا اس سے پہلے اور بعد کی ہر چیز کو لوح محفوظ میں درج کیا ہوا ہے۔“[2]

❀ **رحم مادر میں تقدیر لکھی جاتی ہے:** حدیث میں ہے:

«ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ الْمَلَكَ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ : بِكَتْبِ رِزْقِهِ ، وَأَجَلِهِ ، وَعَمَلِهِ ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ»

”پھر اس کی طرف فرشتہ بھیجا جاتا ہے، وہ اس میں روح پھونکتا ہے، اور اسے چار چیزیں، اس کا رزق، اس کی زندگی، اس کا عمل، اور بد بخت ہے یا نیک بخت، لکھنے کا حکم

---

[1] جامع العلوم والحکم، ص: 24

[2] ابن کثیر: 497/4

دیا جاتا ہے۔"[1]

❀ **مقررہ اوقات میں تقدیر کا وقوع پذیر ہونا:** جب اللہ تعالیٰ نے کوئی اچھی یا بری تقدیر بنائی تو ساتھ ہی انسان پر اس تقدیر کے واقع ہونے کے اوقات بھی متعین کر دیے۔

تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد

① **تقدیر پر رضامندی، یقین اور نقصان کا بدل ملنے کی امید پیدا ہونا:** اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ﴾

"ہر آنے والی مصیبت اللہ ہی کے حکم سے پہنچتی ہے۔"[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "اللہ کے حکم" سے مراد اس کی قضا و قدر ہے۔"

مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَن يُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُۥ﴾

"اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔"[3]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس کو یقین ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی قضا و قدر سے ہے، چنانچہ وہ حصول ثواب کی امید سے صبر کرتا ہے اور قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دلی اطمینان عطا کرتا ہے اور دنیا کی کھو جانے والی چیز کے بدلے میں اسے

---

[1] صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات اللّٰه علیهم ، حدیث : 3208 وصحیح مسلم، القدر،باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه......، حدیث: 2643

[2] التغابن 11:64 [3] التغابن 11:64

اطمینان قلب اور یقین صادق نصیب فرماتا ہے اور ممکن ہے کہ اسے کھو جانے والی چیز کا عوض یا نعم البدل عطا فرما دے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اس کے دل میں یقین پیدا کر دیتا ہے کہ جو مصیبت اسے پہنچی ہے وہ کبھی ٹلنے والی نہ تھی اور جو چیز اس کے پاس سے کھو گئی ہے وہ کبھی اسے ملنے والی نہ تھی۔''

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وہ ایسا آدمی ہے کہ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔''

② گناہوں کا معاف ہونا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَّصَبٍ، وَّلَا نَصَبٍ، وَّلَا سَقَمٍ، وَّلَا حَزَنٍ، حَتَّى الْهَمِّ يُهِمُّهُ إِلَّا كُفِّرَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ»

''مومن کو جب بھی کوئی مرض، تھکان، بیماری یا کوئی غم حتی کہ کوئی فکر بھی لاحق ہوتی ہے تو یہ تمام چیزیں اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہیں۔''[1]

③ اجر عظیم کا حصول: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾﴾

''اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو جنھیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے

---

① صحیح البخاری، المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، حدیث: 5641، 5642 وصحیح مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه ......، حدیث: 2573 واللفظ له

ہیں: ﴿ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ ''ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' انھی لوگوں کے لیے اللہ کی رحمتیں اور اس کی مہربانیاں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''[1]

④ **دل کی تونگری:** رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَكَ، تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ»

''تم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جاؤ، دنیا کے امیر ترین انسان بن جاؤ گے۔''[2]

مزید آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ»

''مال و دولت کی کثرت سے تونگری نہیں ملتی، اصل تونگری تو دل کی تونگری ہے۔''[3]

اس حقیقت کے مظاہرے عام ہیں کہ بہت سے کروڑ پتی لوگ اپنے مال و دولت کی بہتات پر بھی خوش نہیں ہوتے کیونکہ ان کے دل بھوکے ہوتے ہیں ان کے مقابلے میں وہ لوگ جو تھوڑا مال ہونے کے باوجود اللہ کے دیے ہوئے پر خوش رہتے ہیں، وہ قلبی طور پر مالدار ہوتے ہیں۔

⑤ **بے جا خوشی یا غمی میں مبتلا ہونے سے بچاؤ:** اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِى كِتَـٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا۟ عَلَىٰ مَا

---

① البقرة 2:155-157

② مسند أحمد: 2/310

③ صحيح البخاري، الرقاق، باب الغنى غنى النفس ......، حديث: 6446 و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل القناعة والحث عليها، حديث: 1051

﴿فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَآ ءَاتَىٰكُمْ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾﴾

''کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین، یا تمھاری جان پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اُسے پیدا کرنے سے پہلے ہی ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو۔ بے شک یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے، اس لیے کہ تم کسی چیز کے نہ ملنے پر غم نہ کھاؤ اور کسی چیز کے مل جانے پر نہ اتراؤ۔ اللہ تعالیٰ ہر اترانے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔''[1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں پر فخر نہ کرو، کیونکہ یہ نعمتیں تمھیں اپنی کوششوں سے نہیں ملیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا تمھارے لیے مقدر کیا ہوا رزق ہے، پس تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تکبر اور شر پسندی کا وسیلہ نہ بناؤ۔''[2]

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر انسان کو خوشی اور غمی لاحق ہوتی ہے۔ خوشی کو اللہ کا شکر کرنے اور غمی کو صبر کرنے کا وسیلہ بنانا چاہیے۔''

⑥ **دل میں بہادری اور جوانمردی کی آبیاری:** تقدیر پر ایمان رکھنے والے شخص میں بہادری اور جوانمردی پیدا ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ موت اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں آئے گی اور جو چیز اس کے ہاتھ سے کھو گئی ہے وہ اسے ملنے والی نہیں تھی اور جو مصیبت اس پر آئی ہے وہ ٹلنے والی نہ تھی۔ وہ یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی اور مشکل کے ساتھ آسانی پیدا ہوتی ہے۔

⑦ **لوگوں کی ضرر رسانی سے بے خوفی:** رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

---

[1] الحدید 57:22-23

[2] ابن کثیر: 4/314

«وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»

''جان لو! اگر پوری امت تمھیں کوئی فائدہ پہنچانے کے لیے اکٹھی ہو جائے تو وہ اللہ کے مقدر کیے ہوئے کے سوا تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی اور اگر وہ تمھیں کوئی نقصان پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں، پھر بھی اللہ کے مقدر کیے ہوئے کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے (کیونکہ) قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔''[1]

⑧ **موت کا ڈر ختم ہو جانا:** حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

أَيَّ يَوْمَيَّ مِنَ الْمَوْتِ أَفِرْ
يَوْمَ لَمْ يُقْدَرْ، أَمْ يَوْمَ قُدِرْ
يَوْمَ لَمْ يُقْدَرْ لَا أَرْهَبُهُ
وَمِنَ الْمَكْتُوبِ لَا يَنْجُو الْحَذَرْ

''میں موت کے کون سے دن سے فرار ہونے کی کوشش کروں، کیا موت کے مقدر دن سے یا جو ابھی مقدر نہیں ہوا؟

جو مقدر نہیں ہوا، اس کا تو مجھے کوئی ڈر نہیں اور جو مقدر ہو چکا ہے، اس سے ڈرنا بے سود ہے۔''

---

① جامع الترمذي، صفة القيامة، باب [حديث حنظلة ......] ، حديث: 2515

⑨ کھو جانے والی چیز پر پشیمان نہ ہونا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ، اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَلَا تَعْجِزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللهُ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ»

''طاقتور مومن کمزور مومن کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ بہتر اور محبوب ہے اور بھلائی دونوں میں ہے۔ ایسی چیز کی تمنا کرو جو تمھارے لیے نفع مند ہو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، عاجزی مت دکھاؤ، اگر تمھیں کوئی نقصان پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا، بلکہ تمھیں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مقدر کیا اور کر ڈالا۔ کیونکہ ''اگر'' کہنا شیطانی عمل ہے۔''[1]

⑩ بہتری اسی میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے: اگر کسی مسلمان کا ہاتھ زخمی ہو جائے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ ہاتھ ٹوٹا نہیں اور اگر ہڈی ٹوٹ جائے تو اسے شکر کرنا چاہیے کہ ہاتھ کٹ کر علیحدہ نہیں ہوا یا یہ کہ کمر وغیرہ کے ٹوٹنے جیسا کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔

ایک دفعہ ایک تاجر تجارتی سفر کے لیے جہاز کے انتظار میں تھا کہ اذان ہو گئی، چنانچہ وہ شخص نماز کے لیے چلا گیا اور جب نماز سے فارغ ہو کر آیا تو دیکھا جہاز پرواز کر چکا ہے۔ وہ جہاز نکل جانے پر افسردہ ہو کر بیٹھ گیا، لیکن تھوڑی دیر بعد اسے خبر ملی کہ وہ جہاز پرواز کے دوران میں جل گیا ہے تو وہ شخص نماز کے باعث طیارے میں سوار نہ ہونے اور اپنے زندہ سلامت رہنے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گیا اور اسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آیا:

---

① صحيح مسلم، القدر، باب الإيمان بالقدر والإذعان له، حديث :2664

﴿وَعَسَىٰٓ أَن تَكۡرَهُواْ شَيۡـٔٗا وَهُوَ خَيۡرٞ لَّكُمۡۖ وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّواْ شَيۡـٔٗا وَهُوَ شَرّٞ لَّكُمۡۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ ٢١٦﴾

''اور قریب ہے کہ تمھیں ایک چیز ناپسند ہو اور وہی تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تمھیں ایک چیز پسند ہو اور وہی تمھارے لیے نقصان دہ ہو اور اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔''[1]

تقدیر حجت نہیں بن سکتی

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ ہر خیر وشر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے جو اس کے علم اور ارادے سے وقوع پذیر ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھا یا برا کام کرنے کا اختیار بھی دیا ہے، چنانچہ واجبات کو پورا کرنا اور محرمات سے اجتناب کرنا اس کا فرض ہے۔ اس لحاظ سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ گناہ کر کے یہ کہے کہ اللہ نے تقدیر میں ایسا ہی لکھا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ کا رسول بھیجنے اور ان پر کتابیں نازل فرمانے کا یہی مقصد تھا کہ وہ لوگوں پر نیکی، بدی اور سعادت مندی یا بدبختی کا راستہ واضح کر دیں۔ اس کے علاوہ انسان کو عقل وفکر سے نواز کر ہدایت وگمراہی کا راستہ دکھا دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا هَدَيۡنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرٗا وَإِمَّا كَفُورًا ٣﴾

''بے شک ہم نے انسان کو (ہدایت وگمراہی کا) راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔''[2]

چنانچہ جب انسان نماز ترک کرتا ہے یا شراب نوشی کرتا ہے تو وہ اللہ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اس گناہ پر ندامت محسوس

---

[1] البقرة 216:2 [2] الإنسان 3:76

کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔ تقدیر کو حجت بنا کر وہ اپنے اس گناہ کی سزا سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتا۔

ایمان واسلام کو ضائع کرنے والی باتیں

جس طرح بعض چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح بعض امور ایسے ہیں جن کے ارتکاب سے آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، انھیں نواقضِ ایمان کہتے ہیں۔ ان کی چار قسمیں ہیں:

- رب کے وجود کا انکار یا اس کے بارے میں طعن کرنا۔
- اس کے معبود ہونے کا انکار یا اس کے ساتھ شرک کرنا۔
- اللہ تعالیٰ کے قرآن وحدیث سے ثابت اسماء وصفات کا انکار یا ان کے بارے میں طعن کرنا۔
- محمد ﷺ کی رسالت ونبوت کا انکار یا اس میں طعن کرنا۔

❶ نواقض ایمان کی پہلی قسم یہ ہے کہ رب کے وجود کا انکار یا اس میں زبان درازی کرنا۔ اس کی درج ذیل صورتیں ہیں:

* رب کے وجود کا کلی طور پر انکار کرنا، جیسا کہ ملحد کمیونسٹ، خالقِ حقیقی کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کوئی معبود نہیں، زندگی مادہ پرستی کا نام ہے، کائنات کی پیدائش اور اس کی حرکات کو فطرت اور اتفاقات سے تعبیر کرتے ہیں، اور فطرت واتفاقات کے خالق کو بھول جاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿٦٢﴾ ﴾

”اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔“[1]

---

[1] الزمر 62:39

ایسے لوگ اسلام سے پہلے کے مشرکین عرب اور شیطانوں سے بھی بڑے کافر ہیں کیونکہ وہ مشرک کم از کم خالق کے وجود کا تو اقرار کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ﴾

''اگر آپ ان (مشرکوں) سے پوچھیں کہ تمھیں کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیں گے اللہ نے (پیدا کیا ہے۔'')[1]

اسی طرح قرآن مجید میں شیطان کے بارے میں آیا ہے کہ اس نے کہا:

﴿قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾﴾

''میں اس (آدم) سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے جبکہ اسے (آدم کو) مٹی سے پیدا کیا ہے۔''[2]

اگر کوئی مسلمان بھی کمیونسٹوں کی طرح کہے کہ اس چیز کو فطرت نے پیدا کیا ہے یا وہ ایسے ہی وجود میں آ گئی ہیں تو وہ بھی کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔

❀ کسی شخص کا رب ہونے کا دعویٰ کرنا، جیسا کہ فرعون نے کہا تھا:

﴿أَنَا۠ رَبُّكُمُ ٱلْأَعْلَىٰ ﴿٢٤﴾﴾

''میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔''[3]

❀ رب کے وجود کا اعتراف کرنے کے ساتھ یہ بھی دعویٰ کرنا کہ دنیا میں کچھ ولی اور قطب ہیں جو کائنات کی تدبیر کرتے اور اس کا نظام چلاتے ہیں، ایسا کہنے والے عقیدے کے لحاظ سے قبل از اسلام کے مشرکوں سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ وہ مشرک یہ عقیدہ رکھتے

---

[1] الزخرف 87:43 [2] ص 76:38 [3] النازعات 24:79

تھے کہ کائنات کی تدبیر کرنے والا اور اس کا نظام چلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾﴾

''ان (کافروں) سے پوچھیے کہ تمھیں آسمان وزمین سے روزی دینے والا کون ہے؟ کون ہے جو تمھارے سننے اور دیکھنے کی طاقت کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو کائنات کی تدبیر کرتا ہے؟ تو وہ کہیں گے، وہ اللہ کی ذات ہے۔ تو ان سے کہو کہ پھر تم (اپنے اس اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں ہو۔''[1]

❁ بعض صوفیوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے اندر حلول کر گیا ہے، جیسا کہ دمشق میں مدفون ابن عربی صوفی نے کہا:

اَلرَّبُّ عَبْدٌ، وَالْعَبْدُ رَبٌّ

يَا لَيْتَ شِعْرِی مَنِ الْمُكَلَّفُ؟

''رب بندہ اور بندہ رب ہے، کاش میں جان لیتا کہ مکلّف کون ہے۔''

اور ان کے ایک دوسرے طاغوت نے کہا:

وَمَا الْكَلْبُ وَالْخِنْزِيرُ إِلَّا إِلٰهُنَا

وَمَا اللّٰهُ إِلَّا رَاهِبٌ فِی كَنِيسَةٍ

---

[1] یونس 31:10

"ہر کتا اور خنزیر ہمارا الٰہ ہے اور گرجا کے اندر جو راہب ہے وہی اللہ ہے۔"

ان گمراہ کن صوفیوں کے امام حلاج نے جب یہ کہا کہ میں وہ (اللہ) اور وہ (اللہ) میں ہوں، تو علماء نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر کیا، چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔

❷ نواقضِ ایمان کی دوسری قسم یہ ہے کہ عبادت کے لائق الٰہ کا انکار کیا جائے یا اس کی عبادت میں دوسروں کو بھی شریک کیا جائے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں:

❁ وہ لوگ جو سورج، چاند، ستاروں، درختوں اور شیطانوں جیسی مخلوقات کی پوجا کرتے ہیں جو کسی قسم کا نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان۔ اور اس خالق کی عبادت کو چھوڑ دیتے ہیں جس نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنْ ءَايَٰتِهِ ٱلَّيْلُ وَٱلنَّهَارُ وَٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا۟ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَٱسْجُدُوا۟ لِلَّهِ ٱلَّذِى خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

"اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے رات، دن، سورج اور چاند ہیں۔ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو بلکہ اسی اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم صرف اسی (اللہ) کی عبادت کرنے والے ہو۔"[1]

❁ عبادت میں شرک کرنے والی دوسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اولیاء کی مورتیوں یا قبروں جیسی مخلوقات کو بھی اس کی عبادت میں شریک کر لیتے ہیں، ان مشرکوں کی حالت بالکل قبل از اسلام عربوں جیسی ہے جو اللہ کی عبادت کرتے اور مشکل وقت میں صرف اسی کو پکارتے تھے لیکن جب مشکل حل ہو جاتی اور آسانی کا وقت ہوتا تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارنے لگتے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

① فصلت 37:41

﴿فَإِذَا رَكِبُوا۟ فِى ٱلْفُلْكِ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾﴾

''سو جب یہ (مشرک) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب (اللہ تعالیٰ) انھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو پھر اس کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔''[1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انھیں مشرک قرار دیا، حالانکہ جب وہ جہاز کے ڈوبنے کا خطرہ محسوس کرتے تو اللہ ہی کو پکارتے تھے، انھیں اس لیے مشرک قرار دیا گیا ہے کہ یہ لوگ صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے پر قائم نہیں رہتے تھے بلکہ جب اللہ تعالیٰ انھیں بچا کر سمندر سے نکال لاتا تو وہ اس کے سوا دوسروں سے دعائیں کرنے لگتے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قبل از اسلام کے مشرکین عرب کو کافر قرار دیا ہے اور نبی ﷺ کو ان سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے، باوجود اس کے کہ وہ مشکل اوقات میں اپنے بتوں کو بھول کر صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے تو پھر ایسے مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا جو محض عام حالات ہی میں نہیں بلکہ مشکل اوقات میں بھی اللہ کو چھوڑ کر اولیاء کی قبروں پر جا کر ان سے شفا، رزق اور ہدایت جیسی وہ چیزیں طلب کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور ان اولیاء کے خالق کو بھول جاتے ہیں جو یکتا ہے۔ شفا، ہدایت اور رزق جیسی چیزوں کا وہی مالک ہے۔ اور اس کے مقابلے میں یہ اولیاء کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں بلکہ وہ پکارنے والوں کی پکار سننے پر بھی قادر نہیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا۟ دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا۟ مَا ٱسْتَجَابُوا۟ لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ

[1] العنکبوت 65:29

﴿يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾﴾

''اور جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی (کسی چیز کے) مالک نہیں، اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہ سنیں، اور اگر (بفرض محال) سن بھی لیں تو تمھاری بات کو قبول نہ کر سکیں اور وہ قیامت کے روز تمھارے شرک سے انکار کر دیں گے۔ اور ہر چیز کی خبر رکھنے والی ذات (اللہ تعالیٰ) کے مانند تمھیں کوئی خبر نہیں دے گا۔''[1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت سے بیان کر دیا ہے کہ فوت شدہ لوگ اپنے پکارنے والوں کی پکار نہیں سنتے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ان کو پکارنا شرک اکبر ہے۔
ممکن ہے اُن میں سے کوئی یہ کہے کہ ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ یہ ولی یا بزرگ کسی نفع و نقصان کے مالک ہیں بلکہ ہم تو صرف اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے ان بزرگوں کو واسطہ اور سفارشی بناتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی قسم کا عقیدہ مشرکین مکہ کا تھا جسے قرآن نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾﴾

''اور یہ (لوگ) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا کر سکتی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ (معبود) اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دیجیے کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جسے وہ آسمانوں میں نہیں جانتا اور نہ زمین میں؟ وہ ذات (اللہ تعالیٰ) ان کے اس شرک سے پاک اور

---

[1] فاطر 35:13-14

بالاتر ہے۔''①

یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والا اور اسے پکارنے والا مشرک ہے۔ اگرچہ اس کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ (بزرگ) کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں بلکہ صرف میرے سفارشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾﴾

''اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنائے ہیں (وہ یہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، بے شک جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان کا فیصلہ کر دے گا اور اللہ کسی جھوٹے اور کفر کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا۔''②

یہ آیت بھی واضح دلیل ہے کہ تقرب کی نیت سے غیر اللہ کو پکارنے والا اور ان سے دعائیں کرنے والا کافر ہے، اس لیے کہ دعا تو عبادت ہے۔

❸ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے علاوہ کسی اور چیز سے فیصلے کرنا بھی نواقضِ ایمان میں سے ہے، خاص طور پر اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ اس زمانہ میں ناقابل تنفیذ ہیں یا اسلامی شریعت کے مخالف قوانین کو نافذ کرنا جائز سمجھتا ہو کیونکہ شریعت کا نفاذ بھی ایک عظیم عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٠﴾﴾

---

① یونس 10:18 ② الزمر 39:3

”اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔“[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾﴾

”اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔“[2]

البتہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی شریعت کو قابل تنفیذ تو سمجھتا ہو لیکن نفسانی خواہشات یا کسی مجبوری کے پیش نظر وہ شریعت کا فیصلہ نافذ نہیں کرتا تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ ظالم یا فاسق ہوگا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرے، وہ کافر ہے اور جو تسلیم تو کرے لیکن اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ ظالم و فاسق ہوگا۔“

امام ابن جریر نے اسے اختیار کیا ہے اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا چھوٹا کفر ہے۔ لیکن جو شخص اللہ کی شریعت ختم کر کے وضعی قوانین نافذ کرے اور سمجھے کہ یہی قوانین قابلِ عمل ہیں تو یہ کفر ہے اور اس کا یہ عمل اس کو بالاتفاق اسلام سے خارج کر دے گا۔

4 یہ بات بھی ایمان کو ضائع کر دیتی ہے کہ کوئی شخص اللہ کے احکام پر رضامند نہ ہو یا انھیں قبول کرنے میں تنگی اور گھٹن محسوس کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾﴾

”تمھارے رب کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان

[1] یوسف 40:12 [2] المائدة 44:5

لیں، تب تک یہ مومن نہیں ہوں گے۔"[1]

5 یہ چیز بھی ایمان و اسلام کو ختم کر دینے والی ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کرنے میں کراہت یا ناپسندیدگی کا اظہار کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝٨ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝٩﴾

"اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے اور وہ ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے نازل کردہ احکام کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔"[2]

6 اللہ کے اسماء و صفات میں شرک بھی ایمان کو ضائع کرنے والا ہے۔ ایمان کے منافی امور میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ان اسماء یا صفات کا انکار کر دے جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں، جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علم کامل، اس کی قدرت، زندگی، قوت سماعت، قوت بصارت، اس کے کلام، رحمت یا اس کا عرش پر بلند اور مستوی ہونا، آسمان دنیا پر نزول فرمانا یا اس کے ہاتھ، آنکھ، پنڈلی اور اس جیسی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق اور مخلوقات سے غیر مشابہ صفات کا انکار کرے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝١١﴾

"اس (اللہ) جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"[3]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مخلوق سے غیر مشابہ ہونے اور اپنے لیے قوتِ سماعت و بصارت اور اس جیسی دیگر صفات کو ثابت کیا ہے۔

اسی طرح بعض ثابت شدہ صفات کی تاویل یا انھیں ان کے ظاہری معنی سے تبدیل کرنا

[1] النساء 65:4 [2] محمد 47:9-8 [3] الشوریٰ 11:42

بھی بہت بڑی غلطی اور گمراہی ہے جیسا کہ عرش پر مستوی ہونے کی استیلاء (قادر ہونا) سے تاویل کرنا، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں امام مجاہد اور ابو العالیہ سے استواء کی تفسیر، ارتفاع اور بلندی نقل کی ہے۔[1]

ان دونوں اماموں کا شمار سلف میں ہوتا ہے کیونکہ دونوں تابعی ہیں۔ صفات کی تاویل کرنا ان کی نفی کے مترادف ہے، چنانچہ استواء کی تاویل استیلاء سے کرنے سے قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ثابت شدہ صفت ''استوی علی العرش'' کی نفی ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ۝٥ ﴾

''رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔''[2] یعنی بلند ہوا۔

مزید فرمان الٰہی ہے:

﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِى ٱلسَّمَآءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ ٱلْأَرْضَ ﴾

''کیا تم اس ذات سے جو آسمان میں ہے بے خوف و خطر ہو گئے کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے۔''[3]

فِي السَّمَاءِ ''آسمان میں'' سے مراد عَلَى السَّمَاءِ ''آسمان پر'' ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ الْخَلْقَ: إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي، فَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ»

---

[1] صحیح البخاری: 175/8

[2] طٰہٰ 5:20 [3] الملك 16:67

''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب لکھی، جس میں یہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عرش پر لکھی ہوئی ہے۔''[1]

شیخ محمد امین شنقیطی (صاحب أضواء البیان) فرماتے ہیں ''صفات کی تاویل کرنا حقیقت میں ان کی تحریف کرنا ہے''، چنانچہ وہ اپنی کتاب ''منہج و دراسات فی الاسماء والصفات'' صفحہ:26 پر لکھتے ہیں: ہم اپنے اس مقالے کو دو باتوں پر ختم کرتے ہیں:

① اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تاویل کرنے والوں کے مدنظر ہونا چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہود کو ''حِطَّةٌ'' کہنے کا حکم دیا، تو انھوں نے اس میں نون کا اضافہ کر کے اسے ''حِنْطَةٌ'' کہنا شروع کر دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس زیادتی کو تبدیلی (تحریف) قرار دیا اور سورۂ بقرۃ میں فرمایا:

﴿فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾﴾

''تو جو ظالم تھے انھوں نے اس لفظ کو جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا، بدل کر اس کی جگہ اور لفظ کہنا شروع کر دیا تو ہم نے (ان) ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانیاں کیے جاتے تھے۔''[2]

اسی طرح جب تاویل کرنے والوں سے ''اِسْتَوٰی'' کہا گیا تو انھوں نے اس میں لام کا اضافہ کر کے اسے ''اِسْتَوْلٰی'' بنا دیا۔ چنانچہ ان کا اس لام کا اضافہ بالکل یہودیوں کے نون کے اضافے کے مترادف ہے۔ (ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الصواعق المرسلہ علی

---

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللّٰہ تعالیٰ : بل ھو قرآن مجید ......، حدیث:7554

② البقرۃ 59:2

الجهمية والمعطلة" میں اس کا تذکرہ کیا ہے)

② اللہ تعالیٰ کی کئی ایسی صفات ہیں جو اس کے لیے خاص ہیں اور کوئی دوسری ذات ان صفات میں اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں ہو سکتی، جیسے علم غیب ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ إِلَّا هُوَ﴾

"اور اسی (اللہ) کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"①

بعض اوقات جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اپنے رسولوں کو وحی کے ذریعے سے بعض غیبی چیزیں بتا دیتا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلَىٰ غَيۡبِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ٱرۡتَضَىٰ مِن رَّسُولٖ﴾

"(اللہ ہی) غیب کا (علم) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، سوائے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔"②

اس سے معلوم ہوا کہ البوصیری نے قصیدہ بردہ میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں جو یہ اشعار لکھے ہیں، کفر و گمراہی کی ترجمانی کرتے ہیں:

فَــإِنَّ مِنْ جُودِكَ الــدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا

وَمِــنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

"تیرے ہی فضل سے دنیا اور اس کی نعمتیں ہیں اور تیرے علوم میں لوح و قلم کا علم بھی ہے۔"

① الأنعام 59:6 ② الجن 72:26-27

کیونکہ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اسی کے فضل وکرم کا نتیجہ ہیں نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے فضل اور ان کی تخلیق کا نتیجہ، جیسا کہ شاعر نے اوپر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾﴾

"اور بے شک آخرت اور دنیا ہماری ہی چیزیں ہیں۔"[1]

رسول اللہ ﷺ قلم سے لکھی جانے والی لوح محفوظ میں درج ہر بات کو نہیں جانتے تھے، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔ اس لیے کہ یہ ایسا مطلق علم غیب ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾

"(اے نبی)! کہہ دیجیے کہ جو لوگ آسمان اور زمین میں ہیں ان میں سے اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔"[2]

جب انبیاء کو بھی غیب کا علم نہیں تو پھر اولیاء کو کیسے غیب کا علم ہو سکتا ہے بلکہ انھیں تو ان غیبی چیزوں کا بھی علم نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے اپنے رسولوں کو بتاتا ہے۔ اس لیے کہ اولیاء پر وحی نازل نہیں ہوتی، وحی کا نازل ہونا صرف انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ جو شخص بھی علم غیب کا دعویٰ کرے یا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق کرے تو اس نے اپنا ایمان ضائع کر دیا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ»

"جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس (خفیہ باتیں دریافت کرنے کے لیے) جائے اور پھر اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت

[1] اللیل 13:92 [2] النمل 65:27

کا انکار کر دیا۔''[1]

کاہن وہ شخص ہوتا ہے جو علم غیب جاننے کا دعویٰ کرے۔ اس قسم کے دجالوں، کاہنوں اور نجومیوں وغیرہ کی بتائی جانے والی خبریں حقیقت میں ان کے اندازوں، اتفاقات اور شیطانی وساوس کا نتیجہ ہوتی ہیں اور اگر وہ سچے ہوتے تو وہ ہمیں یہودیوں کے راز بتاتے اور زمین کے خزانے نکال لیتے، جبکہ وہ خود لوگوں کے دست نگر ہیں اور باطل طریقے سے لوگوں کا مال حاصل کرتے ہیں۔

7. رسولوں پر طعن و تشنیع سے بھی ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

- حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کرنا کیونکہ حضرت محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دینا ارکان ایمان میں سے ہے۔
- رسول اللہ ﷺ کے صدق، امانت وعفت میں طعن کرنا، یا انھیں برا بھلا کہنا، ان کا مذاق اڑانا، انھیں حقیر خیال کرنا، یا ان کے افعال مبارکہ میں طعن و تشنیع کرنا۔
- رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث میں طعن کرنا، انھیں جھٹلانا یا پھر آپ ﷺ کی ان احادیث کا انکار کرنا جن میں رسول اللہ ﷺ نے دجال کے آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے شریعت نافذ کرنے کے لیے نزول کی پیشین گوئیاں کی تھیں۔ یا ان کے علاوہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ حقائق کا انھیں صحیح تسلیم کرنے کے بعد انکار کر دینا۔
- نبی اکرم ﷺ سے قبل آنے والے کسی رسول کا انکار کرنا یا قرآن وحدیث میں مذکور ان رسولوں اور ان کی قوموں کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا انکار کرنا۔
- محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا، جیسا کہ غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے دجالوں کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] مسند أحمد: 408,476/2

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَـٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ﴾

''محمد (ﷺ) مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''[1]

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں عاقب (آخر میں آنے والا) ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''[2]

جو شخص بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ محمد ﷺ کے بعد نبی ہو سکتا ہے، وہ قادیانی ہو یا کوئی اور تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور اس کا ایمان ضائع ہو گیا۔

❁ رسول اللہ ﷺ کو کسی ایسی صفت سے متصف کرنا جو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو جیسا کہ بعض گمراہ کن صوفیوں نے آپ ﷺ کو عالم الغیب ٹھہرایا ہے یہاں تک کہ ان کے کسی شاعر کا کہنا ہے:

یَا عَلَّامَ الْغُیُوبِ
قَدْ لَجَأْنَا إِلَیْكَ
یَا شَفَّاءَ الْقُلُوبِ
اَلصَّلَاةُ عَلَیْكَ

''اے غیب جاننے والے ہم نے آپ ہی کو ذریعۂ حفاظت بنایا ہے۔ اے دلوں کو شفا دینے والے تم پر درود ہو۔''

❁ اسی طرح وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مدد اور شفا جیسی وہ چیزیں طلب کرتے ہیں جو صرف اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں، جیسا کہ آج کل بہت سے مسلمانوں کی یہی

---

① الأحزاب 40:33

② صحیح مسلم، الفضائل، باب فی اسمائه صلی اللّٰه علیه وسلم، حدیث:2354

حالت ہے۔شاعر بوصیری نے کہا ہے:

وَمَنْ تَكُونُ بِرَسُولِ اللّٰهِ نُصْرَتُهُ
إِنْ تَلْقَهُ الأُسْدُ فِي آجَامِهَا تَهِمْ

مَا سَامَنِي الدَّهْرُ ضَيْمًا وَّاسْتَجَرْتُ
إِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ يُضَمْ

”جسے رسول اللہ ﷺ کی مدد حاصل ہو، تو شیر بھی اس پر حملہ آور نہیں ہوتا اگرچہ وہ اسے اپنے کچھار ہی میں ملے۔نہیں کوئی ظلم ڈھایا مجھ پر زمانے نے اور میں نے (آپ سے) پناہ طلب کی، مگر مجھے آپ کی پناہ ملی (اور مجھ پر) کوئی ظلم بھی نہیں ہوا۔“

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں کرنا شرک اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہے:

﴿وَمَا ٱلنَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ﴾

”اور نصرت تو صرف اللہ کی طرف سے ہے۔“[1]

اور یہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول کے بھی منافی ہے:

«إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ»

”جب مانگو تو صرف اللہ سے مانگو اور جب مدد لو تو صرف اللہ سے لو۔“[2]

جو لوگ اولیائے کرام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ غیب جانتے ہیں، یا ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں یا ان کے لیے ذبح کرتے ہیں یا ان سے ایسی چیزیں مانگتے ہیں جو

---

① الأنفال 8:10

② جامع الترمذی، صفة القيامة، باب [حديث حنظلة ......]، حديث: 2516

صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہییں، جیسا کہ رزق، شفا یا مدد وغیرہ، تو یہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔!! یقینی بات ہے کہ یہ شرک اکبر ہے۔

* ہم رسولوں کے معجزات اور اولیاء کی کرامتوں کے منکر نہیں، لیکن ان انبیاء اور اولیاء کو اللہ کا شریک بنا لینے کو جائز نہیں سمجھتے اور جس طرح اللہ کو پکارا جاتا ہے اس طرح انبیاء و اولیاء کو پکارنے اور جیسے اللہ کے لیے نذر و نیاز دی جاتی ہے ایسے ہی ان کے لیے نذر اور قربانی دینے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

حتی کہ اس قسم کے نام نہاد ولیوں کی قبروں پر دولت کے انبار لگ جاتے ہیں اور قبروں پر بیٹھنے والے مجاور اور گدی نشین اس دولت کو آپس میں تقسیم کر کے اڑا جاتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں کتنے ہی غریب لوگ بھوکوں مر جاتے ہیں جنھیں روٹی کا ایک لقمہ بھی نصیب نہیں ہوتا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أَحْيَاؤُنَا لَا يُرْزَقُونَ بِدِرْهَمٍ
وَبِأَلْفِ أَلْفٍ تُرْزَقُ الْأَمْوَاتُ

”بیچارے زندہ لوگوں کو تو ایک درہم بھی نصیب نہیں ہوتا۔ جبکہ مُردوں پر لاکھوں روپے نچھاور کر دیے جاتے ہیں۔“

گمراہی اور حماقت کی انتہا صرف یہی نہیں ہے بلکہ آپ کو بہت سے مزار اور درگاہیں ایسی بھی ملیں گی جن کی کوئی حقیقت نہیں، جو صرف اور صرف گمراہ کن پیروں اور مجاوروں کی پیداوار ہیں تاکہ وہ مزاروں کا جھانسہ دے کر لوگوں سے نذر و نیاز اور مال بٹور سکیں، اگرچہ اس بات کی صداقت کے لیے ہزاروں واقعات موجود ہیں تاہم ذیل میں صرف دو واقعات بیان کیے جاتے ہیں، جن سے آپ ان خودساختہ ولیوں اور ان کے مزاروں کی حقیقت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

میرے ایک ساتھی استاد کا کہنا ہے کہ صوفیوں کا ایک پیر میری والدہ کے گھر آیا اور ان سے

ایک خاص سڑک پر سبز جھنڈا لگانے کے لیے چندہ مانگا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہاں کوئی ولی اللہ مدفون ہے۔ میری ماں نے اسے کچھ پیسے دے دیے۔ جن سے اس نے سبز کپڑا خریدا اور جھنڈا بنا کر ایک دیوار پر لگا دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ یہاں اللہ کا ولی دفن ہے جس کی زیارت کا شرف مجھے خواب میں حاصل ہوا ہے۔ اس طرح اس نے لوگوں کو چکر دے کر مال اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد حکومت نے سڑک کشادہ کرنے کے لیے قبر وہاں سے ہٹانا چاہی تو اس پیر نے یہ افواہ پھیلائی کہ جس مشین سے قبر گرانے کا ارادہ کیا گیا تھا وہ مشین ٹوٹ گئی ہے۔ بعض لوگوں نے اس افواہ کو سچ جانا اور یہ افواہ اتنی عام ہوئی کہ اس نے حکومت کو بھی احتیاط برتنے پر مجبور کر دیا۔ پھر اس ملک کے مفتی صاحب نے بتایا کہ حکومت نے مجھے آدھی رات کے وقت قبر کے پاس بلایا تاکہ اس قبر کی حقیقت معلوم کی جائے، فرماتے ہیں کہ اس جگہ کو فوج نے گھیر رکھا تھا جب مشین اور کرین سے اس کی کھدائی کی گئی تو مفتی صاحب نے قبر میں دیکھا، وہ بالکل خالی تھی، اس طرح پتہ چلا کہ یہ سب جھوٹ اور فراڈ تھا۔

دوسرا قصہ حرم (بیت اللہ) کے ایک مدرس نے سنایا کہ دو فقیر آپس میں ملے اور ایک دوسرے سے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی، اسی اثنا میں ان کی نظر ایک خودساختہ ولی کی قبر پر پڑی جو مال و دولت سے بھری ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر ایک فقیر نے کہا: کیوں نہ ہم بھی کوئی قبر کھود کر کسی ولی کو دفن کر دیں تاکہ ہمیں بھی مال و دولت ملنے لگے، دوسرے فقیر نے اس رائے پر رضامندی کا اظہار کیا اور دونوں چل پڑے۔ راستے میں انھیں ایک چیختا ہوا گدھا دکھائی دیا، انھوں نے اسے ذبح کر کے ایک گڑھے میں دبا دیا، اس پر مزار بنا دیا، اور تبرک حاصل کرنے کے لیے اس پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ کچھ گزرنے والوں نے پوچھا، کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہاں جحیش بن طبیش نامی ولی دفن ہیں، جن کی کرامتیں بیان سے باہر ہیں۔ لوگ ان کی باتوں سے دھوکہ کھا گئے۔ نذر، نیاز اور چڑھاوے چڑھانا شروع کر دیے، جب خاصا

مال اکٹھا ہو گیا تو دونوں اسے تقسیم کرنے کے لیے بیٹھے۔ مال کی تقسیم میں اختلاف ہو گیا، وہ آپس میں جھگڑ پڑے۔ ان کی چیخ پکار سن کر لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ایک نے کہا: میں اس قبر والے ولی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے تم سے کچھ نہیں لیا۔ دوسرے نے کہا: تم اس ولی کی قسم کھاتے ہو حالانکہ ہم کو معلوم ہے کہ اس قبر میں گدھا ہے اور ہم نے مل کر اسے یہاں دفن کیا ہے۔ لوگ ان کی باتیں سن کر حیران ہو گئے اور جو نذرانے پیش کیے تھے ان پر نادم ہوئے، پھر انھیں گالیاں دیتے ہوئے نذر و نیاز کا مال ان سے واپس لے لیا۔

باب:2

اخلاق و عادات کا بیان

رسولِ اللہ ﷺ کا شرعی مقام ومرتبہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَّا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا: كِتَابُ اللهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ»

''بے شک میں تم میں (دو) چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے نبی کا طریقہ ہے۔''[1]

«عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا»

''میرے اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو، اسے مضبوطی سے تھامے رکھو۔''[2]

«يَافَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِي، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا»

---

① السنن الكبرى للبيهقي : 114/10

② سنن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة ، حديث: 4607

''اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو لیکن میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔''①

«مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ»

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''②

«لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُاللهِ وَرَسُولُهُ»

''میری تعریف وتوصیف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو، جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کی تعریف میں مبالغے سے کام لیا، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہوں، پس مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''③

«قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ»

''اللہ تعالیٰ یہودیوں کو تباہ کرے، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''④

«مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

''جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔''⑤

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب ﴿وأنذر عشيرتك الأقربين ......﴾ حديث :4771

② صحيح البخاري، الأحكام، باب قوله تعالى : ﴿أطيعوا الله ......﴾ حديث : 7137

③ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء ، باب قول الله تعالى: ﴿واذكر في الكتاب ......﴾ حديث :3445

④ صحيح البخاري، الصلاة، الباب : 55، حديث : 437

⑤ مسند أحمد : 321/2

«إِنِّی لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ»

''میں (غیر محرم) عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔''[1]

«مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی»

''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔''[2]

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّی أَعُوذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ»

''اے اللہ! میں بے فائدہ علم سے پناہ مانگتا ہوں۔''[3]

یعنی میں ایسے علم سے تیری پناہ پکڑتا ہوں جس پر میں عمل نہ کرسکوں، جو کسی کو سکھا نہ سکوں اور جو میرے برے اخلاق کو تبدیل نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت اور آپ کی پیروی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾﴾

''(اے نبی!) کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔''[4]

---

[1] مسند أحمد: 357/6

[2] صحیح البخاری، النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث: 5063

[3] صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب فی الأدعیة، حدیث: 2722

[4] آل عمران 3:31

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''[1]

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ میں شجاعت و بہادری، جود وسخا اور دیگر اعلیٰ قسم کے اخلاق بدرجہ اتم موجود تھے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا، میل جول رکھتا تو محبت کرنے لگ جاتا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات لوگوں تک پہنچا دیے، امت کی خیر خواہی کی، ان کے درمیان اتفاق پیدا کیا اور اپنے صحابہ کو ساتھ لے کر ان کے ٹھوس عقیدہ توحید کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں کو اس طرح فتح کیا، جیسے انھوں نے جہاد کے ذریعے سے بہت سے علاقوں کو فتح کیا تھا تاکہ لوگ بندوں کی بندگی سے نکل کر جہانوں کے رب کی بندگی کی طرف آ جائیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کامل دین ہم تک پہنچایا جو بدعات وخرافات سے پاک ہے، اس میں کمی یا زیادتی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ۚ﴾

''آج میں نے تمھارا دین تمھارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔''[2]

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب حب الرسول من الإيمان، حديث: 15

[2] المائدة 5:3

نبیٔ مکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ»

''مجھے تو صرف اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔''[1]

یہ تمھارے رسولِ اکرم ﷺ کے اخلاق ہیں، انھیں اپنانا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت کرنے والا بن سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

''یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ موجود ہے۔''[2]

یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے سچی محبت کا تقاضا ہے کہ قرآن مجید اور صحیح احادیث رسول پر عمل کیا جائے، ان کو اپنا حاکم تسلیم کیا جائے۔ جس توحید کی طرف آپ ﷺ نے دعوت دی اس سے پیار کیا جائے، عملی زندگی میں اس کو اپنایا جائے اور کسی کے فیصلے یا بات کو اللہ اور اس کے رسول پر مقدم نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُقَدِّمُوا۟ بَيْنَ يَدَىِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ①﴾

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔''[3]

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت و پیار کی علامات میں سے ہے کہ اس توحید سے محبت ہو جس کی طرف آپ ﷺ لوگوں کو بلاتے رہے، عملی زندگی میں اس کے تقاضے پورے کیے جائیں، توحید کی دعوت دینے والوں سے محبت کی جائے اور برے القاب کے ساتھ ان کا

---

① السنن الكبرىٰ للبيهقي : 192/10

② الأحزاب 21:33 ③ الحجرات 1:49

تذکرہ نہ کیا جائے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے نبی ﷺ کی محبت واتباع اور شفاعت نصیب فرما اور آپ ﷺ کے اخلاق اپنانے کی توفیق عطا فرما۔

رسولِ کریم ﷺ کے اخلاق کا نمونہ

آپ کا اخلاق قرآن کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ آپ کی ناراضی اور خوشی قرآن کے تابع تھی، اپنی ذات کے لیے انتقام لیتے نہ کسی سے ناراض ہوتے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ناراض ہوتے اور غصہ میں آجاتے تھے۔

آپ ﷺ بات کے سب سے زیادہ سچے، بہت زیادہ وفادار، طبیعت کے نرم، رہن سہن میں باوقار، کنواری لڑکی سے زیادہ باحیا، آنکھوں کو جھکائے رکھنے والے اور غور وفکر سے دیکھنے والے تھے۔ فحش گوئی اور لعن طعن سے ناآشنا تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے بلکہ معاف کردیتے اور درگزر فرماتے، سائل کو خالی واپس نہ کرتے، ضرورت پوری کردیتے یا اچھی اور نرم بات کردیتے، دل اور طبیعت کے سخت نہ تھے، قطع کلامی سے پرہیز کرتے، غلط بات کرنے پر روک دیتے یا اٹھ کر چلے جاتے۔

رسول اللہ ﷺ پڑوسی کی حفاظت اور مہمان کی مہمان نوازی کرتے۔ آپ کا تمام وقت اللہ کی رضا کے لیے کام کرتے گزرتا یا ایسی مصروفیت میں جس کے بغیر گزارہ نہ ہوتا۔ نیک شگون پسند کرتے اور بدفالی سے نفرت کرتے۔ دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان معاملہ پسند فرماتے، گناہ کی بات سے دور رہتے، مظلوم اور تنگ دست کی مدد کر کے خوشی محسوس کرتے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں سے محبت کرتے اور مشورہ لیتے، ان کے حالات معلوم کرتے رہتے، کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کرتے، غیر حاضر ہوتا تو بلا لیتے، فوت ہوجاتا تو دعائے مغفرت کرتے، معذرت قبول فرماتے، طاقتور اور کمزور کو آپ کے ہاں برابر حق ملتا، بات

صاف اور ٹھہر ٹھہر کر کرتے، اگر کوئی الفاظ کو شمار کرنا چاہتا تو کر لیتا۔ رسول اللہ ﷺ حق وصدق پر مبنی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی عاجزی اور دیگر صفات

آپ بہت مہربان اور اپنے ساتھیوں کی بہت زیادہ عزت کرنے والے تھے، جگہ تنگ ہوتی تو دائرہ کشادہ کرنے کا حکم دیتے۔ ملاقات کرنے والے کو سلام کرنے میں پہل فرماتے، کسی سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ اس سے نہ چھڑاتے حتی کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ الگ کر لیتا۔

آپ بہت زیادہ منکسر المزاج تھے، کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے اور اسی چیز کا حکم لوگوں کو بھی دیتے، حاضرین میں سے ہر ایک کی طرف توجہ فرماتے، مجلس کا ہر شخص یہ سمجھتا کہ میں ہی آپ ﷺ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں، جب کوئی آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا تو آپ ﷺ وہاں سے نہ اٹھتے حتی کہ وہ خود ہی کھڑا ہو جاتا، البتہ آپ کو جلدی ہوتی تو اس سے اجازت لے کر مجلس سے الگ ہوتے۔ آپ اپنے لیے لوگوں کے کھڑا ہونے کو ناپسند فرماتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِّنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ»

''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، اس کے باوجود وہ آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔''[1]

---

[1] جامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء في كراهية قيام الرجل للرجل، حديث: 2754 میزبان کے لیے اجازت ہے کہ آگے بڑھ کر مہمان کا استقبال کرے، اس لیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ نیز سفر سے واپس آنے والے سے معانقہ کرنے کے لیے اس کے استقبال میں کھڑا ہونا بھی جائز ہے۔

نبی کریم ﷺ کسی کو تکلیف نہ پہنچاتے، بیمار پرسی کرتے، مساکین سے پیار کرتے، ان کے پاس بیٹھ جاتے، ان کے جنازے میں شرکت کرتے، فقیر کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے، کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہت کی وجہ سے مرعوب نہ ہوتے، نعمت کی قدر کرتے، خواہ چھوٹی ہی ہوتی، آپ ﷺ نے کھانے میں کبھی بھی نقص نہیں نکالا، پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے، اللہ کا نام لے کر دائیں ہاتھ کے ساتھ کھاتے اور پیتے، آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے، خوشبو پسند کرتے، لہسن اور پیاز جیسی بدبودار چیزوں کو ناپسند کرتے۔ لباس اور مجلس میں آپ کا ساتھیوں سے کوئی امتیازی انداز نہ تھا۔ کوئی اجنبی آتا تو اسے آپ کو پہچاننے کے لیے پوچھنا پڑتا کہ تم میں محمد ﷺ کون ہیں۔ آپ کو لباس میں سے قمیص زیادہ پسند تھی (جو کہ نصف پنڈلی تک ہوتی تھی) لباس اور کھانے میں فضول خرچی نہ کرتے، سر پر ٹوپی اور پگڑی رکھتے، چاندی کی انگوٹھی دائیں چھنگلی میں پہنتے۔ آپ کی ڈاڑھی بڑی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت وتبلیغ اور جہاد

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو جہانوں کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ پس آپ ﷺ نے عرب اور دیگر تمام لوگوں کو ایسے منہج کی طرف بلایا جس سے ان کی دنیا اور آخرت میں سعادت مندی وابستہ تھی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے توحید الوہیت کی طرف بلایا۔ اور اسی توحید الوہیت کا ایک جز، صرف اُسی کو پکارنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلۡ إِنَّمَآ أَدۡعُواْ رَبِّي وَلَآ أُشۡرِكُ بِهِۦٓ أَحَدٗا ۝٢٠﴾

’’کہہ دیجیے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتا۔‘‘[1]

---

[1] الجن 20:72

مشرکین نے اس دعوت کی مخالفت کی، کیونکہ یہ دعوت ان کے بت پرستی والے عقیدے اور آباء واجداد کی اندھی تقلید کے خلاف تھی۔ انھوں نے رسول ﷺ پر (العیاذ باللہ) جادوگر اور دیوانہ ہونے کا الزام لگایا، حالانکہ اس سے پہلے وہ آپ کو صادق وامین کے نام سے پکارتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنی قوم کی اس تکلیف پر صبر کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ ءَاثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ ﴾

''آپ اپنے رب کے فیصلے کا انتظار کرتے ہوئے صبر کریں اور ان میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانیں۔''[1]

آپ ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے اور اپنے پیروکاروں کے ساتھ تکالیف برداشت کرتے رہے، آخرکار آپ ﷺ نے ساتھیوں سمیت مدینہ کی طرف ہجرت کی، تاکہ عدل وانصاف اور محبت ومساوات پر مبنی نیا اسلامی معاشرہ قائم کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے بہت سے معجزات کے ساتھ آپ ﷺ کی مدد فرمائی ان میں سب سے اہم معجزہ قرآن کریم ہے جو توحید، علم وحکمت، جہاد اور عمدہ اخلاق کا درس دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دینے کے لیے دنیا کے بادشاہوں کو خطوط لکھے۔ روم کے بادشاہ قیصر کو اس انداز سے مخاطب کیا:

«أَسْلِمْ تَسْلَمْ، يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ»

''مسلمان ہو جاؤ محفوظ رہو گے، اللہ تعالیٰ تمھیں دوہرا اجر دے گا۔''

﴿ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ ﴾

[1] الدھر 24:76

”اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے اس کی طرف آؤ۔ وہ یہ کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے (تحریم و تحلیل کے بارے میں علماء و مشائخ کے خودساختہ معیار کو تسلیم نہ کریں)۔“[1]

رسول اللہ ﷺ نے مشرکین اور یہود سے جہاد کیا اور ان پر غالب آئے۔ آپ ﷺ نے تقریباً بیس غزوات میں بنفس نفیس شرکت کی، دعوت و جہاد اور لوگوں کو ظلم و ستم سے نجات دینے کے لیے، اپنے ساتھیوں کے بہت سے لشکر روانہ کیے اور آپ ﷺ ان کو تعلیم دیتے تھے کہ سب سے پہلے لوگوں کو ایک اللہ رب العالمین کی طرف بلائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ، فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ»

”قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ مسلمان یہودیوں سے لڑائی کریں گے اور مسلمان ان کو قتل کر دیں گے۔“[2]

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ»

”جس نے اس لیے لڑائی کی کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو، اس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑائی کی۔“[3]

یعنی اس کا یہ جہاد و قتال اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہوگا۔

---

[1] آل عمران 64:3

[2] صحيح مسلم، الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل ......، حديث:2922

[3] صحيح البخاری، الجهاد والسير، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، حديث: 2810

مزید فرمایا:

«مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ»

''جو ایسی حالت میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پکارتا (اور غیر اللہ کی عبادت کرتا) تھا تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔''[1]

«مَنْ كَتَمَ عِلْمًا أَلْجَمَهُ اللهُ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ»

''جس نے علم کی کوئی بات چھپائی اللہ تعالیٰ اس کو آگ کی لگام ڈالے گا۔''[2]

«مَنْ لَّعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ»

''جس شخص نے شطرنج کھیلا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔''[3]

«بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَّسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا ، فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ»

''اسلام کا آغاز اجنبیت کی حالت میں ہوا اور وہ یقیناً (آخر میں) اجنبی بن کر رہ جائے گا، تو اجنبی بن کر رہ جانے والوں کے لیے مسرت وشادمانی ہے۔''[4]

ایک حدیث میں ہے:

«فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ : الَّذِينَ يُصْلِحُونَ إِذَا فَسَدَ النَّاسُ»

''ان اجنبی (دین پر چلنے والے) افراد کے لیے خوشخبری ہے جو لوگوں کے اندر پیدا ہونے والے فساد کی اصلاح کریں گے۔''[5]

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالیٰ ﴿ومن الناس من یتخذ......﴾ حدیث:4497

② المستدرك للحاكم :102/1

③ مسند أحمد : 394/4

④ صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان أن الإسلام بدأ غریبا و سیعود غریبا......،حدیث: 145

⑤ المعجم الکبیر للطبرانی : 16/17

«طُوبٰی لِلْغُرَبَاءِ: أُنَاسٌ صَالِحُونَ، فِی أُنَاسِ سُوءٍ كَثِيرٍ مَنْ يَّعْصِيهِمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يُّطِيعُهُمْ»

''اجنبی (دین پر چلنے والے) افراد کے لیے خوش خبری ہے، جو بہت سے برے لوگوں میں، چند صالح لوگ ہوں گے۔ ان کی فرمانبرداری کرنے والے کم اور نافرمانی کرنے والے زیادہ ہوں گے۔''[1]

«لَا طَاعَةَ فِی الْمَعْصِيَةِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوفِ»

''(اللہ تعالیٰ کی) نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں، (مخلوق کی) اطاعت صرف اچھے کام میں ہے۔''[2]

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے چند نمونے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ ... النَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ ... اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ»

''اللہ تعالیٰ..... ان عورتوں پر لعنت فرمائے جو اپنے چہرے سے بال اکھیڑتی ہیں یا اپنے چہرے سے بال اکھیڑنے کا کسی کو حکم دیتی ہیں اور..... اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرتی ہیں۔''[3]

«وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُّمِيلَاتٌ مَّائِلَاتٌ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ

---

[1] مسند أحمد: 177/2

[2] صحيح البخاری، أخبار الآحاد، باب ماجاء فی إجازة خبر الواحد، حديث: 7257

[3] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة ......، حديث: 2125

الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا »

''باریک لباس پہننے والی، ننگی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور مٹک مٹک کر چلنے والی عورتیں جن کے سر بختی اونٹوں کی کوہان کی طرح ہیں، وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔''[1]

«اِتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ»

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مال اچھے طریقے سے حاصل کرو۔ (حرام سے اجتناب کرو۔)''[2]

«اِرْبَعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا »

''اپنے اوپر نرمی کرو، تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے۔''[3]

یعنی ذکر و دعا میں آواز پست رکھو۔

«أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ»

''سب سے سخت آزمائش انبیاء علیہم السلام کی، اس کے بعد نیک لوگوں کی ہوتی ہے۔''[4]

«صِلْ مَنْ قَطَعَكَ ، وَأَحْسِنْ إِلٰى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكَ ، وَقُلِ الْحَقَّ وَلَوْ عَلٰى نَفْسِكَ»

''تعلق توڑنے والے سے صلہ رحمی کر، برائی کے بدلے میں نیکی کر اور حق بات کہہ دے، خواہ وہ تیرے اپنے خلاف ہی ہو۔''[5]

---

[1] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات العاريات ...... ، حديث: 2128
[2] سنن ابن ماجه، التجارات، باب الاقتصاد في طلب المعيشة ، حديث : 2144
[3] صحيح البخاري، القدر، باب لا حول ولا قوة إلا بالله، حديث : 6610
[4] المستدرك للحاكم : 343/3
[5] سلسلة الأحاديث الصحيحة ، حديث : 1911

«تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيفَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ»

’’درہم و دینار (مال و دولت) اور لباس کا پجاری تباہ ہو گیا، اگر اسے کچھ (مال و دولت) مل جائے تو راضی، نہ ملے تو ناراض ہو جاتا ہے۔‘‘[1]

«أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُم؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ»

’’کیا میں تمھیں وہ بات نہ بتلاؤں جسے انجام دینے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤ۔ (وہ یہ ہے کہ) آپس میں سلام کو عام کرو۔‘‘[2]

«كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ»

’’دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح زندگی گزارو۔‘‘[3]

«لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّقْعَدِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ، وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوا وَتَوَسَّعُوا»

’’کوئی آدمی کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے، بلکہ مجلس کی جگہ یا دائرہ کھلا کر لیا کرو۔‘‘[4]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال ، حديث :6435

[2] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون ......، حديث : 54

[3] صحيح البخاري، الرقاق، باب قول النبي ﷺ: كن في الدنيا كأنك غريب......، حديث : 6416

[4] صحيح مسلم، السلام، باب تحريم إقامة الإنسان من موضعه المباح ......، حديث: 2177

«لَا تَحَاسَدُوا ، وَلَا تَنَاجَشُوا ، وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُم عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا ، اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ ، وَلَا يَحْقِرُهُ ، اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا ، وَيُشِيرُ إِلٰى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ : بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ، دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ»

''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، محض دھوکا دینے کی خاطر بھاؤ نہ چڑھاؤ۔ کسی سے بغض و عداوت نہ رکھو، اور ایک دوسرے سے اعراض نہ کرو، کسی کے سودے پر سودا نہ کرو۔ اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑے، نہ اسے حقیر سمجھے۔ آپ ﷺ نے تین بار اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تقویٰ تو یہاں ہے۔ آدمی کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت حرام ہے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ»

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''[2]

«سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ»

''مسلمان کو گالی دینا گناہ اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔''[3]

---

① صحيح مسلم، البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه و عرضه وماله ، حديث : 2564

② صحيح البخاري، الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده ،حديث: 10

③ صحيح البخاري، الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر، حديث : 48

«غَطِّ فَخِذَكَ ، فَإِنَّ فَخِذَ الرَّجُلِ مِنْ عَوْرَتِهِ»

''اپنی ران کو چھپا کر رکھ کیونکہ آدمی کی ران، ان اعضا میں سے ہے جن کو چھپایا جاتا ہے۔''[1]

«لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ»

''مومن کسی پر عیب نہیں لگاتا، لعنت نہیں کرتا، فحش اور بے ہودہ باتیں نہیں کرتا۔''[2]

«مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا»

''جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔''[3]

«مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا»

''جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔''[4]

«مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ، يُحْرَمِ الْخَيْرَ»

''جس میں نرمی نہیں وہ بھلائی سے محروم رہا۔''[5]

«مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ، وَكَلَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ»

''جس نے لوگوں کو ناراض کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی تکلیف سے اسے کافی ہوجائے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے لوگوں کو خوش

---

[1] مسند أحمد: 275/1، 479/3

[2] جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی اللعنة، حدیث: 1977

[3] صحیح مسلم، الإیمان، باب قول النبی ﷺ: من حمل علینا ......، حدیث: 98

[4] جامع الترمذی، البیوع، باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیوع، حدیث: 1315

[5] صحیح مسلم، البر والصلة، باب فضل الرفق، حدیث: 2592

کیا، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا۔[1] (وہ جو چاہیں اس کے ساتھ سلوک کریں، اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہیں کرے گا۔)

«لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ»

''رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''[2]

«مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ»

''ٹخنوں سے نیچے تہہ بند کا حصہ آگ میں جائے گا۔''[3]

«إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا»

''جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک اس کا مستحق بن جاتا ہے۔''[4]

اگر دوسرا آدمی اس بات کا حق دار ہوا تو ٹھیک ورنہ یہ بات کہنے والے کی طرف آئے گی، لہٰذا اپنے بھائی کو کافر کہنے سے بہر صورت پرہیز کرنا چاہیے۔

«لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ: سَيِّدَنَا، فَإِنَّهُ إِنْ يَّكُ سَيِّدَكُمْ فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ»

''کسی منافق کو سیدنا (ہمارے آقا) نہ کہو۔ اگر وہ (منافق) تمھارا آقا ہوا تو تم اپنے رب عزوجل کو ناراض کر لو گے۔''[5]

---

[1] جامع الترمذی، الزھد، باب منه عاقبة من التمس ......، حدیث: 2414

[2] جامع الترمذی، الأحکام، باب ماجاء فی الراشی ......، حدیث: 1337,1336

[3] صحیح البخاری، اللباس، باب ما أسفل من الکعبین فھو فی النار، حدیث: 5787

[4] صحیح البخاری، الأدب، باب من أکفر أخاه بغیر تأویل ......، حدیث: 6103

[5] مسند أحمد: 347-346/5

«اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ، يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُسَمَّى، وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ»

''بچہ اپنے عقیقے کی وجہ سے گروی رہتا ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کو مونڈا جائے۔''[1]

---

[1] جامع الترمذی، الأضاحی، باب من العقیقۃ، حدیث: 1522

باب:3

طہارت کے احکام و مسائل

پانی اور اس کی اقسام

پانی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس سے ہر زندہ چیز کی تخلیق ہوئی یہ انسانی زندگی کی بقا کا لازمی جز ہے۔ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں:

❀ بارش، برف اور اولوں کا پانی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾﴾

''اور ہم آسمان سے پاکیزہ پانی برساتے ہیں۔''[1]

❀ چشموں اور نہروں کا پانی۔

❀ سمندر کا پانی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، الْحِلُّ مَيْتَتُهُ»

''اس (سمندر) کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''[2]

❀ زمزم کا پانی: رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے آب زمزم کا ڈول منگوایا، اس سے پیا اور وضو کیا۔[3]

❀ تبدیل شدہ پانی: یعنی وہ پانی جو ایک جگہ میں زیادہ دیر ٹھہرنے یا کسی ایسی چیز کی آمیزش

---

① الفرقان 48:25

② سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر: 83

③ زوائد مسند أحمد: 76/1

سے تبدیل ہو جائے جو عام طور پر اس کے ساتھ رہتی ہے، مثلاً کائی اور درخت کے پتے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس پر پانی ہی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں قاعدہ یہ ہے جس پانی پر بغیر کسی قید اور شرط کے لفظ ''ماء'' (پانی) بولا جائے، اس کے ساتھ طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا ﴾

''تم پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرلو۔''[1]

❀ استعمال شدہ پانی: اس سے مراد وہ پانی ہے جو وضو یا غسل کرنے والے کے اعضا سے گرتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ عام پانی کی طرح پاک ہے۔ کیونکہ اصل کے لحاظ سے یہ پاک ہے اور کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو اس کو اس کے اصل وصف (طہوریت) سے الگ کرے۔

❀ وہ پانی جس کے ساتھ پاکیزہ چیزیں مل جائیں اور اس سے الگ نہ ہوسکیں: مثلاً صابن، زعفران اور آٹا وغیرہ اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ مطلق پانی رہے اور اس کے نام میں تبدیلی نہ آئے تو وہ طاہر اور مطہر (پاک کرنے والا) ہے۔ جب وہ ماءِ مطلق (عام پانی) کے ضمن میں نہ آئے تو وہ خود تو پاک ہوگا لیکن کسی دوسری چیز کو پاک کرنے والا نہیں ہوگا۔

❀ وہ پانی جس کے ساتھ گندگی ملی ہوئی ہو: اس کی دو حالتیں ہیں: ① نجاست سے پانی کا ذائقہ، رنگ یا بو تبدیل ہو جائے تو ایسی صورت میں اس سے طہارت حاصل کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ ② اگر پانی کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے، اس سے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے، پانی کم ہو یا زیادہ، دونوں حالتوں میں برابر ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

---

[1] المائدة 6:5

«اَلْـمَاءُ طَهُورٌ لَّا يُـنَجِّسُهُ شَيْءٌ»

”پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔“[1]

نبیٔ مکرم ﷺ نے مزید فرمایا:

«إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ»

”جب پانی کی مقدار دو مٹکے ہو تو وہ نجاست کو قبول ہی نہیں کرتا۔“[2]

ایک روایت میں ہے:

«لَا يُنَجِّسهُ شَيْءٌ»

”اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔“[3]

بعض فقہاء نے اس حدیث کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ جب پانی دو مٹکوں سے کم ہو تو نجاست کے ملنے سے وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ (یہی بات صحیح ہے کیونکہ قلتین (دو مٹکوں) والی مذکورہ بالا حدیث کا بھی یہی مفہوم ہے۔)

قضائے حاجت کے آداب

- ایسی چیزوں کو قضائے حاجت کی جگہ سے دور رکھنا چاہیے جن میں اللہ تعالیٰ کا نام ہو، البتہ اگر ایسی چیز کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ساتھ رکھنے کا جواز ہے۔
- رفع حاجت کے وقت لوگوں سے دور رہنا اور ان سے چھپنا چاہیے۔
- بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے اور باہر میدان وغیرہ میں قضائے حاجت کے وقت

---

① مسند أحمد : 31/3

② سنن أبي داود، الطهارة، باب ما ينجس الماء، حديث : 63

③ سنن أبي داود، الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة، حديث : 67

کپڑے اٹھاتے ہوئے یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

«بِسْمِ اللهِ ، اَللّٰهُمَّ! إِنِّی أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ»

''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! میں نر اور مادہ جنوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''[1]

اور بیت الخلا سے فارغ ہونے پر یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

«غُفْرَانَكَ»

''(اے اللہ! میں) تیری بخشش (چاہتا ہوں۔)''[2]

- اس حالت میں کلام کرنا منع ہے، خواہ اللہ کا ذکر ہو یا کچھ اور، سلام کا جواب دیا جائے نہ مؤذن کی اذان کا جواب۔ اگر کلام کے بغیر چارہ نہ ہو تو کلام کی جا سکتی ہے۔ مثلاً کسی نابینا شخص کے گرنے کا خطرہ ہو تو اس کی رہنمائی کی جا سکتی ہے۔ اگر چھینک آئے تو دل میں اللہ کی حمد بیان کی جائے اور اپنی زبان کو حرکت نہ دی جائے۔
- قبلہ کی تعظیم کے پیش نظر اس کی طرف منہ کیا جائے نہ پیٹھ۔
- اگر کھلی جگہ میں قضائے حاجت ہو تو نرم اور نیچی جگہ تلاش کی جائے تاکہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچا جا سکے۔
- کسی سوراخ میں پیشاب نہ کیا جائے تاکہ موذی کیڑوں سے محفوظ رہے۔
- لوگوں کے سائے، راستے اور باتیں کرنے کی جگہ سے دور رہنا چاہیے۔
- غسل خانے اور ٹھہرے ہوئے یا بہتے پانی میں پیشاب نہ کیا جائے۔
- کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا جائے، کیونکہ یہ وقار اور اچھی عادات کے خلاف ہے اور اس

---

[1] صحيح البخاري، الوضوء ، باب ما يقول عند الخلاء ، حديث : 142

[2] سنن أبي داود، الطهارة، با ما يقول الرجل إذا خرج من الخلاء ، حديث : 30

طرح پیشاب کے چھینٹے پڑنے کا بھی امکان ہے۔ اگر انسان چھینٹوں سے بچ سکتا ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا جواز ہے۔

- پیشاب اور پاخانہ کی جگہوں سے نجاست کو پتھر یا کسی دوسری ایسی پاک چیز سے صاف کرنا ضروری ہے جو نجاست کو دور کر سکے (جیسے ٹشو پیپر یا رومال وغیرہ) یا پانی کے ساتھ صفائی کی جائے یا پھر دونوں کے ساتھ۔
- دائیں ہاتھ کو گندگی سے بچانے کے لیے اس سے استنجا نہ کیا جائے۔
- استنجا کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین پر مل کر یا صابن سے دھو لیا جائے۔
- پیشاب کے بعد وسوسے سے بچنے کے لیے اپنی شرمگاہ اور شلوار وغیرہ پر پانی کے چھینٹے مار لیے جائیں۔
- بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت بائیں پاؤں کو پہلے رکھا جائے اور باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالنا چاہیے۔[1]

وضو کیسے کیا جائے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ إِلَى ٱلۡمَرَافِقِ وَٱمۡسَحُواْ بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ إِلَى ٱلۡكَعۡبَيۡنِۚ﴾

”اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو، اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو۔“[2]

---

[1] فقه السنة : 32/1 [2] المائدة 6:5

- وضو کے لیے دل میں نیت کریں اور ''بسم اللہ'' پڑھیں۔
- تین تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو دھوئیں، کلی کریں اور ناک میں پانی ڈال کر جھاڑیں۔ (منہ اور ناک میں اکھٹا ایک ہی چلو سے آدھا آدھا کرکے پانی ڈالنا سنت ہے)
- پورے چہرے کو اچھی طرح تین مرتبہ دھوئیں۔
- کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھوئیں، ابتدا دائیں ہاتھ سے کریں۔
- کانوں سمیت پورے سر کا مسح کریں۔ (سر اور کانوں کے لیے الگ الگ پانی نہ لیں)
- تین مرتبہ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھوئیں۔ (پہلے دایاں پھر بایاں)
- بعد میں یہ دعا پڑھیں:

«أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ»

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''[1]

وضو توڑنے والی چیزیں

کچھ چیزیں وضو کو توڑ دیتی ہیں جس کے نتیجے میں آدمی دوبارہ وضو کیے بغیر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ وہ چیزیں درج ذیل ہیں:

- ہر وہ چیز جو پیشاب اور پاخانے کی جگہ سے نکلے۔ وہ پیشاب، پاخانہ اور ہوا ہو یا کوئی اور چیز۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، حديث :234

«لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ»

’’اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جب اس کا وضو ٹوٹ جائے حتی کہ وہ وضو کر لے۔‘‘①

❀ ’’مذی‘‘ یعنی وہ سفید رطوبت جو شہوت کے بعد شرم گاہ سے بغیر ٹپکے خارج ہو اور ’’ودی‘‘ یعنی وہ رطوبت جو شہوت کے بغیر پیشاب کے بعد خارج ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ’’مذی‘‘ کے بارے میں فرمایا:

«يَغْسِلُ ذَكَرَهُ، وَيَتَوَضَّأُ»

’’(اگر مذی خارج ہوتو) ذکر (شرم گاہ) کو دھولو اور وضو کرو۔‘‘②

❀ ایسی نیند جس کی وجہ سے عقل وشعور قائم نہ رہے اور زمین پر بیٹھنے کی قدرت بھی ختم ہو جائے۔

❀ دیوانگی، بے ہوشی، نشہ یا کسی دوا سے عقل کا ختم ہو جانا۔

❀ اونٹ کا گوشت کھانا۔ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ تو آپ نے فرمایا: ’’ہاں!۔‘‘③

❀ شرمگاہ کو کپڑے وغیرہ کے بغیر چھونا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلَا يُصَلِّ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ»

’’جس نے شرم گاہ کو چھوا وہ (دوبارہ) وضو کیے بغیر نماز نہ پڑھے۔‘‘④

---

① صحیح البخاری، الحیل، باب فی الصلاۃ، حدیث: 6954

② صحیح مسلم، الحیض، باب المذی، حدیث: 303

③ صحیح مسلم، الحیض، باب الوضوء من لحوم الابل، حدیث: 360

④ جامع الترمذی، الطھارۃ، باب الوضوء من مس الذکر، حدیث: 82

جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا

❀ بغیر کسی رکاوٹ (چادر وغیرہ) کے عورت کو چھونا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سوئی ہوئی ہوتی اور میرے پاؤں آپ کے سجدہ کی جگہ ہوتے، جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو میرے پاؤں کو چھو دیتے۔‘‘[1]

❀ معمول (حیض، نفاس اور استحاضہ) کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون کا نکلنا، خواہ وہ کسی زخم سے نکلے یا سینگی یا نکسیر کی وجہ سے خارج ہو۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’مسلمان اپنے زخموں کی حالت میں نماز پڑھتے رہے ہیں۔‘‘[2]

❀ قے، خواہ منہ بھر کر ہو یا اس سے کم ہو۔

❀ باوضو شخص کا وضو ٹوٹ جانے کے بارے میں شک کرنا۔ جب باوضو شخص کو شک ہو کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں۔ یہ شک اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے، اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ یہ شک نماز کی حالت میں ہو یا اس کے علاوہ ہو، جب تک اسے وضو ٹوٹنے کے بارے میں یقین نہ ہو جائے، اس کا وضو قائم رہے گا۔ ہاں یقیناً وضو ٹوٹ جانے کے بعد وضو کرنے کے بارے شک ہو تو وضو کرنا ضروری ہوگا۔

❀ نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس بارے میں مروی روایت صحیح نہیں۔

❀ میت کو غسل دینے کے بعد وضو کرنا ضروری اور فرض نہیں اگر کرلیا جائے تو مستحب ہے۔[3]

---

① صحیح البخاری، الصلاۃ، باب الصلاۃ علی الفراش، حدیث: 382

② صحیح البخاری، الوضوء، باب من لم یر الوضوء إلا من ......، معلقا

③ فقۃ السنۃ ص 52 تا 56

موزوں پر مسح

رسول اللہ ﷺ سے سفر و حضر میں موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے، خواہ کسی ضرورت کے تحت ہو یا ویسے ہی۔ مسح کے بارے میں سب سے قوی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جس کو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ [1]

جرابوں پر مسح

جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات مروی ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابو طالب، ابن مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابو امامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہ چیز منقول ہے۔ [2]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے تہذیب السنن میں امام ابن منذر رحمہ اللہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے جرابوں پر مسح کرنے کے جواز کی صراحت کی ہے۔ یہ ان کے عدل و انصاف کی علامت ہے۔ یہ (مذکور) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال اور صریح قیاس بھی ان کی دلیل ہیں۔

امام سفیان ثوری، ابن مبارک، عطاء، حسن اور سعید بن مسیّب رحمہم اللہ نے جرابوں پر مسح کرنا جائز سمجھا ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جرابیں موٹی ہوں اور ان کے نیچے سے

---

① صحيح مسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، حديث :272

② سنن أبي داود، الطهارة، باب المسح على الجوربين، حديث :159

کچھ نظر نہ آتا ہو تو ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ موٹی جراب پر بھی مسح کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، پھر فوت ہونے سے تین یا چار یا سات دن پہلے جواز کی طرف رجوع کر لیا اور بیماری کی حالت میں موٹی جرابوں پر مسح کیا اور تیمارداری کرنے والوں سے کہا: ''میں نے وہ عمل کیا ہے جس سے میں تمھیں روکتا تھا۔''[1]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔[2]

موزوں اور جرابوں پر مسح کرنے کی شرائط

- موزوں اور جرابوں پر مسح کے لیے یہ شرط ہے کہ ان کو باوضو ہو کر پہنا جائے۔
- موزے کے بالائی حصے پر مسح کرنا مشروع ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

«لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ»

''اگر دین کے کام رائے اور قیاس کے ساتھ کیے جاتے تو موزے کا نچلا حصہ اوپر والے کے مقابلے میں مسح کا زیادہ حق رکھتا تھا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''[3]

- موزوں پر مسح کرنے کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے

---

[1] فقه السنة: 62,61/1

[2] جامع الترمذی، الطهارة، باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین، حدیث:99

[3] سنن أبی داود، الطهارة، باب کیف المسح، حدیث: 162

لیے (مسح کی مدت) تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات مقرر فرمائی ہے۔[1]

❀ وضو کے بعد موزے یا جرابیں پہن لیں، اس کے بعد جب وضو کریں تو پاؤں دھونے کے بجائے ان پر مسح کرلیں۔ اگر جنبی ہو جائیں تو موزوں اور جرابوں کو اتارنا ضروری ہے۔

❀ مدت پوری ہونے، جنبی ہونے اور موزے اتارنے سے مسح باطل ہو جائے گا۔

اگر آدمی باوضو ہو، پھر مدت مسح ختم ہو جائے یا وہ موزے اتار دے تو اب وہ صرف پاؤں دھوئے گا۔ (نئے سرے سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے)[2]

شکستہ عضو پر باندھی جانے والی لکڑی اور پٹی پر مسح کا حکم

وہ پٹی جو کسی ٹوٹے ہوئے عضو پر باندھی جائے، اس پر مسح کرنا شرعی لحاظ سے ٹھیک ہے۔

❀ وضو اور غسل میں کسی شکستہ عضو کو دھونے یا مسح کرنے کے بجائے پٹی پر مسح کرنا ضروری ہے۔

❀ جسم پر زخم ہو یا کوئی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہو اور آدمی وضو یا غسل کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہو تو اعضا کو دھونا ضروری ہے، خواہ گرم پانی سے یہ کام کرنا پڑے۔ اگر متاثرہ حصے کو دھونے سے تکلیف بڑھنے کا خطرہ ہو، مثلاً بیماری یا درد زیادہ ہونے یا شفا میں تاخیر کا خطرہ ہو تو ضروری

---

① صحیح مسلم، الطهارة، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، حدیث: 276

② فقه السنة: 61,60/1 اس کی صورت درج ذیل ہے: ایک آدمی نے ظہر کے وقت وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، عصر کے وقت مدت مسح ختم ہوگئی یا اس نے موزے اتار دیے اور اس کا وضو ابھی تک برقرار ہے تو ایسی صورت میں اپنے پاؤں دھولے، مکمل وضو کرنے کی دوبارہ ضرورت نہیں، اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے لیکن پاؤں دھونے کی دلیل کیا ہے؟ اس کا کہیں ذکر نہیں، شیخ عثیمین رحمہ اللہ فتاوی ارکان اسلام میں فرماتے ہیں: اگرچہ فقہاء پاؤں دھونے کے قائل ہیں لیکن صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس آدمی کی طہارت برقرار ہے کیونکہ اس نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے وضو ٹوٹ جائے۔ اور موزوں کا اتارنا یا مدت مسح ختم ہو جانا نواقض وضو میں سے نہیں ہے۔ یہی بات حسن بصری اور طاؤس وغیرہ سے مصنف ابن ابی شیبہ: 171/1 میں منقول ہے۔ (منیب)

ہے کہ زخم پر یا ٹوٹے ہوئے حصہ پر پٹی باندھ کر ایک مرتبہ مسح کر لے۔ پٹی پر مسح کرنے کے لیے باوضو حالت میں اس کو باندھنا شرط نہیں اور اس کے لیے کوئی وقت بھی مقرر نہیں ہے۔ بلکہ جب تک عذر اور بیماری باقی ہے، آدمی وضو اور غسل میں اس پر مسح کر سکتا ہے۔

❀ پٹی اتار دی جائے یا زخم درست ہو کر پٹی خود بخود گر جائے یا پٹی گرے بغیر ہی زخم درست ہو جائے تو ان صورتوں میں مسح ختم ہو جائے گا۔[1]

غسل اور غسل کو واجب کرنے والی چیزیں

پورے جسم پر پانی بہانے کو غسل کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾

''اور اگر تم جنبی ہو تو غسل کر لو۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾﴾

''آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیں کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں، جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس وہاں سے جاؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے، یقیناً اللہ توبہ کرنے اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''[1]

---

[1] فقه السنة: 82/1

[2] المائدة 6:5 [3] البقرة 222:2

چھ چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے

① عام فقہاء کے نزدیک مرد یا عورت کی منی کا شہوت کے ساتھ نیند یا بیداری کی حالت میں خارج ہونا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ»

''غسل کے لیے پانی کا استعمال پانی (منی) کے خارج ہونے سے ہے۔''[1]

اگر شہوت کے بغیر بیماری یا سردی کی وجہ سے منی خارج ہو تو غسل ضروری نہیں اور جب کسی کو احتلام کا شبہ ہو جائے اور اسے منی نظر نہ آئے تو پھر بھی اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

② مرد و زن کی شرم گاہوں کا مل جانا، یعنی حشفہ کا عورت کی شرم گاہ میں داخل ہو جانا، خواہ منی خارج ہو یا نہ ہو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا ، فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَإِنْ لَّمْ يُنْزِلْ»

''مرد جب عورت کی چار شاخوں (دو ہاتھ اور دو رانوں یا دو رانوں اور دو پنڈلیوں) کے درمیان بیٹھ جائے اور کوشش کرے (جماع کرے) تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔''[2]

③ حیض و نفاس کا ختم ہو جانا، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ﴾

''جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں، جب وہ پاک ہو جائیں

---

① صحیح مسلم، الحیض، باب بیان أن الجماع کان فی أول الإسلام ......، حدیث: 343

② صحیح مسلم، الحیض، باب الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانین، حدیث: 348

تو ان کے پاس وہاں سے جاؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''حیض کے دنوں کے اندازے کے مطابق نماز چھوڑ دے، پھر غسل کر کے نماز پڑھ۔''[2]

اگرچہ یہ حیض کے بارے میں ہے لیکن صحابہ کا اتفاق ہے کہ نفاس کا حکم بھی حیض کی طرح ہے۔

④ جب مسلمان فوت ہو جائے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے۔

⑤ جب کافر، اسلام قبول کر لے تو اس پر غسل ضروری ہے۔[3]

⑥ جمعہ کے لیے غسل واجب ہے۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ»

''جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔''[4]

جنبی پر کون سی چیزیں حرام ہیں؟

❀ نماز: کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾

''اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرو۔''[5]

❀ طواف: نبیٔ کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے، البتہ

---

① البقرة 222:2

② صحیح مسلم، الحیض، باب المستحاضة وغسلها و صلاتها، حدیث: 333

③ فقه السنة: 64/1

④ صحیح البخاری، الجمعة، باب فضل الغسل یوم الجمعة وهل علی الصبی ......، حدیث: 879

⑤ المائدة 6:5

طواف کے دوران میں اللہ تعالیٰ نے کلام کرنا جائز قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص (اس دوران میں) بات کرے تو اچھی کرے۔"[1]

❀ قرآن مجید کو چھونا اور اٹھانا: ائمۂ کرام ان دونوں کاموں کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔ اور کسی صحابی سے اس کی مخالفت بھی ثابت نہیں۔

❀ مسجد میں ٹھہرنا: جنبی پر مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقۡرَبُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنتُمۡ سُكَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَعۡلَمُواْ مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغۡتَسِلُواْۚ﴾

"اے ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتی کہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ تم کیا کہتے ہو۔ اور نہ ہی جنابت کی حالت میں جب تک غسل نہ کر لو۔ ہاں، اگر راہ چلتے گزر جانے والے ہو تو اور بات ہے۔"[2]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

«نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَتْ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ: إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ»

"مجھے مسجد سے چٹائی پکڑاؤ۔ انھوں نے کہا: میں حیض کی حالت میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھارا حیض تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے۔"[3]

حیض، نفاس اور استحاضہ

❀ حیض: حیض وہ طبعی خون ہے جو بالغہ عورت کے رحم سے بغیر کسی سبب کے معلوم دنوں میں

---

[1] سنن الدارمي، المناسك، باب الكلام في الطواف، حديث: 1848

[2] النساء 43:4

[3] صحيح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله ......، حديث: 298

خارج ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے بہت سی حکمتوں کے تحت پیدا کیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ حمل کی صورت میں وہ بچے کی خوراک بنتا ہے، اسی وجہ سے حمل کی صورت میں وہ خون رک جاتا ہے۔ حائضہ کے حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کچھ احکام میں تخفیف کی ہے۔

حیض کی مدت عام طور پر چھ یا سات دن ہے یا عورت کی ماہانہ عادت کے لحاظ سے ہے۔ مدت حیض کم و بیش بھی ہو جاتی ہے اور آگے پیچھے بھی، اس لیے عورت جب خون دیکھے تو وہ سمجھے کہ یہ حیض ہے، خون رک جائے تو وہ پاک ہے، یہی درست بات ہے۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الدماء الطبيعية للنساء'' میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب المغنی نے بھی اسے قوی قرار دیا ہے۔

جب خون کا رنگ زردی مائل یا زردی اور سیاہی مائل ہو، اگر یہ حیض کے درمیان یا طہر سے قبل حیض سے متصل ہو تو یہ حیض تصور ہوگا اور اس پر حیض ہی کے احکام لاگو ہوں گے، اگر طہر کے بعد ہو تو یہ حیض تصور نہیں ہوگا کیونکہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا»

''ہم طہر کے بعد زردی اور مٹیالے رنگ کو کچھ بھی شمار نہیں کرتی تھیں۔''[1]

❀ نفاس: یہ وہ خون ہے جو بچے کی ولادت کے سبب ولادت کے ساتھ یا بعد میں یا دو تین دن پہلے رحم سے خارج ہوتا ہے۔ نفاس کے خون کی کم سے کم مدت کوئی نہیں۔ البتہ زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ نفاس کے احکام عام طور پر حیض کی طرح ہیں۔

---

[1] سنن أبي داود، الطهارة، باب المرأة ترى الصفرة والكدرة بعد الطهر، حديث: 307

حیض اور نفاس والی عورت پر حرام چیزیں

❀ **نماز:** اس کی دلیل نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ»

''جب حیض کی حالت ہو تو نماز چھوڑ دے۔''①

❀ **بیت اللہ کا طواف:** رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

«اِفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي»

''جو کام حاجی کریں تو بھی وہی کر، البتہ بیت اللہ کا طواف پاک ہو کر کرنا۔''②

❀ **روزہ:** عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: ''ہم حیض کی وجہ سے روزہ اور نماز چھوڑتیں تو ہمیں روزہ کی قضا کا حکم ہوتا اور نماز کی قضا کا نہیں۔''③

❀ **مسجد یا عیدگاہ میں بیٹھنا:** نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ . . . وَالْحُيَّضُ . . . وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى»

''نوعمر جوان لڑکیوں، پردہ نشین اور حیض والی عورتوں کو بھی عیدگاہ کی طرف لے جایا جائے، البتہ حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔''④

❀ **جماع:** خاوند کا جماع کرنا اور عورت کا اس کام کے لیے اس کو قدرت اور موقع دینا حرام

---

① صحيح البخاري، الحيض، باب إذا رأت المستحاضة الطهر، حديث :331

② صحيح البخاري، الحيض، باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا ......، حديث:305

③ صحيح مسلم، الحيض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، حديث :335

④ صحيح البخاري، الحيض، باب شهود الحائض العيدين ودعوة ......، حديث :324

ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ ٱللَّهُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾﴾

''آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں، جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس وہاں سے جاؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے۔''[1]

مَحِیض سے مراد حیض کا وقت اور حیض کی جگہ (شرمگاہ) ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ»

''جماع کے سوا ہر چیز کی رخصت ہے۔''[2]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس نے حیض کی حالت میں جماع کیا وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا۔''

ہمارے اصحاب (حنابلہ) اور دیگر فقہاء فرماتے ہیں:

''جس نے حائضہ سے جماع کو حلال سمجھا، اسے کافر سمجھ لینا چاہیے۔''

البتہ خاوند کے لیے بوس و کنار کرنا اور بغل گیر ہونا اور مباشرت کرنا جائز ہے۔ زیادہ بہتر ہے کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان والے حصہ سے مباشرت نہ کرے، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے:

---

[1] البقرة 222:2

[2] صحيح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها ...... ، حديث: 302

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْمُرُنِي فَأَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ»

''نبی ﷺ مجھے حکم فرماتے میں چادر باندھ لیتی تو آپ حیض کی حالت میں مجھ سے مباشرت کرتے۔''[1]

❀ قرآن مجید کی تلاوت: الشیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''الدماء الطبيعية للنساء'' کے صفحہ 21 پر ذکر کیا ہے کہ اہل علم کی آراء سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ قرآن کو زبان کے ساتھ نہ پڑھے، یہی زیادہ بہتر ہے۔ ہاں ضرورت کے تحت پڑھ سکتی ہے، مثلاً معلّمہ طالبات کو پڑھا سکتی ہے یا طالبہ امتحان دے سکتی ہے، البتہ ذکر، تکبیر، تسبیح وتحمید، اکل وشرب کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا، حدیث وفقہ کی کتب پڑھنا، دعا کرنا اور اس پر آمین کہنا اور قرآن کی تلاوت سننا یہ سب جائز ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ٹیک لگا کر قرآن کی تلاوت کر لیتے تھے جبکہ وہ حیض سے ہوتی تھیں۔[2]

حیض اور نفاس والی عورتوں کے لیے توجہ طلب باتیں

❀ جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو پانی سے پورے جسم کو پاک کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

«فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي»

''جب حیض کی حالت ہو تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ حالت ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھ۔''[3]

---

[1] صحيح البخاري، الحيض، باب مباشرة الحائض، حديث: 300

[2] صحيح البخاري، الحيض، باب قراءة الرجل في حجر امرأته وهي حائض، حديث:297

[3] صحيح البخاري، الحيض، باب إقبال المحيض و إدباره، حديث: 320

غسل کے بعد عورت پر نماز اور روزہ ضروری ہے اور مسجد میں داخل ہونا، طواف کرنا، قرآن کی تلاوت کرنا اور جماع کرنا حلال ہے۔ روزوں کی قضا اس کے ذمے ہے، نماز کی نہیں۔ نفاس والی عورت کا حکم حائضہ عورت والا ہے۔

❀ رمضان کی رات اگر نفاس یا حیض کا خون رک جائے اور وہ طہر کی حالت میں صبح کرے تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اگرچہ اس نے ابھی غسل نہ بھی کیا ہو۔ (اس لیے کہ وہ اہل وجوب میں شامل ہوگئی ہے۔)

استحاضہ اور اس کے احکام

خون کا اس طرح جاری رہنا کہ وہ کبھی ختم نہ ہو یا وقتی طور پر تھوڑی دیر کے لیے رک جائے اور پھر شروع ہو جائے اسے استحاضہ کہتے ہیں۔ اس کی تین حالتیں ہیں:

❀ وہ عورت جسے استحاضہ سے پہلے معلوم و معین انداز سے حیض آتا تھا وہ اپنی پہلی عادت کے مطابق حیض کے دن گزارے گی اور اس کے لیے حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور ان دنوں کے علاوہ اس پر استحاضہ کے احکام نافذ ہوں گے۔

❀ اگر استحاضہ سے پہلے عورت کی کوئی معلوم عادت نہیں تو سیاہی، گاڑھا ہونے یا کسی بدبو کی وجہ سے حیض کی تمیز ہو سکے تو ٹھیک ہے۔ باقی حالت استحاضہ کی تصور ہوگی۔

❀ کسی عورت کی پہلے کوئی معلوم عادت نہیں اور رنگ وغیرہ سے حیض کی حالت کو پہچاننا بھی ممکن نہیں۔ مثلاً خون ایک ہی حالت میں آرہا ہے یا مضطرب حالتوں میں ہے جس سے حیض کو پہچاننا مشکل ہے۔ ایسی صورت میں وہ (اپنے خاندان کی) عام عورتوں جیسا طرز عمل اپنائے گی۔ وہ ہر مہینے میں چھ یا سات دن حیض کے شمار کر کے باقی کو استحاضہ شمار کرے گی۔ ابتدا میں جن دنوں میں خون شروع ہوا ہے وہاں سے حیض کا آغاز تصور ہوگا اور

باقی ایام استحاضہ کے شمار کیے جائیں گے۔

عام پاک عورتوں اور استحاضہ والی عورتوں میں صرف درج ذیل فرق ہوگا:

(ا) جب استحاضہ والی عورت وضو کا ارادہ کرے تو خون کی جگہ دھو کر شرمگاہ پر تھوڑی سی روئی رکھ لے تاکہ خون رک جائے۔ اگر اس کے بعد خون نکلے تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔

(ب) استحاضہ والی عورت ہر نماز کے لیے وضو کرے کیونکہ آپ ﷺ نے مستحاضہ کے لیے فرمایا:

«تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلٰوةٍ»

''ہر نماز کے لیے وضو کر۔''[1]

غسل کا طریقہ

غسل میں نبی ﷺ کے طریقۂ غسل کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس لیے آدمی پہلے دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھوئے، پھر شرم گاہ کو دھوئے، پھر نماز کے وضو کی طرح مکمل وضو کرے، پھر دائیں طرف سے شروع کرتے ہوئے پورے جسم پر پانی بہائے، پھر بائیں جانب، بغلوں، کانوں کے اندرون حصہ، ناف اور پاؤں کی انگلیوں کو بھی اچھی طرح دھوئے اور ممکن حد تک پورے جسم کو ملے۔ اس تمام طریقۂ غسل کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث ہے کہ ''نبی ﷺ جب غسل جنابت کرتے تو پہلے دونوں ہاتھ دھوتے، پھر دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں پر پانی ڈالتے اور شرم گاہ کو دھوتے، پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے، پھر پانی لے کر انگلیوں کو تر کر کے بالوں کی جڑوں میں داخل کرتے، یعنی خلال کرتے، پھر تین چلو پانی لے کر

---

[1] سنن أبي داود، الطهارة، باب من قال تغتسل من طهر إلى طهر، حديث: 298

اپنے سر پر ڈالتے اس کے بعد اپنے سارے جسم پر پانی بہا لیتے۔''[1]

غسل کے ارکان

شرعی غسل دو چیزوں سے مکمل ہو جاتا ہے:

❀ **نیت:** نیت غسل جنابت کو عام غسل سے ممتاز اور الگ کرے گی لیکن اس کا تعلق صرف دل سے ہے۔ بہت سے لوگ جو زبان سے نیت کرنے کے عادی ہیں، ان کا یہ عمل بدعت اور غیر مشروع ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

❀ **تمام اعضا کو دھونا:** اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] مؤلف نے غسل جنابت کا طریقہ اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے تاہم قارئین کی سہولت کے پیش نظر اس کی ضروری تفصیلات درج ذیل ہیں:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر شرم گاہ کو دھویا، پھر بایاں ہاتھ، جس سے شرم گاہ کو دھویا تھا، زمین پر رگڑ کر اس کو دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرہ دھویا، پھر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے، پھر سر پر پانی ڈالا اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچایا۔ تین بار سر پر پانی ڈالا، پھر تمام بدن پر پانی ڈالا، پھر جہاں آپ نے غسل کیا تھا اس جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوئے۔ (صحيح البخاري، الغسل، باب الوضوء قبل الغسل، حديث: 249 و باب الغسل مرة واحدة، حديث: 281 و صحيح مسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، حديث: 317) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کسی حدیث میں (غسل جنابت کا وضو کرتے وقت) سر کے مسح کا ذکر نہیں ہے۔'' (فتح الباري)

حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت میں وضو کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ اس پر پانی ڈالا۔ امام نسائی نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے: ''جنابت کے وضو میں سر کے مسح کو ترک کرنا۔'' (سنن النسائي، الغسل، باب ترك مسح الرأس في الوضوء من الجنابة (حديث: 420)

﴿وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾

''اور اگر تم جنبی ہوتو اچھی طرح طہارت حاصل کرو۔''[1]

اللہ تعالیٰ کا مزید فرمان ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقْرَبُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنتُمْ سُكَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا۟ مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِى سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا۟﴾

''اے ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتی کہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ تم کیا کہتے ہو اور نہ ہی جنابت کی حالت میں جب تک غسل نہ کرلو۔ ہاں، اگر راہ چلتے گزر جانے والے ہو تو اور بات ہے۔''[2]

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ طہارت حاصل کرنے سے مراد غسل ہے اور لغوی طور پر غسل تمام اعضا کے دھونے کو کہتے ہیں اور سنت نے بھی یہی وضاحت کی ہے۔

غسل مستحب

مستحب وہ چیز ہوتی ہے جس کے کرنے پر مکلّف کی تعریف کی جائے اور اسے اجر و ثواب ملے اور اسے چھوڑنے پر کوئی ملامت اور سزا نہ ہو۔

* **عیدین کا غسل:** علماء نے عید کے غسل کو مستحب قرار دیا ہے۔
* **میت کو غسل دینے سے غسل:** میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل مستحب ہے۔

کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ»

---

[1] المائدة 6:5 [2] النساء 43:4

''جس نے میت کو غسل دیا وہ غسل کرے اور جس نے اسے اٹھایا وہ وضو کرے۔''[1]

❀ **احرام کے لیے غسل:** جمہور کے نزدیک حج اور عمرہ کرنے والے کے لیے احرام سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔

❀ **مکے میں داخلے سے قبل غسل:** مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ آخری دونوں موقعوں پر غسل کرنے کی دلیل نبی ﷺ کا عمل ہے۔

غسل سے متعلقہ مسائل

❀ حیض اور جنابت، جمعہ اور عید یا جنابت اور جمعہ سے ایک غسل کافی ہو جائے گا، بشرطیکہ غسل کرتے وقت دونوں کی اکٹھی نیت کرے۔ کیونکہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَّا نَوَى»

''ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔''[2]

❀ اگر آدمی جنابت کا غسل کر کے وضو نہ کرے تو یہ غسل وضو کے قائم مقام ہو گا۔ امام ابو بکر العربی فرماتے ہیں: اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں کہ وضو، غسل میں آ جاتا ہے اور جنابت سے طہارت کی نیت کرنے سے حالت حدث ختم ہو جاتا ہے، یعنی غسل جنابت وضو کی جگہ کفایت کر جائے گا۔

❀ اگر آدمی (مرد) کسی کا ستر دیکھنے سے بچ سکے اور اپنے ستر کو لوگوں کی نظر سے محفوظ رکھ سکے تو اجتماعی حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔[3]

---

① السنن الکبریٰ للبیهقی: 303/1

② صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... ، حدیث: 1

① حمام سے مراد موجودہ حمام نہیں بلکہ پہلے زمانے کے تالاب نما حمام ہیں جن میں لوگ اکٹھے نہاتے تھے۔ ◄◄

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر حمام میں داخل ہونے والے سب افراد ستر چھپائے ہوئے ہوں تو وہاں داخل ہو جائیں ورنہ نہیں۔ حدیث میں ہے:

«لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ»

''کوئی مرد کسی مرد کے ستر کی طرف نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کی طرف نہ دیکھے۔''[1]

❀ مرد عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرسکتا ہے اور عورت مرد کے غسل سے باقی ماندہ پانی سے غسل کرسکتی ہے۔ دونوں اکٹھے ایک برتن سے پانی لے کر بھی غسل کرسکتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ»

''پانی جنابت والا نہیں ہوتا۔''[2]

❀ لوگوں کے سامنے ننگے نہانا جائز نہیں کیونکہ ستر کھولنا منع اور حرام ہے۔ کپڑے وغیرہ سے پردہ کرکے لوگوں کی موجودگی میں نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ لوگوں کی نظروں سے دور ننگا نہانے میں بھی کوئی ممانعت نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ننگے غسل کیا تھا۔[3]

❀ عورت کا غسل مرد کے غسل کی طرح ہے۔ سوائے اس کے کہ اگر پانی بالوں کی جڑوں

◂◂ آج کل کے ایسے تالاب جہاں اجتماعی طور نہایا جاتا ہے، جیسے سوئمنگ پول وغیرہ، بھی اسی زمرے میں شامل ہیں۔ اگر وہاں پردے وغیرہ کا اہتمام نہ ہو تو وہاں نہانا درست نہیں۔ یاد رہے مرد کا ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ستر ہے جس کا چھپانا ضروری ہے۔

① صحيح مسلم، الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، حديث: 338

② جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الرخصة في ذلك، حديث: 65

③ صحيح البخاري، الغسل، باب من اغتسل عريانا وحده في خلوة، حديث: 278

تک پہنچ جائے تو اس کے لیے اپنے گندھے ہوئے بال کھولنا ضروری نہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے بالوں کو سخت کر کے گوندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے موقع پر ان کو کھول لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، تجھے صرف یہ کافی ہے کہ اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال لے، اس کے بعد سارے جسم پر پانی بہا لے، اس طرح تو پاک ہو جائے گی۔''[1] غسل حیض کے لیے بالوں کو کھولنا ضروری ہے۔[2]

تیمّم اور اس کے جواز کے اسباب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٤٣﴾﴾

''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ یقیناً اللہ درگزر کرنے والا معاف کرنے والا ہے۔''[3]

آدمی بے وضو ہو یا جنبی، حضر میں ہو یا سفر میں، درج ذیل اسباب میں سے کوئی سبب پایا جائے تو اس کے لیے تیمّم کرنا جائز ہے:

- پانی نہ ملے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے

---

[1] صحيح مسلم، الحيض، باب حكم ضفائر المغتسلة، حديث: 330

[2] المغنى: 225/1

[3] النساء 4:43

اگر چہ دس سال تک پانی نہ پائے۔''[1]

- زخم یا بیماری کی وجہ سے پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے یا شفا میں تاخیر ہونے کا خطرہ ہو۔ یہ بات تجربہ سے معلوم ہو یا قابل اعتماد ڈاکٹر یا حکیم کے بتانے سے علم میں آئے۔
- جب پانی بہت ٹھنڈا ہو، اسے استعمال کرنے سے نقصان کا خطرہ ہو، معاوضہ دے کر بھی پانی گرم نہ کروا سکتا ہو یا حمام میں بھی اس کے لیے جانا آسان نہ ہو۔
- جب پانی تو آدمی کے قریب ہو مگر اسے حاصل کرنے سے اسے اپنی جان، عزت یا مال کے متعلق اندیشہ ہو یا قافلے کے نکل جانے کا خطرہ ہو، یا اس کے اور پانی کے درمیان کوئی دشمن حائل ہو جس سے خطرہ محسوس ہوتا ہو، خواہ وہ دشمن آدمی ہو یا کوئی درندہ وغیرہ یا آدمی قید ہو یا پانی نکالنے کے لیے رسی یا ڈول نہ ہونے کی وجہ سے پانی نکالنے سے عاجز ہو، ایسی صورتوں میں پانی کا وجود نہ ہونے کی طرح ہے اور ان تمام مذکورہ صورتوں میں تیمّم کیا جاسکتا ہے۔
- وقتی طور پر یا بعد میں، اپنے یا پرائے کے لیے پانی پینے کی ضرورت ہو، خواہ کسی غیر موذی جانور کے لیے، یا آٹا گوندھنے یا سالن پکانے یا نجاست (جس کو دور کرنا ضروری ہے) دور کرنے کے لیے پانی کی ضرورت ہو تو وہ پانی محفوظ کر کے تیمّم کیا جاسکتا ہے۔

تیمّم کا طریقہ

- تیمّم کرنے والا حدث اصغر یا جنابت سے پاک ہونے کی دل سے نیت کرے۔
- اللہ تعالیٰ کا نام لے، یعنی بِسْمِ اللّٰہ کہے۔
- اپنے ہاتھوں کو پاک مٹی پر لگائے ان میں پھونک مارے، پھر انھیں اپنے چہرے اور

---

[1] سنن أبي داود، الطهارة، باب الجنب يتيمم، حديث: 332

دونوں ہاتھوں پر پہنچوں تک پھیرے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰذَا ، وَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيهِمَا ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ»

''تیرے لیے اتنا ہی کافی تھا، پھر نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان میں پھونک ماری، پھر ان سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔''[1]

پاک مٹی، ریت، پتھر اور چونے جیسی کسی بھی چیز سے، جو زمین کی جنس سے ہو، تیمّم کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾

''پس پاک مٹی سے تیمّم کرو۔''[2]

اہل لغت کا اتفاق ہے کہ ''صعید'' سے ہر وہ چیز مراد ہے جو سطح زمین پر پائی جائے، وہ چیز مٹی ہو یا کچھ اور۔

تیمّم، وضو اور غسل کے قائم مقام ہے

پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم، وضو اور غسل کے قائم مقام ہے، لہٰذا نماز اور قرآن مجید کو چھونا اور دیگر کام جو وضو اور غسل کے ساتھ جائز ہیں وہ تیمّم کے ساتھ بھی جائز ہوں گے۔

وقت کا شروع ہونا صحت تیمّم کے لیے شرط نہیں۔ تیمّم کرنے والا ایک تیمّم سے فرائض اور نوافل جتنے چاہے پڑھ سکتا ہے۔ تیمّم کا حکم مکمل طور پر وضو والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، التيمم، باب المتيمم هل ينفخ فيهما ؟ ، حديث: 338

[2] النساء 43:4

«إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورُ الْمُسْلِمِ ، وَإِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ ، فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ ، فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ»

”پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے اگرچہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے لیکن جب پانی مل جائے تو پھر جسم کو لگائے (وضو اور غسل کرے) یہی اس کے لیے بہتر ہے۔“[1]

تیمّم کو توڑنے والی چیزیں

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ یہ اس کا قائم مقام ہے، جو شخص پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کرے اور پھر پانی مل جائے تو اس کا تیمّم ٹوٹ جائے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص پانی استعمال کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، پھر بحالت صحت اسے قدرت حاصل ہو جاتی ہے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

ایک آدمی نے تیمّم سے نماز پڑھی، پھر اسے پانی مل گیا یا پانی کے استعمال پر قدرت حاصل ہوگئی تو اسے نماز دہرانا ضروری نہیں، خواہ نماز کا وقت ابھی باقی ہو۔[2]

جس کے پاس پانی ہو نہ مٹی وہ نماز کیسے پڑھے؟

جس کے پاس پانی ہو نہ مٹی وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے، اسے نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریتاً ہار لیا۔ وہ گم ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند ساتھی اس کی تلاش میں بھیجے، نماز کا

---

① جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في التيمم للجنب إذا لم يجد الماء، حديث: 124

② فقة السنة : 80,79/1

وقت ہوا تو انھوں نے بغیر وضو نماز پڑھ لی اور جب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو انھوں نے آپ ﷺ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تو اس پر تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا، (اے عائشہ)! اللہ تعالیٰ تجھے بہترین بدلہ دے۔ اللہ کی قسم! آپ کسی پریشانی میں مبتلا ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اس سے نکلنے کی صورت بنا دیتا ہے اور وہ چیز مسلمانوں کے لیے باعث برکت بنتی ہے۔[1]

ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے طہارت کا ذریعہ بننے والی چیز نہ ملنے کی صورت میں بغیر طہارت کے نماز پڑھ لی تو آپ ﷺ نے نہ تو اس کو ناپسند کیا نہ نماز لوٹانے کا حکم فرمایا۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ قوی ترین قول ہے۔[2]

مریض کی طہارت کا طریقہ

- مریض کے لیے بھی واجب ہے کہ پانی سے طہارت حاصل کرے، حدثِ اصغر کی صورت میں وضو اور حدثِ اکبر کی صورت میں غسل کرے۔
- اگر وہ پانی استعمال کرنے سے عاجز ہو یا پانی کے استعمال سے مرض میں اضافہ یا صحت یابی میں تاخیر کا اندیشہ ہو تو وہ تیمّم کر لے۔
- تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک بار پاک زمین پر مارے اور پھر دونوں ہاتھوں سے سارے چہرے کا مسح کرے اور پھر دونوں ہاتھوں کا ایک دوسرے پر مسح کرے۔
- اگر کوئی مریض از خود طہارت حاصل نہ کر سکتا ہو تو کوئی دوسرا شخص اسے وضو یا تیمّم کرا دے۔

---

[1] صحيح مسلم، الحيض، باب التيمم، حديث : 367

[2] فقه السنة :82/1

- اگر بعض اعضائے طہارت میں زخم ہو تو اسے پانی سے دھو لے، اگر پانی سے دھونے میں نقصان کا اندیشہ ہو تو زخم پر مسح کر لے، یعنی ہاتھ کو پانی سے تر کر کے زخم پر پھیر لے اور اگر اس سے بھی نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمّم کر لے۔
- اگر جسم کا کوئی عضو ٹوٹا ہوا ہو اور اس پر پٹی یا پلستر لگا ہوا ہو، تو اسے دھونے کے بجائے پانی سے مسح کر لے، اس صورت میں تیمّم کی ضرورت نہ ہو گی کیونکہ مسح دھونے کے قائم مقام ہے۔
- تیمّم دیوار کے ساتھ جائز ہے اور ہر اس پاک چیز کے ساتھ بھی جس پر غبار ہو، اگر دیوار پر کوئی ایسی چیز لگی ہو جس کا جنس زمین سے تعلق نہ ہو مثلاً پینٹ وغیرہ تو اس سے تیمّم نہ کرے الّا یہ کہ دیوار پر غبار موجود ہو۔
- جب زمین، دیوار یا کسی ایسی چیز سے تیمّم کر سکتا ہے جس پر غبار ہو تو پھر اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ کسی برتن یا رومال وغیرہ میں مٹی رکھ کر اس سے تیمّم کر لے۔
- جب آدمی ایک نماز کے لیے تیمّم کر لے اور دوسری نماز کے وقت تک وہ بحالت طہارت رہے تو وہ پہلے تیمّم ہی سے نماز پڑھ لے، دوسری نماز کے لیے اسے دوبارہ تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ابھی تک طہارت پر قائم ہے اور ایسی کوئی بات واقع نہیں ہوئی جو اس کی طہارت کو ختم کر دے۔
- مریض کے لیے یہ واجب ہے کہ وہ اپنے جسم کو نجاستوں سے پاک رکھے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو وہ حسب حال نماز پڑھ لے، اس کی نماز صحیح ہو گی، اسے نماز دوہرانے کی ضرورت نہیں۔
- مریض کے لیے واجب ہے کہ پاک کپڑوں میں نماز پڑھے، اگر کپڑے ناپاک ہو جائیں تو انھیں دھونا یا ان کے بجائے پاک کپڑے پہننا واجب ہے اور اگر ایسا ممکن نہ

ہوتو وہ حسب حال نماز پڑھ لے، اس کی نماز صحیح ہو گی، اسے نماز دوہرانے کی بھی ضرورت نہیں۔

❀ مریض کے لیے واجب ہے کہ پاک جگہ پر نماز پڑھے، اگر جگہ ناپاک ہوتو اسے دھونا واجب ہے، یا وہ کسی دوسری پاک جگہ منتقل ہو جائے یا اس پر کوئی پاک چیز بچھا دے اور اگر ایسا ممکن نہ ہوتو وہ حسب حال نماز پڑھ لے، نماز صحیح ہو گی، اسے دوہرانے کی بھی ضرورت نہیں۔

❀ مریض کے لیے یہ جائز نہیں کہ طہارت سے عاجزی کی وجہ سے نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرے بلکہ مقدور بھر طہارت حاصل کر کے نماز کو بروقت ادا کرے، خواہ اس کے جسم، کپڑے یا جگہ پر ایسی نجاست ہو جس کے ازالے سے وہ عاجز ہو۔

باب:4

نماز، اس کی اہمیت وفضیلت اور احکام ومسائل

اذان اور اقامت

مخصوص الفاظ کے ساتھ نماز کا وقت شروع ہونے کی اطلاع دینے کو اذان کہتے ہیں۔ اس میں جماعت کی طرف بلانا اور اسلام کے شعائر کا اظہار بھی ہے۔ یہ واجب یا مستحب ہے۔

اذان کا طریقہ یہ ہے:

مؤذن اَللّٰهُ أَكْبَر چار مرتبہ کہے، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه دو مرتبہ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه دو مرتبہ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ دو مرتبہ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاح دو مرتبہ، اَللّٰهُ أَكْبَر دو مرتبہ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ایک مرتبہ، فجر کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد دو مرتبہ یہ الفاظ بھی کہے: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّومِ ''نماز نیند سے بہتر ہے۔''

اقامت فرض نماز سے پہلے ہوتی ہے، اس میں اکثر کلمات ایک ایک مرتبہ ہیں جبکہ اذان میں کلمات اکثر دو دو مرتبہ ہیں، البتہ اس کی ابتدا میں اَللّٰهُ أَكْبَر دو مرتبہ ہے۔ اقامت کا مفہوم بھی اذان والا ہے۔ اس میں صرف نماز کھڑی ہونے کی اطلاع کے الفاظ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ زائد ہیں۔

اذان سننے والے کے لیے مؤذن کی طرح ساتھ ساتھ وہی الفاظ کہنے مستحب ہیں، البتہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کی جگہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کے الفاظ کہے، یعنی برے کام سے بچنا اور اچھے کام کرنا محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ممکن ہے۔

اذان کے بعد مسنون الفاظ سے نبی ﷺ پر آہستہ آواز میں درود پڑھے اور دعا پڑھے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اذان کا جواب دے اور پھر اذان ختم ہونے پر یہ دعا پڑھے، اس کے لیے قیامت کے دن میری سفارش واجب ہو جاتی ہے۔'' دعا کے الفاظ درج ذیل ہیں:

«اَللّٰهُمَّ! رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَّهُ»

''اس پوری پکار (اذان) کے اور (قیامت تک) قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد (ﷺ) کو وسیلہ [1] اور فضیلت عطا فرما اور انھیں مقام محمود پر پہنچا دے جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔'' [2]

اذان ایک عبادت ہے اور اس کا دارومدار اتباع پر ہے، لہٰذا ہمیں اس میں کمی یا زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔ لوگوں نے اس میں بدعات شامل کر لی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: اذان میں حرف یا حرکت کا اضافہ کر دینا یا اس کو ضرورت سے زیادہ لمبا کر دینا، فجر اور جمعہ کی اذان سے پہلے ''سبحان اللہ'' کہنا، اذان کے بعد بلند آواز سے نبیٔ کریم ﷺ پر درود پڑھنا، انگوٹھے چومنا اور ان کو آنکھوں پر لگانا اور یہ الفاظ کہنا: مَرْحَبًا بِحَبِيبِي وَقُرَّةِ عَيْنِي ''میرے محبوب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک خوش آمدید۔'' [3]

---

① وسیلے کے متعلق خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ وسیلہ بہشت میں ایک مقام ہے جو صرف ایک بندے کے لائق ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ پس جس نے (اذان کی دعا پڑھ کر) میرے لیے وسیلہ مانگا، اس کے لیے (میری) شفاعت واجب ہوگی۔'' (صحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن، حدیث: 384)

② صحیح البخاری، الأذان، باب الدعاء عندالنداء، حدیث: 614

③ فقه السنه: 1/110-112

نماز کے اوقات

نمازوں کے اوقات مقرر ہیں ان کو مقررہ اوقات ہی میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ كِتَٰبًا مَّوْقُوتًا ۝١٠٣﴾

''بے شک نماز مومنوں پر وقت پر پڑھنا فرض ہے۔''[1]

ان اوقات کی طرف قرآن مجید نے اجمالی طور پر اشارہ کیا ہے اور حدیث میں اس کی تفصیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ، مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ، وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ، وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ»

''نمازِ ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور (اس وقت تک رہتا ہے) جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر نہ ہو جائے، یعنی عصر کے وقت تک اور نماز عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے۔ اور مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے۔ اور عشاء کا وقت (سرخی غائب ہونے سے لے کر) آدھی رات تک ہے اور نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے سورج طلوع ہونے تک ہے۔ جب

---

[1] النساء 103:4

سورج طلوع ہو جائے تو نماز سے رک جاؤ۔ کیونکہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔''[1]

نماز کے ممنوعہ اوقات

- فجر کی نماز کے بعد، حتی کہ سورج طلوع ہو جائے۔ سورج طلوع ہوتے وقت حتیٰ کہ وہ ایک نیزہ بلند ہو جائے۔
- زوال (نصف النہار) کے وقت حتیٰ کہ سورج ڈھل جائے۔
- نماز عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ»

''نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے اور نماز فجر سے طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے۔''[2]

- اگر کوئی مسلمان بھول جائے یا نیند کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکے تو اس صورت میں وہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ نَّسِيَ صَلٰوةً أَوْ نَامَ عَنْهَا ، فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُّصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا»

''شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے

---

[1] صحیح مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، حدیث : 612

[2] صحیح البخاری، مواقیت الصلاة، باب لا تتحری الصلاة قبل غروب الشمس ، حدیث : 586 وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب الأوقات التی نهی عن الصلاة فیها، حدیث : 827 واللفظ له

(یا بیدار ہو) اس نماز کو پڑھ لے۔‘‘[1]

- امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سبب والی نماز، ان دونوں اوقات (عصر اور فجر کے بعد) بھی پڑھی جاسکتی ہے، مثلاً تحیۃ المسجد اور وضو کی دو رکعتیں۔ یہ مسلک سب سے زیادہ راجح ہے۔
- جب جماعت کھڑی ہو جائے تو نفل نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ»

’’جب تکبیر ہو جائے تو فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں۔‘‘[2]

نمازِ نبوی کا طریقہ

احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل سے نماز کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا»

’’جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ اکبر کہو، پھر قرآن سے جو تمھیں یاد ہو اس میں سے پڑھو، پھر

---

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، حديث: 684

[2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع......، حديث: 710

اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، اور سجدے میں اطمینان سے رہو۔ پھر سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور پوری نماز اسی طرح مکمل کرو۔‘‘[1]

’’رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھر اللہ اکبر کہتے، حتی کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جاتی، پھر قراءت کرتے، پھر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھ لیتے، اپنے سر کو زیادہ نیچا کرتے نہ زیادہ اوپر اٹھاتے بلکہ درمیان میں برابر رکھتے۔ پھر سر اٹھا کر فرماتے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ’’اللہ نے سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔‘‘ اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے، پھر اللہ اکبر کہہ کر زمین کی طرف جھکتے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے الگ رکھتے ہوئے سجدہ کرتے، پھر سجدے سے اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھاتے اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے اور جب سجدہ کرتے تو پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف موڑ لیتے اور پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے سر اٹھاتے۔ بائیں پاؤں کو موڑتے اور اس پر بیٹھ جاتے حتی کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آتی۔ دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کرتے ۔ پھر جب دو رکعت پڑھ کر اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے، جیسا کہ نماز کے آغاز میں اللہ اکبر کہا تھا۔ باقی نماز میں بھی اسی طرح کرتے۔ حتی کہ جب آخری رکعت پڑھتے جس میں سلام پھیرتے تو

[1] صحيح البخاری، الاستئذان، باب من رد فقال عليك السلام، حديث : 6251 وصحيح مسلم، الصلاۃ، باب وجوب قراء ۃ الفاتحة فی كل ركعة و أنه إذا لم يحسن ...... ،حديث : 397 واللفظ له

بایاں پاؤں دائیں پنڈلی کے نیچے سے نکال لیتے اور بائیں کولھے پر بیٹھ جاتے۔"[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ»

"کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے دونوں کندھوں پر اس کپڑے سے کچھ نہ ہو۔"[2]

رسول اللہ ﷺ کی قراءت و نماز

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا ﴿٤﴾﴾

"اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔"[3]

حدیث میں ہے:

«كَانَ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ»

"رسول اللہ ﷺ تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم نہیں کرتے تھے۔"[4]

ایک دوسری حدیث میں ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ، يَقْرَأُ: ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢﴾﴾ ثُمَّ يَقِفُ ﴿ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٣﴾﴾ ثُمَّ يَقِفُ»

---

① سنن أبی داود، الصلاة، افتتاح الصلاة، حديث: 730

② صحيح البخاری، الصلاة، باب إذا صلی فی الثوب الواحد ......، حديث: 359 وصحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة فی ثوب واحد، وصفة لبسه، حديث: 516

③ المزمل 4:73 ④ كنزالعمال، القراءة حديث: 17910

”رسول اللہ ﷺ ہر آیت پر رکتے، آپ پڑھتے: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پھر رکتے، پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے، پھر رکتے۔“[1] (الغرض مکمل قراءت اسی طرح کرتے۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ، فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا»

”قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین اور حسین بناؤ، اس لیے کہ اچھی اور رسیلی آواز قرآن کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔“[2]

ایک روایت میں ہے:

«كَانَ يَمُدُّ صَوْتَهُ مَدًّا»

”آپ ﷺ قرآن پڑھتے ہوئے آواز خوب بلند کرتے تھے۔“[3]

«كَانَ يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ»

”نبی کریم ﷺ (سحری کے وقت) جب مرغ کی آواز سنتے تو بیدار ہو جاتے تھے۔“[4]

---

① جامع الترمذی، أبواب القراءات، باب فی فاتحة الکتاب، حدیث: 2927

② سنن أبی داود، الوتر، باب کیف یستحب الترتیل فی القراءة، حدیث: 1468 وسنن النسائی، الافتتاح، باب تزیین القرآن بالصوت، حدیث: 1017,1016 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب فی حسن الصوت بالقرآن، حدیث: 1342 والمستدرك للحاكم: 575/1، حدیث: 2125 واللفظ له

③ سنن أبی داود، الوتر، باب کیف یستحب الترتیل فی القراءة، حدیث: 1465 و سنن النسائی، الافتتاح، باب مد الصوت، حدیث: 1015 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فی القراءة فی صلاة اللیل، حدیث: 1353

④ صحیح البخاری، التهجد، باب من نام عند السحر، حدیث: 1132 و صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل...... ، حدیث: 741

سعید بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

«أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ!»

''کیا نبی کریم ﷺ جوتوں سمیت نماز پڑھ لیتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ بِيَمِينِهِ»

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دائیں ہاتھ پر ذکر واذکار کرتے ہوئے دیکھا۔''[2]

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى»

''نبی کریم ﷺ کو جب کوئی مشکل درپیش ہوتی تو آپ ﷺ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔''[3]

«كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ، وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَرَفَعَ إِصْبَعَهُ الْيُمْنَى الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ، فَدَعَا بِهَا»

''رسول اللہ ﷺ جب نماز میں (تشہد) بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی داہنی انگلی جو انگوٹھے کے ساتھ ہے اٹھا لیتے اور اس کے ساتھ دعا کرتے۔''[4]

نماز میں بیٹھے ہوئے آپ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کو حرکت دیتے ہوئے دعا

---

[1] صحیح البخاری، الصلاۃ، باب الصلاۃ فی النعال، حدیث: 386 وصحیح مسلم، المساجد، باب جواز الصلاۃ فی النعلین، حدیث: 555

[2] سنن أبی داود، الوتر، باب التسبیح بالحصی، حدیث: 1502

[3] سنن أبی داود، التطوع، باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل، حدیث: 1319

[4] صحیح مسلم، المساجد، باب صفۃ الجلوس فی الصلاۃ ......، حدیث: 580

کرتے تھے۔[1]

انگشت شہادت کے اس اشارے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَهِيَ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيدِ»

''اس (انگشت شہادت) کی ضربِ کاری شیطان پر لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے۔''[2]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهِ»

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر، سینے پر باندھا۔''[3]

امام نووی رحمہ اللہ نے اسے صحیح مسلم کی شرح میں نقل کیا ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔''[4] چاروں ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ ''اگر صحیح حدیث مل جائے تو وہی ہمارا مذہب ہے۔''[5] اس لیے تشہد کے دوران میں انگلی کو حرکت دینا اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا ان کے مذہب کے مطابق ہے اور یہی سنت ہے۔ امام مالک، امام احمد رحمہما اللہ اور بعض شوافع حضرات نے نماز میں انگشت شہادت کو حرکت دینے کو اپنایا ہے جیسا کہ امام نووی نے کتاب ''شرح المهذب: 454/3'' میں اور ''جامع الأصول''

---

[1] سنن النسائي، الافتتاح، باب موضع اليمين من الشمال في الصلاة، حديث:890

[2] مسند أحمد: 119/2

[3] صحيح ابن خزيمة: 243/1، حديث: 479

[4] شرح النووي، الصلاة، حديث: 401

[5] تفصیل کے لیے دیکھیے: ردالمحتار حاشيه درالمختار 68/1، كتاب المجموع شرح المهذب للنووي: 104/1 إيقاظ همم أُولي الألباب، ص: 72 إيقاظ همم أُولي الأبصار، ص: 113

کے محقق نے (404/5) ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے حرکت دینے کی وجہ بیان فرما دی ہے کہ یہ اللہ کی توحید کی طرف اشارہ کرتی ہے اور توحید شیطان کے لیے ناپسندیدہ چیز ہے اور اس (انگشت شہادت) کو حرکت دینا شیطان پر لوہے کی ضرب سے زیادہ سخت ہے، اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کا انکار کرنے کے بجائے آپ ﷺ کی پیروی کرے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

''تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔''[1]

نماز کے ارکان

نماز کے کچھ ارکان ہیں جن سے اس کی حقیقت وجود میں آتی ہے اور نماز کے دوران میں ان کو سرانجام دیا جاتا ہے۔ ان میں سے اگر کوئی رکن رہ جائے تو نماز کا شرعی وجود معتبر نہیں ہوگا۔ آئندہ سطور میں ان کی وضاحت ہے:

❀ **تکبیر تحریمہ:** نماز کے آغاز میں اللہ اکبر کہنا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ»

''طہارت نماز کی کنجی ہے، اس (نماز) میں (کلام والتفات وغیرہ کو) حرام کرنے والی تکبیر (اللہ اکبر کہنا) ہے اور (ان امور کو) حلال کرنے والی تسلیم (السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا) ہے۔''[2]

---

[1] صحیح البخاری، الأذان، باب الأذان للمسافرین إذا کانوا جماعة ......، حدیث: 631

[2] جامع الترمذی، الطهارة، باب ماجاء: [أن] مفتاح الصلاة الطهور، حدیث: 3

❀ فرض نمازوں میں قیام کرنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حَٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ وَقُومُواْ لِلَّهِ قَٰنِتِينَ ﴿٢٣٨﴾﴾

''نمازوں بالخصوص درمیان والی نماز (نماز عصر) کی حفاظت کرو اور اللہ کے لیے مطیع ہو کر کھڑے رہا کرو۔''[1]

البتہ نفلی نماز میں کھڑے ہونے کی قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلٰوةِ»

''بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کو آدھا ثواب ملتا ہے۔''[2]

جو آدمی فرائض میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ جیسے قدرت ہو نماز پڑھ سکتا ہے۔

❀ فرض اور نفل نمازوں کی ہر رکعت میں، سورۂ فاتحہ پڑھنا: نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»

''جس شخص نے (نماز میں) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں۔''[3]

❀ رکوع کرنا: اس کے فرض ہونے پر اجماع ہے۔ رکوع میں اس انداز سے جھک جانا کافی ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ البتہ اطمینان ضروری ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا حکم ہے:

«اِرْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا»

---

[1] البقرة 238:2

[2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائما وقاعداً ...... ، حديث: 735

[3] صحيح البخاری، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم ...... ، حديث: 756

”اطمینان سے رکوع کرو۔“[1]

❀ رکوع سے سر اٹھانا اور اطمینان سے کھڑا ہونا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا»

”پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔“[2]

❀ سجدہ کرنا اور پھر اطمینان سے سیدھا بیٹھنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا»

”پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔“[3]

اطمینان سے دونوں سجدے کرنا اور ان کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا، فرض اور نفل نماز کی ہر رکعت کا رکن ہے۔ جن اعضا پر سجدہ کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں: چہرہ، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ أَعْظُمٍ : عَلَی الْجَبْهَةِ۔ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلٰی أَنْفِهِ۔ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ»

”مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی، ناک کو ساتھ شامل کرنے کے لیے آپ ﷺ نے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے پنجوں پر۔“[4]

❀ نماز کے آخر میں بیٹھنا اور اس میں تشہد پڑھنا: آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، الأذان، باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم ......، حدیث: 757

[2] صحیح البخاری، الأذان، باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم ......، حدیث: 757

[3] صحیح البخاری، الأذان، باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم ......، حدیث: 757

[4] صحیح البخاری، الأذان، باب السجود علی الأنف، حدیث: 812

«فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ مِنْ آخِرِ سَجْدَةٍ، وَقَعَدْتَّ قَدْرَ التَّشَهُّدِ فَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُكَ»

''جب آپ آخری سجدہ سے سر اٹھائیں اور بقدر تشہد بیٹھ جائیں تو آپ کی نماز مکمل ہوگئی۔'' ①

❀ تسلیم: نماز کے آخر میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل سے ثابت ہے:

«مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ»

''نماز کی چابی طہارت ہے، اس (نماز) میں (کلام و التفات وغیرہ کو) حرام کرنے والی تکبیر (اللہ اکبر کہنا) ہے اور (ان امور کو) حلال کرنے والی تسلیم (السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا) ہے۔'' ②

نماز کی شرائط

نماز کی وہ شرائط جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور ان کو نماز سے پہلے پورا کرنا ضروری ہے، درج ذیل ہیں:

① نماز کے وقت کا علم ہو اور اس کے لیے ظن غالب ہی کافی ہے۔

---

① لم أجده بهذا السياق ولكن روى مثل ذلك في أبي داود، رقم: 970 وهو شاذ أيضاً كما قال الشيخ الألباني۔ اسی طرح نماز میں تشہد کے بعد درود پڑھنا اور درج ذیل دعا پڑھنا بھی ضروری ہے: [اَللّٰهُم إني أعوذبك من عذاب القبر وأعوذبك من عذاب ......]تفصیل کے لیے دیکھیے: نمازِ نبوی، ص:193- 197

② جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء: [أن]مفتاح الصلاة الطهور، حديث: 3

② حدث اصغر (عدم وضو) اور حدث اکبر (جنابت) سے طہارت حاصل کرنا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلٰوةً بِغَيْرِ طُهُورٍ»

''طہارت کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا۔''[1]

③ جسم، کپڑے اور نماز کی جگہ کو طاقت کے مطابق ظاہری نجاست سے پاک کرنا۔ اگر اسے دور کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔

④ ستر چھپانا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمۡ عِندَ كُلِّ مَسۡجِدٖ﴾

''اے آدم کے بیٹو! مسجد میں ہر حاضری کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔''[2]

زینت سے مراد ستر چھپانا اور مسجد سے مراد نماز ہے۔ مفہوم یہ ہوا کہ ہر نماز کے موقع پر اپنے ستر کو چھپاؤ۔ مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک اور عورت کا سارا جسم ستر ہے۔ چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا سارے جسم کو نماز میں چھپانا ضروری ہے۔ ایسے کپڑے پہننا واجب ہیں جو ستر کو چھپائیں۔ اگر لباس اس قدر باریک ہو کہ جسم کا رنگ نظر آئے تو ایسے لباس میں نماز نہیں ہوتی۔

⑤ قبلہ کی طرف متوجہ ہونا: قبلہ سے مراد بیت اللہ، (مسجد حرام) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِۚ وَحَيۡثُ مَا كُنتُمۡ فَوَلُّواْ وُجُوهَكُمۡ شَطۡرَهُۥ﴾

''آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو)! تم جہاں بھی ہو (نماز

---

① صحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، حديث: 224

② الأعراف 31:7

پڑھتے وقت) اپنے چہرے اس مسجد کی طرف پھیر لیا کرو۔"[1]

جس آدمی کے سامنے قبلہ ہو وہ بالکل اس کی طرف منہ کرے اور جس کے سامنے قبلہ نہ ہو وہ اس کی جہت کی طرف متوجہ ہو جائے کیونکہ یہی اس کی طاقت میں ہے۔

⑥ قبلہ کی طرف متوجہ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ صرف درج ذیل صورتوں میں قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری نہیں۔

- مسافر کا سواری پر نفلی نماز پڑھنا جائز ہے۔ وہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرے گا اور سجدہ کے لیے سر کو رکوع سے زیادہ نیچا کرے گا، اس کا قبلہ اسی طرف ہو گا جس طرف اس کی سواری، گاڑی، کشتی یا جہاز کا رخ ہو۔
- خوف زدہ، مجبور اور بیمار اگر قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز ہوں تو وہ غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

⑦ آدمی جو نماز پڑھنا چاہتا ہے، اس کی دل میں نیت کرے۔[2] نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى»

"تمام کام نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل

---

① البقرة 144:2

② فقه السنة: 271/1۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ الفاظ سے نیت کرنا علمائے مسلمین میں سے کسی کے نزدیک بھی مشروع نہیں، خود رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اس امت کے اسلاف و ائمۂ کرام میں سے کسی سے بھی نیت زبان سے ادا کرنا ثابت نہیں۔ عبادات، مثلاً: وضو، غسل، نماز، روزہ اور زکاۃ وغیرہ میں جو نیت واجب ہے، ائمہ مسلمین کے نزدیک بالاتفاق اس کی جگہ دل ہے۔ (الفتاوىٰ الكبرىٰ) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ ایسی بدعت ہے جس کا ایک ثبوت بھی رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح، ضعیف، مسند یا مرسل ثابت نہیں بلکہ صحابہ و تابعین سے بھی اس کا ثبوت نہیں اور ائمہ اربعہ میں سے بھی کسی نے اس کو مستحسن نہیں کہا۔ (زاد المعاد: 201/1)

ملے گا۔"[1]

نماز کے مسائل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

"نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔"[2]

«إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ»

"جب تم مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (نفل تحیۃ المسجد کے طور پر) پڑھا کرو۔"[3]

«لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا»

"قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔"[4]

«إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ، فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ»

"جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو پھر فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں۔"[5]

«أُمِرْتُ أَنْ لَّا أَكُفَّ ثَوْبًا»

---

[1] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 1

[2] صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة......، حديث: 631

[3] صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا دخل المسجد فليركع ركعتين، حديث: 444

[4] صحيح مسلم، الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، حديث: 972

[5] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن ......، حديث: 710

”مجھے حکم ملا ہے کہ (نماز میں) کپڑے نہ سمیٹوں۔“ [1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، نماز کی حالت میں آستین وغیرہ سمیٹنے کی ممانعت ہے۔

«أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا»

”اپنی صفیں سیدھی کرلو اور ساتھ مل جاؤ۔“ [2]

دوسری روایت میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ»

”ہم میں سے ہر ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملایا کرتا تھا۔“ [3]

«إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا»

”جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کے لیے دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ (آرام سے معمول کی چال) چلتے ہوئے آؤ۔ اور سکینت اختیار کرو، جو نماز کا حصہ امام کے ساتھ پالو، وہ پڑھ لو اور جو تم سے رہ جائے، اسے پورا کرلو۔“ [4]

«ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا»

---

[1] صحيح مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود، والنهى عن كف الشعر والثوب وعقص الرأس فى الصلاة ، حديث : 490

[2] صحيح البخارى، الأذان، باب إقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف ، حديث:719

[3] صحيح البخارى، الأذان، باب إلزاق المنكب بالمنكب، والقدم بالقدم فى الصف ، حديث : 725

[4] صحيح البخارى، الجمعة، باب المشى إلى الجمعة، حديث : 908

’’اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو۔‘‘[1]

«إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ»

’’جب سجدہ کرو تو اپنے ہاتھ زمین پر رکھ کر کہنیاں بلند رکھو۔‘‘[2]

«إِنِّي إِمَامُكُمْ، فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَلَا بِالسُّجُودِ»

’’میں تمھارا امام ہوں، چنانچہ رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے مجھ سے سبقت نہ کرو۔‘‘[3]

«أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلٰوةُ، فَإِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ»

’’قیامت کے دن ہر شخص کا سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر نماز صحیح ہوئی تو تمام اعمال صحیح ہو جائیں گے اگر نماز درست نہ ہوئی تو تمام اعمال فاسد اور ضائع ہو جائیں گے۔‘‘[4]

- پہلی سنتوں سے مراد وہ سنتیں ہیں جو فرض نماز سے پہلے پڑھی جائیں اور بعد کی سنتوں سے مراد وہ سنتیں ہیں جو فرض نماز کے بعد پڑھی جائیں۔
- نماز انتہائی اطمینان اور سکون سے پڑھیں، نگاہ سجدے کی جگہ پر رکھیں اور ادھر ادھر

---

① صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها......، حديث: 757

② صحيح مسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود ووضع الكفين على الأرض ......، حديث: 494

③ صحيح مسلم، الصلاة، باب تحريم سبق الإمام بركوع أو سجود و نحوهما، حديث: 426

④ مجمع الزوائد، الصلاة: 292/1، حديث: 1608 والمعجم الأوسط للطبراني: 504/1، حديث: 1859

مت دیکھیں۔

- امام کی قراءت سنیں تو خاموش رہیں اور جب قراءت نہ سنیں تو پھر قراءت کریں (البتہ سورۂ فاتحہ پڑھنا مقتدی کے لیے ہر حال میں ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی)
- جمعہ کی فرض نماز دو رکعتیں ہیں جو مسجد میں خطبہ کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔
- مغرب کے تین فرض ہیں، نماز فجر کی طرح دو رکعات ادا کریں اور جب التحیات سے فارغ ہو جائیں تو سلام پھیرے بغیر کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہہ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں، تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھیں اور پہلے کی طرح باقی رکعت مکمل کر کے سلام پھیر دیں۔
- ظہر، عصر اور عشاء کی نماز کے چار فرض ہیں، نماز فجر کی طرح دو رکعت ادا کریں پھر التحیات کے بعد کھڑے ہو جائیں اور دو رکعت اور ادا کریں جن میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھیں، پھر نماز مکمل کرنے کے بعد سلام پھیر دیں۔
- وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں اور تیسری علیحدہ پڑھیں [1] اور بہتر ہے کہ آپ تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے یا بعد میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھیں:

«اَللّٰھُمَّ! اھْدِنِی فِیمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِی فِیمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِی

---

[1] یہی طریقۂ وتر راجح ہے۔ صحیح البخاری، الوتر، باب القنوت قبل الرکوع، حدیث: 1001 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فی الوتر برکعة، حدیث: 1174 وصحیح ابن حبان، حدیث: 6781۔ تاہم ایک سلام سے بھی، درمیان میں تشہد کیے بغیر، پڑھنا جائز ہے۔ دارقطنی: 2/25-28 و ابن حبان، حدیث: 680۔ اسی طرح ایک وتر بھی پڑھنا جائز ہے۔ صحیح البخاری، حدیث 3765،3764 و ابن حبان حدیث: 681

فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ»

''یا اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کے زمرے میں شامل فرما جنھیں تو نے رشد و ہدایت سے نوازا ہے اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنھیں تو نے عافیت بخشی ہے اور جنھیں تو نے دوست بنایا ہے ان میں مجھے بھی شامل کر کے اپنا دوست بنا لے، اور جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے اس میں برکت ڈال دے اور جس شر و برائی کا تو نے فیصلہ کیا ہے اس سے مجھے محفوظ رکھ، یقیناً تو ہی فیصلہ صادر فرماتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس کا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل و خوار اور رسوا نہیں ہو سکتا اور وہ شخص عزت نہیں پا سکتا جسے تو دشمن کہے۔ اے ہمارے رب! تو (بڑا) ہی برکت والا اور بلند و بالا ہے۔''[1]

- اگر آپ مسجد میں آئے ہیں اور امام رکوع کی حالت میں ہے تو تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں مل جائیں اور اگر آپ امام کے سر اٹھانے سے قبل رکوع میں مل گئے تو آپ کی یہ رکعت ہو گئی لیکن اگر امام نے سر اٹھا لیا تو پھر یہ رکعت شمار نہیں ہو گی۔[2]

---

[1] سنن أبي داود، الوتر، باب القنوت في الوتر، حديث :1426,1425 و جامع الترمذي، الوتر، باب ماجاء في القنوت في الوتر، حديث :464

[2] امام کے ساتھ رکوع میں مل کر رکعت شمار کرنے والی رائے محل نظر ہے۔ مقتدی کو سورۂ فاتحہ کی تکمیل کر کے رکوع میں شامل ہونا چاہیے اور اگر سورۂ فاتحہ کو پورا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے اور یہ رکعت بعد میں پوری کر لے، کیونکہ رکوع میں ملنے والے کے دو رکن فوت ہو گئے ہیں ایک قیام اور دوسرا قراءت فاتحہ۔ اور کسی رکعت کا ایک رکن بھی فوت ہو جائے، تو وہ رکعت نہیں ہوتی تو پھر دو رکن فوت ہو جانے کے باوجود اس رکعت کا شمار کرنا کیسے صحیح ہو گا۔ واللہ أعلم

نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا وَجَدْتُمُ الْإِمَامَ سَاجِدًا فَاسْجُدُوا ، أَوْ رَاكِعًا فَارْكَعُوا ، أَوْ قَائِمًا فَقُومُوا ، وَلَا تَعْتَدُّوا بِالسُّجُودِ إِذَا لَمْ تُدْرِكُوا الرَّكْعَةَ»

''جب تم امام کو سجدے میں پاؤ تو تم بھی سجدہ کرو، یا اسے رکوع میں پاؤ تو تم بھی رکوع کرو، یا قیام میں پاؤ تو تم بھی قیام کرو اور اگر تم رکوع میں شامل نہ ہو سکو تو سجدوں کو (رکعت) شمار نہ کرو (وہ رکعت دوبارہ پڑھو)۔''[1]

❁ اگر ایک یا ایک سے زیادہ رکعتیں چھوٹ جائیں تو امام کے ساتھ نماز کے آخر تک متابعت کریں اور جب امام سلام پھیرے تو آپ اس کے ساتھ سلام نہ پھیریں بلکہ باقی رکعتوں کو پورا کرنے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔

❁ نماز میں تیزی نہ کریں کیونکہ اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز جلدی جلدی پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

«اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ... (فَقَالَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ :) عَلِّمْنِي يَارَسُولَ اللهِ! فَقَالَ : ... اِرْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ...»

''جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، حتی کہ اس نے تین بار ایسا کیا، بالآخر اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے نماز پڑھنا سکھا دیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو اور

---

[1] السنن الکبریٰ للبیهقی: 2/89 وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 1188

سجدے میں اطمینان سے رہو، پھر سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔''[1] (اسی طرح ساری نماز اطمینان سے ادا کرو)

❁ اگر نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب مثلاً تشہد رہ جائے یا رکعتوں کی تعداد میں شک ہو تو تھوڑی رکعتیں شمار کر کے نماز مکمل کریں اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کریں جنھیں سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

نماز میں مکروہ کام

نماز کی سنن میں سے کوئی سنت چھوڑنا، نمازی کے لیے ناپسندیدہ اور مکروہ سمجھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل چیزیں بھی مکروہ ہیں:

❀ کپڑے یا جسم کے ساتھ بلا مقصد مشغول رہنا، البتہ ضرورت کے وقت ایسا کرنا مکروہ نہیں ہوگا۔

❀ نماز میں کولھوں پر ہاتھ رکھنا۔

❀ آسمان کی طرف دیکھنا۔

❀ نماز کے آخر میں سلام کے وقت دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنا۔

❀ منہ ڈھانپنا اور کپڑا لٹکانا۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سدل کا مفہوم یہ ہے کہ کپڑے کو لٹکانا حتی کہ وہ زمین تک پہنچ جائے۔

کمال بن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بازوؤں کو آستین میں داخل کیے بغیر چوغہ پہننے پر بھی سدل (لٹکانا) کا اطلاق ہوتا ہے۔ نماز میں کپڑے اکٹھے کرنے، سمیٹنے اور آستینیں چڑھانے کی بابت ممانعت کی احادیث موجود ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم ...... ، حديث: 757 وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة ......، حديث: 397

❀ دل میں کھانے کی چاہت موجود ہو تو کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا۔ کیونکہ اس طرح دل کا میلان کھانے کی طرف رہے گا۔

❀ پیشاب اور پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز پڑھنا۔ اس حالت میں بھی آدمی دل جمعی سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

❀ نیند کے غلبہ کے موقع پر نماز (تہجد) پڑھنا۔

❀ امام کے سوا کسی کا مسجد میں نماز کے لیے جگہ مخصوص کرنا۔ [1]

نماز کو باطل کرنے والی چیزیں

درج ذیل امور سے نماز باطل اور اس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے:

❀ **قصداً کھانا اور پینا:** امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے فرض نماز میں قصداً کھایا یا پیا وہ نماز دوبارہ پڑھے۔ جمہور علماء کے نزدیک نفلی نماز کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ جو چیز فرض نماز کو باطل کر دیتی ہے وہی چیز نفل نماز کو بھی ضائع کر دیتی ہے۔

❀ **نماز میں ارادتاً کلام کرنا:** حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نماز میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے، حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ ......﴾ ''نمازوں کی حفاظت کرو اور خاص کر درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہو۔'' پھر ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے:

---

① فقہ السنة : 271/1

② صحیح البخاری، العمل فی الصلاة، باب استعانة الید فی الصلاة ......، حدیث: 1200

«إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلاً»

''یقیناً نماز میں مشغولیت ہے۔'' (جو کلام کرنے سے روکتی ہے۔) [1]

❁ **بغیر عذر، قصد وارادہ سے نماز کی کوئی شرط یا رکن چھوڑ دینا:** کیونکہ نبی ﷺ نے نماز کو تیزی سے ادا کرنے والے اعرابی کو فرمایا تھا:

«اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»

''جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' [2]

معلوم ہوا کہ نماز میں اطمینان وسکون رکن ہے جس کو اعرابی نے چھوڑ دیا تھا۔

❁ **نماز میں عمل کثیر:** عمل کثیر وہ کام ہوگا جس سے دیکھنے والا یہ خیال کرے کہ یہ کام کرنے والا نماز کی حالت میں نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کام جنس نماز سے ہے اور ہے بھی زیادہ تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ نماز کو توڑ دے گا اور اگر تھوڑا ہے تو اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اس سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ تھوڑا کام جس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، مثلاً اشارے سے سلام کا جواب دینا، جوتا اتارنا، چھوٹے بچے کو اٹھانا اور نیچے بٹھانا، آگے سے گزرنے والے کو روکنا اور کپڑے میں تھوکنا وغیرہ ہے۔

❁ **نماز میں ہنسنا اور مسکرانا:** امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ہنسنے سے نماز باطل ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے وہ شخص مراد لیا جائے گا جس سے ہنستے ہوئے دو حرف ظاہر اور بلند آواز سے ادا ہو جائیں۔

---

① صحیح البخاری، العمل فی الصلاۃ، باب ما ینھی من الکلام فی الصلاۃ، حدیث: 1199

② صحیح البخاری، الأذان، باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم ......، حدیث: 757

اکثر علماء کا قول ہے کہ مسکرانے میں کوئی حرج نہیں اگر اس (ہنسنے والے) پر ہنسی غالب آ گئی اور وہ اس کو روک نہ سکا تو پھر دو صورتیں ہیں، اگر ہنسی کم ہے تو نماز باطل نہیں ہو گی اور اگر ہنسی زیادہ ہے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ قلت و کثرت کا اعتبار عرف سے ہو گا۔ [1]

نمازِ صبح کا طریقہ

- پہلی رکعت: دل میں، فجر کی دو رکعتیں پڑھنے کی نیت کریں، نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔
- قبلہ رخ کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور اللہ اکبر کہیں۔
- دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں:

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ»

''اے اللہ تو پاک ہے، (ہم) تیری تعریف کے ساتھ (تیری پاکی بیان کرتے ہیں) اور تیرا نام (بڑا ہی) بابرکت ہے، تیری بزرگی بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' [2]

اس کے علاوہ کئی اور دعائیں بھی صحیح احادیث سے ثابت ہیں وہ بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ اس کے بعد تعوّذ اور بَسْمَلَه آہستہ آواز سے پڑھیں۔ تعوذ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

«أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ»

---

[1] فقه السنة: 27/1

[2] سنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح ......، حديث: 775

''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو (ہر آواز کو) سننے والا (اور ہر چیز کو) جاننے والا ہے، مردود شیطان (کے شر) سے، اس کے خطرے سے، اس کی پھونکوں سے اور اس کے جادو سے۔''[1]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

''میں اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بے حد مہربان ہے۔''

پھر سورۃ الفاتحہ پڑھیں:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾﴾

''تمام تعریفیں جہانوں کے رب کے لیے ہیں جو نہایت رحم کرنے والا، بے حد مہربان ہے۔ بدلے کے دن کا مالک ہے۔ (اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا، جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔''[2] (ہماری اس دعا کو قبول فرما۔)

پھر سورۂ اخلاص یا اس کے علاوہ جو قرآن سے پڑھنا آسان ہو، پڑھیں:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اللَّهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ

---

[1] سنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح ...... ، حديث: 775

[2] الفاتحة 1:1-7

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾﴾

''کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔''[1]

❀ اس کے بعد دونوں ہاتھ (کانوں تک) اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہیں اور رکوع کریں۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں اور تین بار یہ دعا پڑھیں:

«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»

''میرا رب عظیم (ہر عیب سے) پاک ہے۔''[2]

اس کے علاوہ کئی اور دعائیں بھی صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور وہ بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

❀ پھر اپنا سر اٹھائیں اور ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے پڑھیں:

«سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ»

''اللہ نے سن لی جس نے اس کی تعریف کی، اے ہمارے رب! تیرے ہی واسطے تعریف ہے۔''[3]

❀ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کریں اور ہتھیلیاں، گھٹنے، پیشانی، ناک اور دونوں پاؤں کی انگلیاں اس طرح زمین پر رکھیں کہ ان کا رخ قبلہ کی جانب ہو اور کہنیوں کو زمین پر ٹکائیں نہ پہلوؤں سے ملائیں، بلکہ زمین سے اونچی اور پہلوؤں سے الگ اور کشادہ رکھیں اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں، تین سے زیادہ مرتبہ بھی پڑھ سکتے ہیں:

---

① الإخلاص 112:1-4

② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث: 772

③ صحيح البخاري، الأذان، باب فضل اللهم ربنا لك الحمد، حديث: 796

«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى»

''میرا بلند پروردگار (ہر عیب سے) پاک ہے۔''[1]

اس کے علاوہ کئی اور دعائیں بھی ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ وہ بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھائیں اور دونوں ہاتھ گھٹنوں یا رانوں پر رکھ کر یہ دعا پڑھیں:

«اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي»

''اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت سے رکھ، مجھے ہدایت دے اور مجھے روزی عطا کر۔''[2]

- دوبارہ اللہ اکبر کہتے ہوئے پہلے سجدے کی طرح سجدہ کریں اور وہی دعائیں پڑھیں جن کا پہلے ذکر گزر چکا ہے۔
- دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر بائیں پاؤں پر بیٹھ جائیں جبکہ دائیں پاؤں کی انگلیاں سیدھی کھڑی ہوں۔ (اس حالت کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں)

پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوکر تعوذ، بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کوئی چھوٹی سورت یا جو کچھ قرآن سے پڑھنا آسان ہو پڑھیں۔[3]

پھر اسی طرح رکوع اور سجدہ کریں جس طرح پہلی رکعت کی کیفیت میں گزر چکا ہے، دوسرے سجدے سے اٹھ کر بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں۔[4]

---

[1] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث: 772

[2] سنن أبي داود، الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين، حديث: 750

[3] تعوذ ہر رکعت میں پڑھنا ضروری نہیں صرف پہلی رکعت والے پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔

[4] آخری تشہد کی مزید وضاحت: آخری قعدے یا تشہد میں (چاہے وہ دو رکعت کے بعد ہو یا تین رکعت کے ◄◄

اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کر کے گھٹنے پر رکھیں اور انگشت شہادت کو حرکت دیتے ہوئے یہ دعائیں (التحیات اور درود شریف پڑھیں):

«اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ»

''(میری ساری) قولی، بدنی اور مالی عبادت صرف اللہ کے لیے خاص ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلامتی اور برکتیں ہوں اور ہم پر اور اللہ کے (دوسرے) نیک بندوں پر (بھی) سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''[1]

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ»

''اے اللہ! رحمت فرما محمد (ﷺ) پر اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی

◀◀ بعد یا چار رکعت کے بعد) تورّك کرنا ضروری ہے، یعنی نمازی دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھے کہ انگلیاں قبلے کی طرف ہوں، اور اپنے بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے نکالے اور بائیں کولھے پر بیٹھ جائے۔ (سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حديث: 730) نبیٔ کریم ﷺ آخری تشہد میں اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب التشهد في الآخرة، حديث: 831

ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ یاالٰہی برکت فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد پر جس طرح تو نے برکت فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔''[1]

❁ پھر یہ دعا پڑھیں:

«اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَعُوذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ»

''یاالٰہی! میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذاب قبر سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں دجال کے فتنے سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں موت وحیات کے فتنے سے، یاالٰہی! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''[2]

اس کے علاوہ کئی اور دعائیں بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور وہ بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

❁ پھر دائیں اور بائیں طرف چہرہ پھیرتے ہوئے کہیں:

«اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ»[3]

❁ سلام پھیرنے کے بعد درج ذیل ذکر کرنا سنت ہے: آیۃ الکرسی، معوذات، تسبیحات اور مسنون دعائیں جیسا کہ اَللّٰھُمَّ أَعِنِّی عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ اس کے علاوہ دیگر مسنون دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

---

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب: 10، حدیث: 3370

② صحیح البخاری، الأذان، باب الدعاء قبل السلام، حدیث: 832

③ سنن أبی داود، الصلاۃ، باب فی السلام، حدیث: 996

نماز کی ابتدائی اور اختتامی دعائیں

❁ نبی اکرم ﷺ نماز کی ابتدا مندرجہ ذیل دعاؤں سے کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ! نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ! اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ»

''اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری ڈال دے جیسے تو نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری رکھی ہے، اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح پاک کر جیسے کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔''[1]

«اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْلِي ذُنُوبِي جَمِيعًا، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ، لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ»

''اے اللہ! تو ہی بادشاہ اور مالک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا، اور میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں، پس میرے سارے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب ما يقول بعد التكبير، حديث: 744

نہیں، اور بہترین اخلاق کی طرف میری راہنمائی فرما۔ تیرے سوا اچھے اخلاق کی طرف رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں اور برے اخلاق سے مجھے بچا، تیرے سوا برے اخلاق سے بچانے والا کوئی نہیں۔"[1]

❁ آپ ﷺ نماز کے اختتام پر یہ دعائیں مانگتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ»

"اے اللہ! میں عذابِ جہنم، عذابِ قبر، موت و حیات کے فتنے اور مسیح دجال کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"[2]

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ»

"اے اللہ! میں نے جو اعمال کیے ہیں ان کے شر سے اور جو اعمال نہیں کیے ان کے شر سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[3]

مریض کے لیے نماز کی فرضیت

مسلمان بھائیو! بیماری کی حالت میں بھی نماز مت چھوڑو کیونکہ نماز اس حالت میں بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو مجاہدین پر جنگ کے دوران میں بھی نماز فرض قرار دی ہے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ بیمار شخص کے لیے نماز دلی سکون کا باعث ہے جو اسے جلد

---

① صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب صلاة النبی ﷺ و دعائه باللیل، حدیث: 771
② صحیح مسلم، المساجد، باب ما یستعاذ منه فی الصلاة، حدیث: 588
③ سنن النسائی، السهو، باب التعوذ فی الصلاة، حدیث: 588

شفایاب ہونے میں مدد دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ ﴾

''اور (رنج و تکلیف میں) صبر اور نماز کے ساتھ مدد لیا کرو۔''[1]

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

«يَابِلَالُ! أَقِمِ الصَّلٰوةَ أَرِحْنَا بِهَا»

''اے بلال! نماز کے لیے اقامت کہو تا کہ ہم نماز قائم کر کے سکون حاصل کر سکیں۔''[2]

بیمار شخص کے لیے نماز ترک کر کے، نافرمان ہو کر مرنے سے بہتر ہے کہ وہ دنیا سے نماز ادا کرتا ہوا رخصت ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے مریض کی سہولت کے پیش نظر وضو اور استنجا کے لیے پانی استعمال نہ کر سکنے کی صورت میں تیمّم کرنے کی اجازت دی ہے تا کہ وہ نماز نہ چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَٱطَّهَّرُوا۟ ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ أَوْ لَٰمَسْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا۟ مَآءً فَتَيَمَّمُوا۟ صَعِيدًا طَيِّبًا فَٱمْسَحُوا۟ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝٦ ﴾

''اور اگر تم بیمار ہو یا کسی سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تمھیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح، یعنی تیمّم کر لو اور اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ

---

[1] البقرة 45:2

[2] سنن أبي داود، الأدب، باب في صلاة العتمة ، حديث :4985

یہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تا کہ تم شکر کرو۔‘‘[1]

مریض نماز کیسے ادا کرے؟

❀ مریض کے لیے واجب ہے کہ فرض نماز کو کھڑا ہو کر ادا کرے، خواہ اس کے لیے اسے جھکنا پڑے یا بوقت ضرورت کسی دیوار یا عصا کا سہارا لینا پڑے۔

❀ اگر مریض کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر پڑھ لے اور افضل یہ ہے کہ قیام اور رکوع کی حالت میں چوکڑی مار کر بیٹھے۔

❀ اگر اسے بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو قبلہ رخ لیٹ کر پڑھ لے، دائیں جانب لیٹ کر پڑھنا افضل ہے، اگر قبلہ رخ متوجہ ہونا ممکن نہ ہو تو جس طرف منہ کرنا ممکن ہو، نماز پڑھ لے، اس کی نماز صحیح ہوگی اور اعادہ بھی لازم نہ ہوگا۔

❀ اگر پہلو کے بل لیٹنا ممکن نہ ہو تو چت لیٹ کر پڑھ لے، دونوں پاؤں قبلہ رخ کرے۔ اور افضل یہ ہے کہ سر تھوڑا سا اونچا کر لے تا کہ وہ قبلہ رخ ہو اور اگر پاؤں کو قبلہ رخ کرنا ممکن نہ ہو تو جیسے ممکن ہو اس طرح پڑھ لے، اس صورت میں اعادہ بھی لازم نہ ہوگا۔

❀ مریض کے لیے بھی نماز میں رکوع وسجدہ واجب ہے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو سر کے اشارہ کے ساتھ رکوع وسجدہ کرے، سجدہ میں رکوع کی نسبت سر کو زیادہ جھکائے، اگر رکوع ممکن ہو تو رکوع کرے اور سجدہ اشارے کے ساتھ کرے اور اگر سجدہ ممکن ہو تو سجدہ کرے اور رکوع اشارے سے کر لے۔

❀ اگر رکوع وسجود سر کے اشارے سے ممکن نہ ہوں تو دونوں آنکھوں سے اشارہ کر لے،

---

[1] المائدۃ 6:5

رکوع کے لیے آنکھوں کو تھوڑا لیکن سجدہ کے لیے زیادہ بند کر لے۔ بعض مریض جو انگلی سے اشارہ کرتے ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے، کتاب وسنت اور اہل علم کے اقوال سے اس کی کوئی اصل معلوم نہیں ہو سکی۔

❀ اگر سر یا آنکھ کے ساتھ اشارہ کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں نماز پڑھ لے، تکبیر کہے اور نماز شروع کر دے اور رکوع، سجود، قیام اور قعود کی دل میں نیت کر لے۔ وَلِكُلِّ امْرِىءٍ مَّا نَوىٰ۔

❀ مریض کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ نماز وقت پر ادا کرے اور مقدور بھر کوشش کر کے تمام واجبات کو پورا کرے۔ اگر ہر نماز کو وقت پر ادا کرنا اس کے لیے مشکل ہو تو ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھ لے اور جس طرح اس کے لیے آسانی ہو جمع تقدیم یا جمع تاخیر دونوں طرح جائز ہے لیکن فجر کی نماز تنہا پڑھی جائے گی، اسے کسی اگلی یا پچھلی نماز کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں۔

❀ اگر مریض مسافر ہو اور اپنے شہر کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں علاج کروا رہا ہو تو اسے نماز قصر پڑھنی چاہیے، چنانچہ چار رکعت والی نماز، دو رکعت پڑھے جیسا کہ ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں ہیں، اور یہ رخصت علاج مکمل ہونے کے بعد اپنے شہر واپس آنے تک ہے چاہے مدت علاج طویل ہو یا کم۔

نماز کی فضیلت اور ترکِ نماز کی وعید

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾﴾

”اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ جنتوں میں عزت و اکرام

سے ہوں گے۔''[1]

﴿وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ ۖ إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۗ﴾

''نماز قائم کرو، کوئی شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔''[2]

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ ٱلَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾﴾

''ان نمازیوں کے لیے تباہی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔''[3]

﴿قَدْ أَفْلَحَ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ ٱلَّذِينَ هُمْ فِى صَلَاتِهِمْ خَٰشِعُونَ ﴿٢﴾﴾

''یقیناً مومن کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازیں خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں۔''[4]

﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلشَّهَوَٰتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾﴾

''پھر ان کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے، سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔''[5]

رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

«أَرَأَيْتُم لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَّا تَقُولُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ؟ قَالُوا: لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا، قَالَ: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا»

''بھلا مجھے بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر بہتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟

---

[1] المعارج 70:34-35 [2] العنکبوت 29:45
[3] الماعون 107:4-5 [4] المؤمنون 23:1-2 [5] مریم 19:59

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔''[1]

نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»

''وہ عہد جو ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان ہے، نماز ہے۔ پس جس نے نماز چھوڑ دی، اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔''[2]

اور ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ، تَرْكُ الصَّلٰوةِ»

''آدمی اور شرک و کفر کے درمیان فرق ترکِ نماز کی وجہ سے ہے۔''[3]

نماز کس پر فرض ہے؟

نماز ہر مسلمان، بالغ اور عاقل پر فرض ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلٰى عَقْلِهِ حَتّٰى يُفِيقَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ»

''تین افراد سے قلم اٹھا لیا گیا ہے (ان کے اعمال لکھے نہیں جاتے:) دیوانہ جس کی عقل پر پردہ پڑ چکا ہو حتی کہ وہ درست ہو جائے، سویا ہوا فرد حتی کہ وہ بیدار ہو جائے

---

① صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب: الصلوات الخمس كفارة، حديث: 528

② جامع الترمذي، الإيمان، باب ماجاء في ترك الصلاة، حديث: 2621

③ صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة، حديث: 82

اور بچہ حتی کہ بالغ ہو جائے۔''[1]

جب بچہ اور بچی سات سال کے ہو جائیں تو والدین ان کو نماز کا حکم دیں اور نماز کا طریقہ سکھائیں۔ جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز چھوڑنے پر ان پر سختی کریں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب وہ بالغ ہو جائیں گے تو نماز کے عادی بن چکے ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمُ الصَّلٰوةَ إِذَا بَلَغُوا سَبْعًا، وَّاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا إِذَا بَلَغُوا عَشْرًا، وَّفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»

''بچے سات سال کے ہو جائیں تو تم ان کو نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں اس (نماز میں کوتاہی کرنے) پر ان کی گوشمالی کرو اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔''[2]

نماز جمعہ اور جماعت کی فرضیت

نماز جمعہ اور جماعت درج ذیل دلائل کی بنا پر مردوں پر واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوۡمِ ٱلۡجُمُعَةِ فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلۡبَيۡعَۚ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ٩﴾

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت (دنیا کے کام) چھوڑ دو، اگر تم سمجھو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔''[3]

---

[1] سنن أبي داود، الحدود، باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا، حديث :4401

[2] مجمع الزوائد، الصلاة، باب في أمر الصبي بالصلاة :294/1، حديث :1626

[3] الجمعة 9:62

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ»

''جو شخص سستی، حقارت اور معمولی سمجھتے ہوئے تین جمعے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر (گمراہی کی) مہر لگا دیتا ہے۔''[1]

آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ فِتْيَتِي فَيَجْمَعُوا حُزَمًا مِّنْ حَطَبٍ، ثُمَّ آتِيَ قَوْمًا يُّصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ»

''میں نے ارادہ کیا کہ اپنے جوانوں کو لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو کسی عذر کے بغیر اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں (اور انھیں کوئی بیماری نہیں ہے) تو میں ان سمیت ان کے گھروں کو جلا دوں۔''[2]

نبی کریم ﷺ نے مزید فرمایا:

«مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ، فَلَا صَلٰوةَ لَهُ، إِلَّا مِنْ عُذْرٍ»

''جو شخص اذان سنے اور اس پر لبیک نہ کہے تو اس کی نماز نہیں ہوتی الا یہ کہ کوئی (شرعی) عذر ہو۔''[3]

نماز باجماعت کی اہمیت اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے:

''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا آدمی آیا۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے

---

[1] سنن أبی داود، الصلاۃ، باب التشدید فی ترک الجمعة، حدیث : 1052 وجامع الترمذی، الجمعة، باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر ، حدیث : 500

[2] صحیح مسلم، المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعة، حدیث :652,651 وسنن أبی داود، الصلاۃ، باب التشدید فی ترک الجماعة، حدیث :549 واللفظ له

[3] سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعة، حدیث : 793

میرے پاس کوئی معاون نہیں جو مجھے مسجد لے جا سکے، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کرتا ہے تو آپ ﷺ اسے اجازت دے دیتے ہیں، جب جانے لگتا ہے تو آپ ﷺ دریافت کرتے ہیں: ''کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو۔'' اس نے جواب دیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اس کی آواز پر لبیک کہو۔''[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ کل (روز قیامت) اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملے تو اسے چاہیے کہ جب بھی پانچوں نمازوں کے لیے منادی ہو تو وہ نماز باجماعت کی پابندی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی کو ہدایت کے راستے بتائے ہیں اور نمازوں کا باجماعت اہتمام انھی ہدایت یافتہ طریقوں میں سے ہے۔ اگر تم نے بھی پیچھے رہنے والوں کے مانند گھر میں نماز پڑھنا شروع کر دی تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ بیٹھو گے۔ اور جب تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ بیٹھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور ہم (عہد نبوی میں) دیکھا کرتے تھے کہ پکے منافق کے سوا کوئی دوسرا آدمی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا۔ حتی کہ بیمار آدمی کو بھی دو آدمیوں کے سہارے لایا جاتا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔''[2]

نماز جمعہ اور جماعت کی فضیلت

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غسل کیا اور پھر جمعہ پڑھنے آیا، توفیق کے مطابق نماز پڑھی، پھر امام کے فارغ ہونے تک خاموشی سے خطبہ سنتا رہا، پھر امام کے ساتھ

---

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب يجب إتيان المسجد على من سمع النداء، حديث: 653

[2] صحيح مسلم، المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى، حديث: 654

جمعہ کی نماز پڑھی تو اس کے (اس) جمعہ سے لے کر (آنے والے) جمعہ تک بلکہ تین دن مزید تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اور جس نے دوران خطبہ میں کنکریوں کو ہاتھ لگایا، اس نے لغو کام کیا۔''[1]

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً ، وَّمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً ، وَمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ ، وَمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً ، وَمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ»

''جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت طرح اہتمام سے غسل کرے، پھر نماز کے لیے جائے تو ایسا ہے جیسا کہ ایک اونٹ کی قربانی دی ہو اور جو شخص دوسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے گائے کی قربانی دی، اور جو تیسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی دی، اور جو چوتھی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے مرغی قربان کی اور جو پانچویں گھڑی میں جائے تو اس کو ایک انڈے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے، پھر جب امام خطبہ کے لیے آ جاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے کے لیے مسجد میں حاضر ہو جاتے ہیں۔''[2]

---

[1] صحیح مسلم، الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت فی الخطبة، حدیث: 857

[2] صحیح البخاری، الجمعة، باب فضل الجمعة، حدیث: 881 وصحیح مسلم، الجمعة، باب الطیب والسواك یوم الجمعة، حدیث: 750 قبل: 851

آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ»

''جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی تو وہ ایسے ہے، جیسے اس نے آدھی رات قیام کیا، اور جس نے فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا کی تو ایسے ہے، جیسے اس نے ساری رات قیام کیا ہو۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کے اکیلے گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے سے بیس سے زائد درجہ ثواب کا باعث ہے کیونکہ جب کوئی (نمازی) وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر وہ مسجد میں آتا ہے اور صرف نماز کی خاطر اٹھتا ہے، صرف نماز ہی کا ارادہ کرتا ہے، تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے بدلے میں اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ اسی طرح مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے، وہ نماز میں سمجھا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی ایک جب تک اپنی نماز پڑھنے والی جگہ پر رہتا ہے فرشتے اس کے حق میں یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحم فرما، اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جب تک وہ کسی کو ایذا نہیں پہنچاتا یا بے وضو نہیں ہو جاتا۔''[2]

---

[1] صحیح مسلم، المساجد، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، حدیث: 656

[2] صحیح مسلم، المساجد، باب فضل الصلاۃ المکتوبۃ فی جماعۃ، حدیث: 649

آدابِ جمعہ

- جمعہ کے روز غسل کریں، ناخن تراشیں، خوشبو لگائیں اور وضو کے بعد صاف ستھرے کپڑے پہنیں۔
- کچا پیاز یا لہسن کھائیں نہ سگریٹ پئیں۔ اور مسواک، منجن یا ٹوتھ پیسٹ کے ذریعے سے اپنا منہ اور دانت صاف کریں۔
- رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کریں اگرچہ امام خطبہ دے رہا ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا»

''تم میں سے جب کوئی دوران خطبہ مسجد میں آئے تو ہلکی سی دو رکعتیں پڑھے۔''[1]

- امام کا خطبہ سننے کے لیے خاموشی سے بیٹھ جائیں اور باتیں نہ کریں۔
- دل میں نیت کرتے ہوئے امام کے پیچھے جمعہ کے دو فرض ادا کریں۔
- نماز جمعہ کے بعد مسجد میں چار یا گھر میں دو رکعتیں پڑھیں اور یہی بہتر ہے۔
- اس دن نبی اکرم ﷺ پر باقی دنوں کی نسبت زیادہ درود و سلام پڑھیں۔
- جمعہ کے روز زیادہ سے زیادہ دعائیں کریں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ يَّسْأَلُ اللهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ»

---

[1] صحيح مسلم، الجمعة، باب التحية والإمام يخطب، حديث: 875

''جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو مسلمان اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے۔''[1]

نماز جنازہ کا طریقہ

نماز جنازہ پڑھنے والا دل میں اس کی نیت کرے اور پھر چار تکبیریں کہے:

- پہلی تکبیر کے بعد ''أَعُوذُ بِاللّٰه '' اور'' بِسْمِ اللّٰه '' پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے۔
- دوسری تکبیر کے بعد نماز والا درود ابراہیمی پڑھے۔
- تیسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ سے ثابت شدہ دعائیں پڑھے، ان میں سے ایک یہ ہے:

«اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا ، وَشَاهِدِنَا ، وَغَائِبِنَا ، وَصَغِيرِنَا ، وَكَبِيرِنَا ، وَذَكَرِنَا ، وَأُنْثَانَا ، اَللّٰهُمَّ! مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ ، اَللّٰهُمَّ! لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ»

''اے اللہ! ہمارے زندہ اور مردہ، حاضر اور غائب، چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورت کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے موت دے، اسے ایمان پر فوت کر۔ اے اللہ! ہمیں اس (میت) کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈال۔''[2]

- چوتھی تکبیر کے بعد حسب منشا دعا کرے اور پھر دائیں طرف سلام پھیر دے۔

---

[1] صحیح البخاری، الجمعة، باب الساعة التی فی الجمعة، حدیث : 935 وصحیح مسلم، الجمعة، باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة، حدیث :852 واللفظ له

[2] سنن أبی داود، الجنائز، باب الدعاء للمیت، حدیث :3201 وسنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فی الدعاء فی الصلاة علی الجنازة، حدیث :1498واللفظ له

موت ایک نصیحت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَـٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾﴾

''ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور تمھیں قیامت کے دن تمھارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ تو جو شخص آتش جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔''[1]

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تَزَوَّدْ لِلَّذِي لَابُدَّ مِنْهُ
فَإِنَّ الْمَوْتَ مِيقَاتُ الْعِبَادِ

وَتُبْ مِمَّا جَنَيْتَ وَأَنْتَ حَيٌّ
وَكُنْ مُتَنَبِّهًا قَبْلَ الرُّقَادِ

سَتَنْدَمُ إِنْ رَّحَلْتَ بِغَيْرِ زَادٍ
وَتَشْقَى إِذْ يُنَادِيكَ الْمُنَادِ

أَتَرْضَى أَنْ تَكُونَ رَفِيقَ قَوْمٍ
لَهُمْ زَادٌ، وَّأَنْتَ بِغَيْرِ زَادِ

---

[1] آل عمران 3:185

''اس موت کی تیاری کا سامان کرو جو ہر شخص کو لامحالہ اپنے وقت پر آنے والی ہے۔ اور جو گناہ کر چکے ہو زندگی ہی میں ان سے توبہ کرلو اور موت سے قبل ہی ہوشیار ہو جاؤ۔ اگر تم بغیر زادِ راہ کے نکل پڑے تو شرمندگی ہوگی اور جب آواز دینے والا آواز دے گا تو بدبختی کا سامنا ہوگا۔ کیا تم بغیر زادِ راہ کے ایسے لوگوں کا ہم سفر ہونا چاہتے ہو جو اپنا زادِ راہ ساتھ لے چکے ہیں۔''

عیدگاہ میں نمازِ عیدین کی ادائیگی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ»

''نبی کریم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ جاتے تو وہاں سب سے پہلے نماز پڑھتے۔''[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلتَّكْبِيرُ فِي الْفِطْرِ سَبْعٌ فِي الْأُولٰى، وَخَمْسٌ فِي الْآخِرَةِ، وَالْقِرَاءَةُ بَعْدَهُمَا كِلْتَيْهِمَا»

''نماز عید الفطر میں تکبیریں پہلی رکعت میں سات ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ اور قراءت ان تکبیروں کے بعد ہے۔''[2]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

① صحيح البخاري، العيدين، باب الخروج إلى المصلىٰ بغير منبر، حديث: 956

② سنن أبي داود، الصلاة، باب التكبير في العيدين، حديث: 1151

«أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى: اَلْعَوَاتِقَ، وَالْحُيَّضَ، وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلٰوةَ، وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! إِحْدَانَا لَا يَكُونُ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ: لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا»

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے لیے آزاد، حیض والی عورتوں اور پردہ نشین کنواری لڑکیوں کو لے کر جائیں لیکن حائضہ عورتیں نماز سے دور رہیں تاکہ وہ بھی اس خیر و برکت کے اجتماع اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو سکیں۔'' حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کسی کے پاس اوڑھنی نہ ہو (تو پھر وہ کیسے عیدگاہ میں جائے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی کسی بہن کو چاہیے کہ وہ اسے اپنی اوڑھنی اوڑھا دے۔''[1]

نماز عیدین دو رکعت پڑھنا مشروع ہے جس میں نمازی پہلی رکعت کے شروع میں سات اور دوسری رکعت کے شروع میں پانچ تکبیریں کہے، پھر سورۂ فاتحہ اور قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھے۔

نماز عید، مدینہ کے نزدیک عیدگاہ میں ادا کی جاتی تھی جس کی طرف رسول اللہ ﷺ جایا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ بچے، عورتیں، دوشیزائیں حتی کہ حائضہ عورتیں بھی جایا کرتی تھیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ نماز عید کے لیے عیدگاہ جانا ضروری

[1] صحيح البخاري، العيدين، باب إذا لم يكن لها جلباب في العيد، حديث: 980 وصحيح مسلم، صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء ...... حديث: 890 واللفظ له

ہے اور مسجد میں نماز عید پڑھنا صرف مجبوری کی حالت میں جائز ہے۔[1]

[1] فتح الباری :580/2

عیدالاضحیٰ میں قربانی کرنے کی تاکید

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا ، أَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ ، فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا ، وَمَنْ نَّحَرَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ ، فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ»

''آج (عید) کے دن پہلا کام جو ہم کریں گے وہ یہ کہ نماز پڑھیں گے، پھر واپس جا کر قربانی کریں گے۔ تو جس نے ایسا کیا اس نے ہمارے طریقے کو پا لیا اور جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی تو اس کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ اس نے تو اہل خانہ کو گوشت مہیا کیا ہے۔''[1]

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَآ أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلٰى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً»

''اے لوگو! ہر سال ہر گھر پر قربانی کرنا ضروری ہے۔''[2]

[1] صحيح البخاری، العيدين، باب الخطبة بعد العيد، حديث :965 وصحيح مسلم، الأضاحی، باب وقتها ، حديث :1961

[2] سنن أبی داود، الضحايا، باب ماجاء فی إيجاب الأضاحی، حديث :3788 و سنن النسائی، الفرع والعتيرة، باب لا فرع ولا عتيرة، حديث :4229 و سنن ابن ماجه، الأضاحی ، باب الأضاحی واجبة هی أم لا ؟ حديث :3125

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ وَّجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا»

''جو شخص استطاعت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔''[1]

امامت کے مسائل

نبی ﷺ نے فرمایا:

«يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا، وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ»

''قوم کی امامت وہ کرائے جو قرآن سب سے زیادہ جانتا ہو اور اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو پھر امامت وہ کرائے جو سنت کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔ اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو پھر امامت وہ کرائے جس نے سب سے پہلے (مدینہ کی طرف) ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو پھر امامت وہ کرائے جو سب سے پہلے مسلمان ہوا۔ اور بلا اجازت کوئی شخص کسی کی جگہ امامت نہ کرائے اور نہ کسی کے گھر میں صاحب خانہ کی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔''[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بادشاہ اور گھر کا مالک یا امیر مجلس امامت کے زیادہ حق دار

[1] مسند أحمد: 321/2

[2] صحيح مسلم، المساجد، باب من أحق بالإمامة؟، حديث: 673

ہیں۔البتہ وہ اجازت دے دیں تو اور بات ہے۔

مسئلہ امامت میں درج ذیل باتیں توجہ طلب ہیں:

- سمجھ دار بچہ امامت کرا سکتا ہے۔حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے چھ یا سات سال کی عمر میں اپنی قوم کی امامت کرائی تھی کیونکہ ان کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔ ①
- نابینے کی امامت درست ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا وہ لوگوں کی امامت کراتے رہے، حالانکہ وہ نابینا تھے۔ ②
- فرض نماز پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اور نفلی نماز پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی امامت کرا سکتا ہے۔اس کی دلیل یہ ہے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے اور پھر جا کر اپنی قوم کو وہی (عشاء کی) نماز پڑھاتے۔سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی نماز نفل اور لوگوں کی فرض نماز ہوتی تھی۔" ③
- تیمّم کر کے نماز پڑھائی جا سکتی ہے۔سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تیمّم کر کے نماز پڑھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے درست قرار دیا۔ ④
- مسافر بھی امامت کرا سکتا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ والوں کو مغرب کی نماز کے سوا دیگر نمازیں دو دو رکعتیں پڑھائیں، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

"مکہ والو! کھڑے ہو کر دو رکعتیں اور پڑھ لو کیونکہ ہم مسافر ہیں۔" ⑤

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب: 54، حديث: 4302

② سنن أبي داود، الصلاة، باب إمامة الأعمى، حديث: 595

③ صحيح البخاري، الأذان، باب إذا طوّل الإمام وكان للرجل حاجة، فخرج وصلى، حديث: 700

④ سنن أبي داود، الطهارة، باب إذا خاف الجنب البرد أيتيمم؟، حديث: 334

⑤ المعجم الكبير للطبراني: 208,209/18

- مسافر، مقیم کے پیچھے نماز پڑھے گا تو وہ پوری نماز ہی پڑھے گا، خواہ اس نے امام کے ساتھ ایک ہی رکعت پائی ہو۔
- بیٹھ کر بھی امامت کروائی جا سکتی ہے۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کا فرمان ہے: امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو۔ اس کے تکبیر (اللہ اکبر) کہنے سے پہلے تکبیر نہ کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، اس کے رکوع کرنے سے پہلے رکوع نہ کرو اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ''اللہ نے اس کو سن لیا جس نے اس کی تعریف کی'' کہے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ''اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے تعریف ہے'' کہو، جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، اس کے سجدہ کرنے سے پہلے سجدہ نہ کرو، جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو، جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔''[1]

نفل نمازیں

نفلی نماز اس لیے مشروع کی گئی ہے کہ فرائض میں کمی رہنے کی صورت میں یہ تلافی کا کام دے سکے اور نماز کی فضیلت ویسے بھی دیگر عبادات کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اس کے بارے میں نبی ﷺ کی حدیث ہے:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلٰوتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: اُنْظُرُوا هَلْ لِّعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ

[1] صحیح البخاری، الأذان، باب إنما جعل الإمام لیؤتم به، حدیث: 689

عَلٰی ذٰلِكَ»

”بے شک وہ عمل جس کے متعلق سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے حساب لیا جائے گا، وہ نماز ہے۔ وہ اگر درست ہوئی تو وہ کامیاب وکامران ہوگا اور اگر نماز خراب ہوئی تو بلاشبہ وہ ناکام ونامراد ہوگا۔ اگر اس کے فرائض میں کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، دیکھو کیا میرے بندے کے نامۂ اعمال میں کچھ نوافل ہیں کہ اس کے ذریعے سے فرائض کی کمی کو پورا کر دیا جائے۔ پھر دیگر اعمال کا حساب اسی طریقے پر ہوگا۔“[1]

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ربیعہ بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو کہا: مانگو، (وہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: جنت میں آپ کا ساتھ نصیب ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہی یا اس کے سوا کچھ اور بھی۔“ میں نے کہا: بس یہی خواہش ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَأَعِنِّي عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ»

”تم اپنے اس معاملے میں سجدوں کی کثرت کے ذریعے سے میری مدد کرو۔“[2]

نفلی نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ، إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ»

”آدمی کی بہترین اور افضل نماز، وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے سوائے فرض نماز کے۔“[3]

آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء أن أول ما يحاسب به العبد ...... ، حديث: 413

[2] صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، حديث: 489

[3] صحيح البخاري، الأذان، باب صلاة الليل ، حديث: 731

«صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهِ فِي مَسْجِدِي هٰذَا إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ»

''آدمی کی گھر میں نماز، میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے فرض نماز کے۔''[1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب اس لیے دی گئی ہے کہ آدمی ریاکاری سے دور رہتا ہے، اس کی وجہ سے گھر میں برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔

نفلی نماز سے مراد فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی سنتیں ہیں اسی طرح وتر، تحیۃ الوضوء، قیام اللیل وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں۔ نفلی نماز کھڑے ہونے کی قدرت کے باوجود بیٹھ کر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ کچھ حصہ کھڑے ہوکر اور کچھ بیٹھ کر بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ حتی کہ ایک رکعت میں کچھ دیر کھڑا ہونا اور پھر بیٹھ جانا بھی ٹھیک ہے۔ کھڑا ہونا شروع میں اور بیٹھنا بعد میں ہو یا اس کے برعکس، بغیر کسی کراہت کے یہ سب کچھ جائز ہے۔ بیٹھنے کی کیفیت کوئی بھی ہوسکتی ہے۔ البتہ چارزانو ہوکر بیٹھنا بہتر ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب آدھا ملے گا۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُزَّمِّلُ ① قُمِ ٱلَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ②﴾

---

[1] سنن أبي داود، الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع في بيته، حديث: 1044

[2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين باب جواز النافلة......، حديث: 735

''اے کپڑا اوڑھنے والے، رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی قیام کیجیے۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّى أَرْبَعًا، فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّى أَرْبَعًا، فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّى ثَلَاثًا، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: يَاعَائِشَةُ! إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي»

''رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ پہلی چار رکعت اتنی طویل پڑھتے کہ ان کی خوبی کے بارے میں کچھ نہ پوچھو، پھر آپ ﷺ مزید چار رکعت اسی طرح پڑھتے کہ ان کی خوبی اور طوالت کی کیفیت مت پوچھو۔ بعد ازاں آپ ﷺ تین رکعت پڑھتے تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا آپ وتر سے پہلے سوتے بھی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔''[2]

حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں:

«سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، ثُمَّ يَقُومُ، فَإِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ أَوْتَرَ، ثُمَّ أَتٰى فِرَاشَهُ، فَإِذَا كَانَ لَهُ حَاجَةٌ أَلَمَّ بِأَهْلِهِ، فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ

---

[1] المزمل 73:1-2

[2] صحیح البخاری، التهجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ، حدیث:1147 وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ ......، ح: 738

وَثَبَ، فَإِنْ كَانَ جُنُبًا أَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ، وَإِلَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ»

''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پہلے حصے میں سو جاتے اور رات کے آخری حصے میں بیدار ہوتے اور قیام کرتے، یعنی نماز پڑھتے۔ جب سحری کا وقت ہوتا تو وتر پڑھتے، پھر اپنے بستر پر آ جاتے۔ حاجت ہوتی تو بیوی سے ہم بستری کرتے۔ اذان سنتے ہی اُٹھ جاتے جنبی ہوتے تو غسل فرماتے ورنہ وضو کرتے اور نماز کے لیے مسجد چلے جاتے۔''[1]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو) اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں پر ورم آ جاتا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سبھی گناہ معاف کر دیے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟»

''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ»

''دنیا میں سے میرے لیے عورتیں اور خوشبو پسندیدہ بنا دی گئی اور نماز میری آنکھوں

---

[1] سنن النسائی، قیام اللیل، باب وقت الوتر، حدیث: 1681

[2] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ليغفر لك الله ما تقدم ......، حدیث: 4836

کی ٹھنڈک ہے۔"[1]

نماز استسقاء

حدیث میں ہے:

«خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَقَلَبَ رِدَاءَهُ، وَجَعَلَ الْيَمِينَ عَلَى الشِّمَالِ»

"نبی کریم ﷺ نماز استسقاء کے لیے باہر تشریف لے گئے وہاں آپ ﷺ نے قبلہ رو ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر پلٹ دی، یعنی چادر کا دایاں حصہ بائیں طرف کر دیا۔"[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحِطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ! إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ»

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے دعائے استسقاء کی درخواست کرتے اور فرماتے، اے اللہ! پہلے ہم اپنے نبی ﷺ سے (جب وہ زندہ تھے) دعائے استسقاء کی التجا کیا کرتے تھے تو تو بارش برساتا تھا اب (جب کہ نبی ﷺ فوت ہو چکے ہیں) ہم

---

[1] سنن النسائی، عشرة النساء، باب حب النساء، حدیث :3392,3391

[2] صحیح البخاری، الاستسقاء، باب الاستسقاء فی المصلی، حدیث : 1027

اپنے نبی کے چچا کے ذریعے سے بارش کی دعا کرتے ہیں، تو اب بھی رحم فرما کر بارش برسا دے، راوی کہتا ہے کہ پھر بارش برسنے لگتی۔''[1]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ زندہ تھے تو مسلمان ان کی دعا کو وسیلہ بناتے، یعنی ان سے بارش کے لیے دعا کرواتے اور جب وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو پھر مسلمانوں نے (فوت شدہ) نبی سے دعا نہیں کروائی بلکہ نبی کریم ﷺ کے چچا سے دعا کی درخواست کی جو اس وقت زندہ تھے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

نماز کسوف وخسوف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«إِنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَبَعَثَ مُنَادِيًا: اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ»

''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن لگا تو آپ ﷺ نے منادی کروائی: ''نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔'' پھر آپ ﷺ نے چار رکوع اور چار سجدوں سے دو رکعتیں ادا کیں۔''[2] (ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کیے۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، اس میں لمبی قراءت کی، پھر لمبا رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھا کر لمبی قراءت کی جو پہلی قراءت کی نسبت کم تھی، پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا جو پہلے

---

[1] صحیح البخاری، الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، حدیث: 1010

[2] صحیح البخاری، الکسوف، باب الجهر بالقراءة فی الکسوف، حدیث: 1066

رکوع کی نسبت چھوٹا تھا، پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد دو سجدے کیے اور پھر اسی طرح دوسری رکعت ادا کی۔ اور جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اس وقت سورج چمک رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

''سورج اور چاند کو کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو وہ اپنے بندوں کو ڈرانے کے لیے دکھاتا ہے، چنانچہ جب تم چاند یا سورج گرہن لگا ہوا دیکھو تو نماز کی طرف دوڑو، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، نماز پڑھو اور صدقہ وخیرات کرو۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے امت محمد! اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں ہے کہ اس کا غلام یا لونڈی بدکاری کرے۔ اے امت محمد! اگر تمھیں وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو مجھے معلوم ہیں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ، سنو! کیا میں نے تمھیں بات پہنچا دی۔''[1]

نماز استخارہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام کاموں کے لیے قرآن مقدس کی سورت کی طرح دعائے استخارہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ تم میں سے کوئی شخص جب کسی کام کا ارادہ کرے تو فرض نماز کے علاوہ دو رکعتیں ادا کرے، پھر یہ دعا مانگے:

اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ،

---

[1] صحيح البخاري، الكسوف، باب الصدقة في الكسوف، حديث: 1044 و صحيح مسلم، الكسوف، باب صلاة الكسوف، حديث: 901

وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اَللّٰهُمَّ! إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي ۔ أَوْ قَالَ: عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ ۔ فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي ۔ أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ ۔ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ»

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ خیر کا سوال کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ طاقت کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کو جاننے والا ہے، اے اللہ! اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام (اپنے کام کا نام لے) میرے لیے میرے دین، میری معاش اور میرے کام کے انجام (یا فرمایا، میرے کام کے آغاز اور انجام) میں بہتر ہے تو اسے میری قسمت میں کر دے اور اسے میرے لیے آسان بنا دے، پھر میرے لیے اس میں برکت فرما اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے میرے دین، میری معاش اور میرے کام کے انجام (یا فرمایا، میرے کام کے آغاز اور انجام) میں بہتر نہیں ہے تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے دور کر دے اور میری قسمت میں بھلائی کر جہاں بھی ہو، پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔''[1]

انسان جیسے علاج کے لیے دوائی وغیرہ خود استعمال کرتا ہے تو ایسے ہی اسے نماز اور دعا بھی خود ہی کرنی چاہیے اور اسے یقین ہونا چاہیے کہ اس نے جس رب سے استخارہ کے ذریعے سے

[1] صحیح البخاری، التہجد، باب ماجاء فی التطوع مثنٰی مثنٰی، حدیث: 1162

رہنمائی لی ہے وہ رب ضرور کسی بہتر راستے کی طرف رہنمائی فرمائے گا اور اس بہتری کی علامت یہ ہے کہ اس کام کے اسباب آپ کے لیے آسان ہو جائیں گے۔

اس شرعی استخارے کا علم ہونے کے بعد بدعتی استخارے سے بچنا چاہیے جو خوابوں، مکاشفوں اور خاوند بیوی کے ناموں کا حساب لگا کر کیے جاتے ہیں، کیونکہ ایسی چیزوں کی دین میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

بری، بحری اور فضائی سفر میں نماز

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾

''اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز کو کم کر کے پڑھو۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ﷺ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا، وَّفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ، وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً»

''اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعے سے حضر میں چار، سفر میں دو اور خوف (جنگ) میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ، فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ»

''یہ (نماز قصر) ایک صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے، تو تم اس کے صدقے کو

[1] النساء 4:101

[2] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ المسافرین وقصرھا، حدیث: 687

قبول کرو۔"[1]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو آپ ﷺ مدینہ واپسی تک چار رکعت والی نماز، قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ سے چار رکعتیں پڑھنا ثابت نہیں۔ (نماز مغرب اپنی حالت پر تین رکعت ہی رہے گی) اور ائمۂ کرام کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔

اسی طرح دوران سفر نمازوں کو جمع کرنا بھی جائز ہے جس کی درج ذیل صورتیں ہیں:

- مندرجہ ذیل حالات میں نمازی کے لیے نماز ظہر اور نماز عصر میں تقدیم و تاخیر کر کے انھیں جمع کرنا جائز ہے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کو بھی ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے۔
- عرفات اور مزدلفہ میں نمازیں جمع کرنا: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عرفات میں ظہر و عصر کو اس طرح جمع کر کے پڑھنا کہ عصر کو ظہر کے ساتھ پڑھ لیا جائے اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے ساتھ اس طرح ملا کر پڑھنا کہ مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جائے، رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔
- دوران سفر میں ایک وقت میں دو نمازیں پڑھنا جائز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا، فَإِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَكِبَ»

"نبی کریم ﷺ زوال آفتاب سے پہلے سفر پر روانہ ہوتے تو آپ ﷺ نماز ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے، پھر سواری سے نیچے اترتے اور ظہر و عصر ایک ساتھ

---

[1] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ المسافرین وقصرھا، حدیث: 686

ادا فرماتے اور اگر آپ ﷺ کے روانہ ہونے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو آپ ﷺ نماز ظہر ادا فرماتے اور پھر سواری پر سوار ہوتے۔''[1]

❀ ابونعیم کی مستخرج میں روایت ہے:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَزَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ، ثُمَّ ارْتَحَلَ»

''نبی کریم ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سورج ڈھل جاتا تو آپ ﷺ ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھ لیتے تھے۔''[2]

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جمع تقدیم وجمع تاخیر جائز ہے۔

❀ کشتی، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں جس طرح نمازی کے لیے آسانی ہو، اسی طرح نماز پڑھ سکتا ہے۔ دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کشتی میں نماز پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«صَلِّ فِيهَا قَائِمًا إِلَّا أَنْ تَخَافَ الْغَرَقَ»

''اگر ڈوبنے کا اندیشہ نہ ہو تو اس (کشتی) میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔''[3]

سترے اور نمازی کے آگے سے گزرنے کا بیان

سترہ اس رکاوٹ کو کہتے ہیں جو نمازی نماز ادا کرتے وقت اپنے سامنے رکھتا ہے تاکہ

---

① صحيح البخاري، التقصير، باب إذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس، صلى الظهر، ثم ركب ، حديث : 1112

② المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، الصلاة، باب الجمع بين الصلاتين في السفر ، حديث : 1582

③ المستدرك للحاكم:1/275،حديث: 1019 وسنن الدارقطني:1/394،حديث: 1458

اس کے آگے سے گزرنے والا متنبہ ہو جائے۔ سترہ دیوار اور ستون وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ اور نمازی کو چاہیے کہ وہ اپنے سامنے سترہ رکھ لیا کرے تاکہ گزرنے والا متنبہ ہو جائے اور آگے سے گزرنے سے رک جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلٰى شَيْءٍ يَّسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَّجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ»

''جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرنے کی کوشش کرے تو اسے روکے اور پیچھے ہٹا دے اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو اسے سختی سے روکے کیونکہ وہ شیطان ہے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَّقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ»

''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس پر کس قدر گناہ ہے تو اس کے لیے چالیس تک کھڑا ہونا (انتظار کرنا) نمازی کے آگے گزرنے سے بہتر ہے۔''[2]

ابونضر کہتے ہیں، مجھے معلوم نہیں چالیس دن کہے یا مہینے یا سال۔ مسند بزار کی روایت میں ہے ''چالیس سال'' (تک کھڑا رہنا نمازی کے سامنے گزرنے سے بہتر ہے۔)[3]

---

[1] صحیح البخاری، الصلاۃ، باب یرد المصلی من مر بین یدیہ، حدیث: 509 وصحیح مسلم، الصلاۃ، باب منع المار بین یدی المصلی، حدیث: 505

[2] صحیح البخاری، الصلاۃ، باب إثم المارّ بین یدی المصلی، حدیث: 510

[3] مسند البزار، حدیث:3782 حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں نمازی کے آگے اس کے سجدے کی جگہ سے گزرنے میں بہت بڑے گناہ کی وعید سنائی گئی ہے، اور اگر گزرنے والے کو اس گناہ کا علم ہو جائے تو وہ چالیس سال انتظار کرنا تو برداشت کر لے لیکن نمازی کے آگے سے نہ گزرے، البتہ اس کے لیے نمازی کی سجدہ گاہ سے دور سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

بخاری شریف کی مذکورہ بالا حدیث جس میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کا ذکر ہے، اپنے عموم کے لحاظ سے مسجد الحرام (بیت اللہ) اور مسجد نبوی کو بھی شامل ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے یہ حدیث مکہ یا مدینہ ہی میں بیان فرمائی، جہاں مسجد الحرام اور مسجد نبوی ہیں۔

اس بات کی دلیل یہ بھی ہے کہ امام بخاری نے باب: يَرُدُّ الْمُصَلِّي مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے بیت اللہ میں تشہد کے دوران میں آگے سے گزرنے والے کو روکا اور فرمایا:

«إِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ تُقَاتِلَهُ قَاتِلْهُ»

''اگر کوئی سختی کیے بغیر نہیں رکتا تو اس سے لڑو۔'' [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس روایت میں بیت اللہ کا اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ

---

[1] نمازی کے آگے اگر سترہ نہ ہو، تو گزرنے والا کتنے فاصلے سے گزر سکتا ہے؟ اس کی بابت ابوداود میں ایک حدیث آتی ہے کہ پتھر پھینکنے کے بقدر دوری سے گزرنا جائز ہے۔ لیکن یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ بعض علماء نے اس کا اندازہ تین صف بیان کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اتنے فاصلے سے گزرنا جائز ہے کہ نمازی کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔ اور نمازی کی نگاہ اپنی سجدہ گاہ پر ہو، (جیسا کہ حکم ہے) تو اس کی نگاہ تین صف کے بقدر دوری سے گزرنے والے پر نہیں پڑتی، یا کم از کم اس کی شناخت اسے نہیں ہوتی، اس لیے تین صف والی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس سے کم فاصلے پر نمازی کے آگے سے گزرنا ممنوع اور اس سے زیادہ یا اس کے بقدر فاصلے سے گزرنا جائز ہوگا۔

[2] صحيح البخاري، الصلاة، باب يرد المصلي من مر بين يديه، رقم الباب : 100

یہ وہم نہ رہے کہ بیت اللہ میں بھیڑ ہونے کی وجہ سے آگے سے گزرنا جائز ہے، اثر مذکور کو امام بخاری کے استاد ابونعیم نے کتاب الصلاۃ میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ①

✵ خلاصہ: نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے گزرنا جبکہ وہ اپنے سامنے سترہ رکھے ہوئے ہو تو اس پر سخت گناہ اور وعید ہے۔ مذکورہ احادیث کی رو سے یہ حکم مسجد الحرام اور باقی سبھی جگہوں کے لیے یکساں ہے۔ اس حکم سے صرف سخت بھیڑ کے وقت مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے۔

سجدۂ سہو

نبی کریم ﷺ کا نماز میں بھولنا ثابت ہے، آپ ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ، وَهُوَ جَالِسٌ»

''میں بھی تمھاری طرح ایک انسان ہوں، میں بھی بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو۔ اگر تم میں سے کوئی نماز میں بھول جائے تو وہ (آخر میں) بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرلے۔'' ②

سجدۂ سہو کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ نماز میں بھول جانے سے، نمازی سلام سے پہلے یا بعد میں دو سجدے کرے گا۔ دونوں طرح نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① فتح الباری: 752/1

② صحیح مسلم، المساجد، باب السھو فی الصلاۃ والسجود له، حدیث: 572

«إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى؟ ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا؟ فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلٰى مَا اسْتَيْقَنَ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ»

''اگر تم میں سے کسی کو رکعات کی تعداد کی بابت شک پڑ جائے کہ تین پڑھی ہیں یا چار، تو شک کو چھوڑ کر یقین پر اعتماد کرے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔''[1]

ذوالیدین (ایک صحابی کا معروف لقب) کے قصے میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔[2]

زیادہ بہتر یہ ہے کہ جس انداز سے احادیث آئی ہیں اسی طرح ان پر عمل کیا جائے۔ جس کیفیت میں سلام سے پہلے سجدے کرنے کا ذکر ہے وہاں پہلے کیے جائیں اور جس کیفیت میں بعد میں سجدے کرنے کا تذکرہ ہے وہاں بعد میں کیے جائیں۔ باقی صورتوں میں آدمی کو اختیار ہے کہ پہلے سجدے کرے یا بعد میں۔ کیونکہ حدیث میں ہے:

«إِذَا زَادَ الرَّجُلُ أَوْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ»

''جب آدمی نماز میں زیادتی یا کمی کرے تو وہ دو سجدے کرے۔''[3]

درج ذیل حالات میں سجدہ سہو کرنا مشروع ہے:

❀ اگر آدمی نماز مکمل کرنے سے پہلے سلام پھیر دے تو وہ اٹھ کر نماز مکمل کرے، پھر آخر میں دو سجدے کرے۔

---

① صحیح مسلم، المساجد، باب السھو فی الصلاۃ والسجود له، حدیث: 571

② صحیح البخاري، السھو، باب من لم یتشھد فی سجدتی السھو، حدیث: 1228

③ صحیح مسلم، المساجد، باب السھو فی الصلاۃ والسجود له، حدیث: 572

❀ اگر اصل نماز سے زائد پڑھ لے تو بھی سجدۂ سہو کرے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (چار کی جگہ) پانچ رکعات پڑھ لیں۔آپ ﷺ سے کہا گیا کہ کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعت پڑھائی ہیں۔پس آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔[1]

❀ پہلا تشہد بھول جائے تو سجدے کرے۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی، دو رکعت پڑھ کر تشہد کے بغیر ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی اور لوگوں نے آپ ﷺ کے سلام پھیرنے کا انتظار کیا تو آپ ﷺ نے بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہا اور سلام سے پہلے دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔[2]

❀ حدیث میں ہے کہ جو شخص پہلے تشہد کو بھول جائے اور مکمل کھڑا ہونے سے پہلے ہی اسے یاد آ جائے تو وہ بیٹھ جائے۔اگر مکمل کھڑا ہو گیا ہو تو بیٹھنے کی ضرورت نہیں، پھر نماز کے آخر میں دو سجدے کر لے۔

❀ نماز میں شک کے موقع پر سجدے کرے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: اگر تم میں سے کسی کو رکعات کی تعداد کی بابت شک پڑ جائے کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو وہ شک کو چھوڑ کر یقین پر اعتماد کرے، پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ اگر اس نے (حقیقت میں) پانچ رکعت پڑھی تھیں تو دو سجدے اس کی نماز کو جفت (چھ رکعت) بنا دیں گے اور اگر اس نے نماز پوری پڑھی تھی تو دو سجدے شیطان کو ذلیل کرنے کا سبب بنیں گے۔"[3]

---

[1] صحیح البخاری، السھو، باب إذا صلی خمسًا، حدیث : 1226

[2] صحیح البخاری، السھو، باب ماجاء فی السھو إذا قام من رکعتی الفریضة،حدیث: 1225

[3] صحیح مسلم، المساجد، باب السھو فی الصلاۃ والسجود له، حدیث :571

❀ اگر رکعات کی تعداد میں شک ہو تو کم سے کم پر اعتماد کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو نماز میں یہ شک پڑ جائے کہ آیا اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو وہ اسے ایک تصور کرے، اگر دو اور تین میں شک ہو تو دو شمار کرے اور اگر تین اور چار میں شک ہو تو تین سمجھ لے۔ حتی کہ وہم زائد میں ہو جائے۔ اس کے بعد باقی نماز مکمل کرے، پھر سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرے۔"[1]

عورتوں کا مسجد میں جماعت کے ساتھ حاضر ہونا

عورتوں کا مساجد میں جا کر جماعت میں شامل ہونا جائز ہے، بشرطیکہ وہ زیب وزینت اختیار کرنے اور خوشبو لگانے سے پرہیز کریں تاکہ وہ فتنے کا سبب نہ بنیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ حُظُوظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ، إِذَا اسْتَأْذَنَّكُمْ»

"جب عورتیں مسجد میں جانے کی تم سے اجازت طلب کریں تو ان کو ہرگز منع نہ کرو۔"[2]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی شدہ عورت خاوند سے اور لڑکی اپنے سرپرست سے اجازت طلب کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا، فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ»

"جس عورت نے خوشبو لگائی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو۔"[3]

---

① سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيمن شك في صلاته فرجع إلى اليقين، حديث: 1209

② صحيح مسلم، الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد ......، حديث: 442

③ صحيح مسلم، الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد ......، حديث: 444

نبی کریم ﷺ نے مزید فرمایا:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ، ثُمَّ خَرَجَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَمْ تُقْبَلْ لَهَا صَلٰوةٌ، حَتَّى تَغْتَسِلَ»

''جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں جائے گی اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، حتیٰ کہ وہ غسل کرے۔''[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ»

''اپنی عورتوں کو مساجد سے نہ روکو، البتہ ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔''[2]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

نماز میں عورت کا لباس

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ»

''اللہ تعالیٰ بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کرتا۔''[3]

حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں عورت کا سر اور گردن ڈھانپنا ضروری ہے۔ عورت لمبا کپڑا زیب تن کر کے اپنے قدموں کے ظاہری حصہ کو بھی چھپائے یا جرابیں پہن کر ٹانگوں اور

---

[1] سنن ابن ماجه، الفتن، باب فتنة النساء، حديث :4002

[2] سنن أبي داود، الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد، حديث :567

[3] سنن أبي داود، الصلاة، باب المرأة تصلي بغير خمار، حديث :641

قدموں کو چھپائے۔ نماز میں اگر اسے کوئی اجنبی مرد نہ دیکھ رہا ہو تو وہ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کو ننگا رکھ سکتی ہے، کیونکہ ان کو چھپانے کی کوئی دلیل نہیں۔ نماز کے علاوہ بھی عورت کو سارا جسم اجنبی مردوں سے چھپا کر رکھنا ضروری ہے۔ کسی اجنبی کے لیے اس کے جسم کے کسی حصے کو دیکھنا جائز نہیں۔

باب:5

زکاۃ، اس کی اہمیت اور احکام ومسائل

زکاۃ اور اسلام میں اس کی اہمیت

زکاۃ چند شرائط کے ساتھ معین لوگوں پر مقررہ وقت میں اپنے مال سے ادا کرنا واجب ہے۔ زکاۃ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں نماز کے ساتھ بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے اور تمام مسلمان اس کی فرضیت پر متفق ہیں۔ جو شخص عمداً اس کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جس نے بخل کیا یا اس میں کمی کی تو وہ ایسے ظالموں میں سے ہے جن کے لیے سخت سزا اور عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ﴾

''نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ۝٥﴾

''اور انھیں حکم تو یہی کیا گیا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں (اور) یکسو ہو کر نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں اور یہی سچا دین ہے۔''[2]

---

[1] البقرة 110:2 [2] البينة 5:98

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ»

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔''[1]

اور زکاۃ ادا کرنے کا حکم بھی اسی حدیث میں ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو جو چیزیں انھیں سمجھائیں، ان میں یہ بھی فرمایا:

«فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ»

''اگر وہ ،یعنی اہل یمن اس کو بھی تسلیم کر لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لے کر ان کے محتاجوں میں تقسیم کی جائے گی۔''[2]

زکاۃ ادا نہ کرنے والے کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ فَإِخْوَٰنُكُمْ فِى ٱلدِّينِ﴾

''اگر یہ (کافر) توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ دینے لگیں تو پھر دین میں تمھارے بھائی ہیں۔''[3]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص نماز قائم نہیں کرتا اور زکاۃ ادا نہیں کرتا وہ ہمارا دینی بھائی نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ کافروں میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب دعاء كم إيمانكم ......، حديث : 8 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أركان الإسلام و دعائمه العظام، حديث 16:

[2] صحيح البخاري، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث : 1395 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين و شرائع الإسلام ، حديث : 19

[3] التوبة 11:9

اپنے دور میں ان لوگوں سے قتال کیا جنھوں نے نماز اور زکاۃ میں فرق کر کے زکاۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«وَاللّٰهِ! لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ»

''اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکاۃ کے درمیان فرق کریں گے۔'' [1]

اور اس طرح اس امر پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا کہ زکاۃ ادا کرنے سے قولاً یا عملاً انکار دراصل اسلام سے خروج کا باعث ہے۔

زکاۃ کی مشروعیت کی حکمت

زکاۃ کی فرضیت میں بہت سی حکمتیں، مصلحتیں اور عظیم مقاصد ہیں جو کتاب و سنت کی ان آیات و احادیث پر غور کرنے سے سامنے آتے ہیں، جن میں زکاۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کی مثال سورۂ توبہ کی وہ آیت ہے، جس میں مستحقین زکاۃ کا ذکر آیا ہے، اسی طرح وہ آیات اور احادیث جن میں اعمال خیر میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ زکاۃ کی چند حکمتیں درج ذیل ہیں:

❀ زکاۃ ادا کرنے سے تزکیہ نفس اور دل پر غلطیوں اور گناہوں سے پیدا ہونے والے زنگ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور بخل و کنجوسی کی وجہ سے اس کی روح پر پیدا ہونے والے برے اثرات ختم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾

''آپ ان کے اموال سے صدقہ لے کر اس کے ذریعے سے ان کے اموال کو پاک

---

[1] صحیح البخاری، الزکاۃ، [باب وجوب الزکاۃ]، حدیث: 1400

کریں اور ان کا تزکیہ کر دیں۔"[1]

❀ محتاج اور غریب مسلمانوں کی مدد اور دلجوئی ہوتی ہے اور وہ غیر اللہ سے سوال کرنے کی ذلت سے بچ جاتے ہیں۔

❀ وہ مسلمان قرض دار جو قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، اس کا قرض ادا کر کے اس کی پریشانی ختم کی جاتی ہے۔

❀ ضعیف الایمان لوگوں سے تعاون کر کے ان کے شکوک و شبہات اور بے چینی کے اسباب دور کر کے متفرق دلوں کو اسلام اور ایمان کے رشتہ میں منسلک کیا جاتا ہے اور ان میں راسخ ایمان اور یقینِ محکم کی آبیاری کی جاتی ہے۔

❀ اسلام کی نشر و اشاعت کرنے، کفر و فساد کو مٹانے اور عدل و انصاف کا علم بلند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو جنگی ہتھیاروں سے لیس کیا جاتا ہے تاکہ اللہ کی زمین سے کفر و شرک مٹا کر اللہ کی حاکمیت اور اس کے دین کو قائم کیا جائے۔

❀ ایسے مسلمان مسافر کی مدد کی جاتی ہے جس کا زادِ راہ ختم ہو چکا ہو، چنانچہ اسے زکاۃ سے اس قدر مال دیا جاتا ہے جس سے وہ بآسانی گھر پہنچ جائے۔

❀ زکاۃ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی بجا آوری اور اس کی مخلوقات پر احسان ہوتا ہے، جس سے مال پاک ہونے کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہے اور ہر قسم کی آفت سے محفوظ بھی رہتا ہے۔

یہ وہ چند بلند پایہ اسباب اور عظیم مقاصد ہیں جن کے تحت صدقہ اور زکاۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار اغراض و مقاصد ہیں جنھیں ہم نہیں جان سکتے کیونکہ اسرارِ شریعت اور اس کے اغراض و مقاصد کا احاطہ صرف اللہ عزوجل ہی کر سکتا ہے۔

---

[1] التوبۃ 9:103

مال کی وہ اقسام جن پر زکاۃ فرض ہے

زکاۃ چار قسم کی چیزوں پر فرض ہے:

① اناج اور پھل وغیرہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغْمِضُواْ فِيهِ ۚ﴾

''اے ایمان والو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں (اناج) ہم تمھارے لیے زمین سے نکالتے ہیں ان میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور خرچ کرتے ہوئے ایسا گھٹیا اور ردی مال دینے کا ارادہ نہ کرو کہ اگر وہی چیز کوئی شخص تمھیں دے تو تم ہرگز قبول نہ کرو، الا یہ کہ تم چشم پوشی کر جاؤ۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَءَاتُواْ حَقَّهُۥ يَوْمَ حَصَادِهِۦ ۖ﴾

''اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو، تو اللہ کا حق بھی (اس میں سے) ادا کرو۔''[2]

مال کا عظیم ترین حق زکاۃ ادا کرنا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا : اَلْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ : نِصْفُ الْعُشْرِ»

''اس پیداوار میں جسے آسمان (بارش) یا (قدرتی) چشمے سراب کریں یا وہ نمی والی

---

① البقرۃ 267:2 ② الأنعام 141:6

ہو (نہر اور دریا کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس میں اتنی نمی رہتی ہو کہ اسے پانی دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے) عشر (دسواں حصہ) ہے اور جسے ڈول (یا رہٹ وغیرہ) سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔''[1]

② سونا، چاندی اور نقدی وغیرہ: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾﴾

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔''[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ، لَّا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ»

''ہر وہ شخص جو سونے اور چاندی کا مالک ہے اور اس کا حق (زکاۃ) ادا نہیں کرتا، تو قیامت کے دن اسی سونے چاندی سے آگ کے تختے بنائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پشت کو داغا جائے گا اور جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو پھر دوبارہ گرم کیے جائیں

---

① صحیح البخاری، الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری، حدیث: 1483

② التوبۃ 34:9

گے، قیامت کے دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، اسی طرح ہوتا رہے گا یہاں تک کہ بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔''[1]

اس حدیث میں حق سے مراد، زکاۃ ہے، جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے:

«مَا مِنْ صَاحِبِ كَنْزٍ لَّا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ»

''جو صاحب مال اپنے مال کی زکاۃ ادا نہیں کرتا۔''[2]

③ **تجارتی اموال:** اس سے مراد زمین، جانور، سامان خور و نوش اور گاڑیوں جیسی ہر وہ چیز ہے جو تجارتی مقاصد کے لیے تیار کی جائے، چنانچہ سال مکمل ہونے پر اس کا مالک اس مال کی موجودہ قیمت کا اندازہ لگائے اور اس قیمت کا اڑھائی فیصد بطور زکاۃ دے، چاہے اس کی موجودہ قیمت اس کی قیمت خرید کے برابر ہو یا کم یا زیادہ۔ اسی طرح جنرل اسٹورز، گاڑیوں کے شورومز اور سپیئر پارٹس وغیرہ کے مالکان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی دکانوں میں موجودہ سامان کی ہر چھوٹی بڑی چیز شمار کر کے حساب لگائیں اور اس کی زکاۃ ادا کریں، اگر ان کے لیے ہر چھوٹی بڑی چیز کا شمار ناممکن ہو تو احتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے اس طرح زکاۃ ادا کریں کہ بری الذمہ ہو سکیں۔

④ **مویشی:** اس میں اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ شامل ہیں، بشرطیکہ وہ جانور چراگاہوں میں چرنے والے ہوں، دودھ اور افزائش نسل کے لیے پالے گئے ہوں اور زکاۃ کے نصاب کو پہنچ جائیں۔

چرنے والے جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جو سال بھر یا سال کا بیشتر حصہ چراگاہوں کی گھاس پھوس پر گزر بسر کریں لیکن اگر چراگاہوں کی گھاس وغیرہ پر گزر بسر نہیں ہے تو پھر زکاۃ

---

① صحیح مسلم، الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، حدیث: 987

② صحیح مسلم، الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، حدیث: 987

صرف اس وقت فرض ہوگی جب وہ تجارتی مقاصد کے لیے رکھے گئے ہوں، چنانچہ اگر خرید و فروخت کے لیے رکھے گئے ہوں تو تجارتی مال ہونے کے لحاظ سے جب وہ نصاب زکاۃ کو پہنچ جائیں تو ان کی زکاۃ ادا کی جائے گی چاہے وہ چراگاہوں میں چرنے والے ہوں یا خود چارہ مہیا کر کے پالے گئے ہوں۔

نصاب زکاۃ

❀ **اناج اور پھل:** ان کا نصاب پانچ وسق ہے جو کہ تقریباً 20 من اچھی گندم کے برابر ہے، اگر اناج یا پھل کا وزن 20 من تک پہنچ جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہے۔ اگر وہ فصل چشموں یا بارش سے سیراب کی گئی ہو تو اس میں دسواں حصہ (20 من سے 2 من) اور اگر وہ فصل محنت و مشقت سے سیراب کی گئی ہو تو اس میں سے بیسواں حصہ (20 من سے ایک من) زکاۃ ادا کی جائے گی۔

❀ سونے کا نصاب بیس دینار ہے، جو کہ 85 گرام، اور تقریباً ساڑھے سات تولے کے برابر ہے۔ اس میں نصف دینار (2 ماشہ 2 رتی یا 2 گرام 187 ملی گرام) زکاۃ ادا کی جائے گی جو 20 دینار کا چالیسواں حصہ بنتا ہے، یہ سونے کی زکاۃ کے لیے کم از کم نصاب ہے اگر سونے کی مقدار اس سے زیادہ ہو تو اسی حساب سے زکاۃ ادا کی جائے گی۔

❀ چاندی کا نصاب پانچ اوقیہ ہے جو کہ 618 گرام 182 ملی گرام تقریباً ساڑھے باون تولے کے برابر ہے، اس میں زکاۃ چالیسواں حصہ (ڈھائی فیصد) ہے۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، یوں پانچ اوقیے، دوسو درہم ہو گئے۔ تو دوسو درہم میں پانچ درہم (آج کل کے حساب سے 15 گرام 454.5 ملی گرام) زکاۃ ادا کی جائے گی۔ یہ چاندی کی زکاۃ کے لیے کم از کم نصاب ہے اگر چاندی کی مقدار اس سے زیادہ ہو تو اسی حساب سے زکاۃ ادا کی جائے گی۔

❀ کرنسی : اگر سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس سے بھی اڑھائی فیصد زکاۃ ادا کی جائے گی۔

❀ تجارتی اموال: اس میں قیمت کا اندازہ کیا جائے، چنانچہ اگر وہ سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس سے بھی اڑھائی فیصد زکاۃ ادا کی جائے گی۔

❀ مویشیوں کا نصاب زکاۃ درج مختلف نوعیت کے جانوروں پر مختلف ہوگا:

① اونٹ: اونٹوں میں کم از کم نصاب پانچ اونٹ ہیں اور ان میں ایک بکری زکاۃ ہے۔

② گائے: گائے کا کم از کم نصاب تیس گائیں ہیں اور ان میں ایک سال کا گائے کا بچھڑا زکاۃ ہے۔

③ بکری: بکری کا کم از کم نصاب چالیس بکریاں ہیں جن میں سے ایک بکری بطور زکاۃ ادا کی جائے گی۔ مزید معلومات اور مسائل کی تفصیل کے لیے حدیث و فقہ کی کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔

مصارفِ زکاۃ

مصارف زکاۃ کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡعَٰمِلِينَ عَلَيۡهَا وَٱلۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمۡ وَفِي ٱلرِّقَابِ وَٱلۡغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِۖ فَرِيضَةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ ﴾

’’صدقات (زکاۃ و خیرات) تو فقیروں اور مسکینوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلب منظور ہو اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں (کے قرض ادا کرنے) میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں

(بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے یہ حقوق) اللہ کی طرف سے مقرر کر دیے گئے ہیں۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں زکاۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں کہ مسلمان اپنی زکاۃ ان جگہوں پر خرچ کر سکتے ہیں۔ ان آٹھ مصارف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- **فقیر:** اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنی ضروریات کا آدھا یا اس سے بھی کم کا مالک ہو اور یہ مسکین سے زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے۔
- **مسکین:** ایسا محتاج ہے جو فقیر کی نسبت بہتر حالت میں ہو، جیسا کہ کسی کو دس روپے کی ضرورت ہو اور اس کے پاس صرف سات یا آٹھ روپے ہوں۔

اور فقیر، مسکین کی نسبت زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَمَّا ٱلسَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَٰكِينَ يَعْمَلُونَ فِى ٱلْبَحْرِ﴾

''جبکہ وہ کشتی مسکین لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت (کرکے، یعنی کشتیاں چلا کر گزارہ) کرتے تھے۔''[2]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کشتی کا مالک ہونے کے باوجود مسکین قرار دیا۔ فقیر اور مسکین کو اس قدر زکاۃ دینی چاہیے جو ان کی سال بھر کی ضروریات کے لیے کافی ہو کیونکہ زکاۃ سال میں صرف ایک بار ادا کی جاتی ہے، اس لیے محتاج سال بھر کی ضروریات کے مطابق زکاۃ لے سکتا ہے۔

کافی ہونے سے مراد، کھانے، پینے، پہننے اور رہنے سہنے کی ان ضروریات کا مہیا ہونا ہے جن کے بغیر گزارہ نہ ہو سکے، چنانچہ دی جانے والی زکاۃ اتنی ہو کہ اس سے فضول خرچی اور تنگدستی کے بغیر مستحق کی حیثیت کے مطابق اس کی اور اس کے اہل خانہ کی ضروریات پوری ہو سکیں، اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو علاقہ، وقت اور اشخاص کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں، چنانچہ

---

[1] التوبة 60:9 [2] الكهف 79:18

جو مقدار ایک علاقے کے لیے کافی ہے وہ دوسرے علاقے کے لحاظ سے نا کافی ہو سکتی ہے، اسی طرح جو مقدار دس سال قبل کافی سمجھی جاتی تھی وہ آج کے دور میں نا کافی ہو سکتی ہے اور جو چیز ایک شخص کے لیے کافی ہو وہ دوسرے شخص کے اہل وعیال اور خرچہ وغیرہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے لیے نا کافی ہو سکتی ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ضروریات میں بیمار کا علاج، کنوارے کی شادی اور حسب ضرورت علمی کتابیں بھی شامل ہیں۔

زکاۃ حاصل کرنے والے فقیروں اور مسکینوں کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مسلمان ہوں اور بنی ہاشم اور ان کے آزاد کردہ غلاموں میں سے نہ ہوں اور نہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کا خرچ زکاۃ دینے والے پر ہو، جیسے والدین، اولاد، بیویاں وغیرہ۔ اور نہ ہی تندرست باروزگار لوگوں میں سے ہوں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَّلَا لِقَوِيٍّ مُّكْتَسِبٍ»

"زکاۃ میں مال دار اور طاقت ور کمانے والے کا کوئی حصہ نہیں۔"[1]

❁ **عاملین زکاۃ:** یہ وہ لوگ ہیں جنھیں حاکم یا اس کا نائب زکاۃ وصول کرنے، اس کی حفاظت اور تقسیم کرنے کی ذمہ داری سونپتا ہے، جس میں زکاۃ وصول کرنے، اس کی رکھوالی کرنے، اس کا حساب کتاب کرنے، اس کی نقل حرکت اور تقسیم کرنے والے سبھی لوگ شامل ہیں۔

عاملین زکاۃ اگر مسلمان، عاقل، امانتدار اور فرض شناس ہوں تو چاہے وہ صاحب حیثیت ہوں، ان کو کام کے مطابق زکاۃ کی رقم سے اجرت دی جا سکتی ہے، لیکن اگر وہ بنی ہاشم میں سے ہیں تو پھر اسے زکاۃ دینا جائز نہیں، جیسا کہ مطلب بن ربیعہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ

[1] سنن أبي داود، الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى ، حديث: 1633 و سنن النسائي، الزكاة، باب مسألة القوي المكتسب ، حديث:2599

نے فرمایا:

«إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ»

''بے شک صدقہ (زکاۃ) آل محمد (ﷺ) کے لیے حلال نہیں۔''[1]

❁ تالیف قلبی کے لیے: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے قبیلوں کے فرمانروا ہوں اور ان کے اسلام لانے کی امید ہو یا وہ مسلمان تو ہوں لیکن ان کے ایمان کو مزید تقویت دینا یا ان کی وجہ سے کسی دوسرے فرمانروا کا اسلام قبول کرنا مقصود ہو یا کم از کم اس کی شر انگیزیوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا مراد ہو تو تب بھی انھیں زکاۃ دی جا سکتی ہے اور ایسے لوگوں کا زکاۃ میں حصہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ یہ حصہ باقی ہے اور انھیں زکاۃ میں سے اس قدر مال دیا جا سکتا ہے جس سے ان کی تالیف قلب اور اسلام کی نصرت و دفاع ہو سکے۔

چنانچہ زکاۃ کا کچھ حصہ (نصرت دین کے لیے) کافروں کو بھی دیا جا سکتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگِ حنین سے ملنے والے مال غنیمت میں سے صفوان بن امیہ کو اس میں سے کچھ حصہ دیا۔[2]

اسی طرح اس مد سے مسلمانوں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان بن حرب، اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو سو سو اونٹ دیے تھے۔[3]

❁ گردنیں آزاد کرنے کے لیے: جس میں غلام آزاد کرنا، مکاتب[4] کی مدد کرنا اور دشمن کی قید سے جنگی قیدیوں کو رہا کرانا شامل ہے۔ کیونکہ یہ عمل کسی قرضدار کا قرض اتارنے

---

① صحيح مسلم، الزكاة، باب ترك استعمال آل النبي ﷺ على الصدقة ، حديث: 1072

② صحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام ...... ، حديث: 1060

③ صحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام ...... ، حديث: 1060

④ مکاتب سے مراد وہ غلام ہے جو اپنے آپ کو اپنے آقا سے کچھ مال کے عوض آزاد کروانا چاہتا ہو۔

کے مترادف یا اس سے بھی بڑھ کر ہے کیوں کہ ایسے قیدی کے مرتد ہو جانے یا اس کے قتل کیے جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

❁ مقروض : ایسے قرضداروں کے لیے جنہوں نے قرض لیا ہو اور اسے واپس کرنے کی استطاعت نہ ہو۔ قرض کی دو قسمیں ہیں:

① کوئی شخص اپنی جائز ضروریات، مثلاً: شادی، علاج، مکان بنانے ،ضروری گھریلو اشیاء کی خریداری کرنے اور دیگر گھریلو اخراجات پورے کرنے کی وجہ سے یا کسی دوسرے شخص کا نقصان ہو جانے کی وجہ سے وہ مقروض ہو چکا ہو اور اس کے پاس قرض اتارنے کی استطاعت بھی نہ ہو تو اس کی مجبوری کے پیش نظر اسے زکاۃ میں سے اس قدر مال دیا جاسکتا ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، اس کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے مال بھی نہ ہو، اس نے قرض کسی حرام کام کے لیے نہ لیا ہو، اس کا قرض مؤجل نہ ہو جسے فوراً ادا کرنا ضروری نہیں ہے (بلکہ ایسا ہو کہ اس کا ادا کرنا اسی سال لازم ہو) وہ کسی ایسے شخص کا مقروض ہو جو اس سے مطالبہ کر رہا ہو اور اس کا قرض کفارہ یا زکاۃ وغیرہ جیسے حقوق اللہ سے متعلق بھی نہ ہو۔

② قرض کی دوسری قسم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے فائدے کی خاطر قرض لے اور اس وجہ سے مقروض ہو جائے تو ایسے شخص کو بھی زکاۃ دی جا سکتی ہے تا کہ وہ اپنا قرض اتار سکے۔ اس کی دلیل سیدنا قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، فرماتے ہیں:

«تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فِيهَا ، فَقَالَ : أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ ، فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا ، ثُمَّ قَالَ : يَا قَبِيصَةُ! إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ : رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ

جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ ـ أَوْ قَالَ: سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ ـ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُولَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ ذَوِي الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ ـ أَوْ قَالَ: سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ ـ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ، يَا قَبِيصَةُ! سُحْتًا يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا»

''میں نے کسی کی ضمانت دی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ سے تعاون حاصل کر سکوں، آپ ﷺ نے فرمایا: انتظار کرو جب ہمارے پاس صدقہ و خیرات کا مال آئے گا، تو ہم تمھیں اس میں سے دلوا دیں گے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے قبیصہ! تین قسم کے آدمیوں کے سوا کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں، ایک وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت دی ہو اس کے لیے اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک وہ اپنی ضمانت پوری نہیں کر لیتا۔ اس کے بعد سوال کرنا بند کر دے، دوسرا وہ شخص جس پر ایسی آفت آئی ہو جس سے اس کا مال و متاع تباہ ہو گیا ہو، اس کے لیے بھی اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک اسے روزی مہیا نہیں ہو جاتی اور تیسرا وہ شخص جس کی نوبت فاقے تک پہنچے یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی یہ گواہی دیں کہ اس شخص کو سخت فاقہ پہنچا ہے تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ اسے اتنا مل جائے جس سے اس کی ضروریات زندگی پوری ہو جائیں، اے قبیصہ! ان تین صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے، اور سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔''[1]

[1] صحیح مسلم، الزکاۃ، باب من تحل له المسألة، حدیث: 1044

اسی طرح کسی فوت شدہ کا قرض بھی زکاۃ میں سے ادا کیا جا سکتا ہے کیونکہ مقروض کا قرض اتارنے کے لیے اسے دی جانے والی زکاۃ اس کے حوالے کرنا ضروری نہیں، اس لیے اس کی طرف سے قرض ادا کر دینا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقروض کا زکاۃ میں حصہ رکھا ہے، اسے زکاۃ کا مالک قرار نہیں دیا۔

❁ **اللہ کی راہ میں:** یعنی ایسے لوگوں کے لیے جو رضا کارانہ طور پر جہاد کر رہے ہوں اور حکومت کی طرف سے ان کے لیے کوئی تنخواہ وغیرہ مقرر نہ ہو۔ سرحدوں کی حفاظت کرنے والے بھی ایسے ہی ہیں جیسا کہ میدان جنگ میں لڑنے والے، زکاۃ کی اس مد میں فقیر اور مالدار سبھی شامل ہیں۔ اس قسم میں باقی ماندہ رفاہ عامہ کے کام شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ رفاہِ عامہ کے کاموں میں بہت سی چیزیں آ جاتی ہیں۔

جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس میں لوگوں کی فکری تربیت، شر پسندوں کی شر انگیزیوں کا سدباب، گمراہ کن لوگوں کے پیدا کردہ شبہات کا ازالہ اور ادیان باطلہ کا رد کرنا شامل ہے، اس کے علاوہ اچھی اور مفید اسلامی کتابوں کی نشر و اشاعت، نصرانیت اور الحاد وغیرہ کے خلاف کام کرنے کے لیے مخلص اور امین لوگوں کی کوششوں کو بروئے کار لانا بھی شامل ہے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

«جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ»

”مشرکوں سے اپنے مال و جان اور زبان سے جہاد کرو۔“[1]

❁ **مسافروں کے لیے:** یہاں ایسے مسافر مراد ہیں جو اپنی کسی جائز ضرورت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں اور زادِ راہ ختم ہو جانے پر کہیں سے قرض وغیرہ بھی حاصل نہیں کر سکتے تو انھیں زکاۃ میں سے اس قدر مال دیا جا سکتا ہے جو ان کے گھر تک پہنچنے کے

---

[1] سنن أبي داود، الجهاد، باب كراهية ترك الغزو، حديث:2504

لیے کافی ہو، اگر ایسا مسافر کسی غرض کی خاطر قیام پذیر ہے تب بھی اسے زکاۃ دی جا سکتی ہے، اگرچہ اسے اپنی غرض پوری کرنے کے لیے کافی عرصہ درکار ہو۔

زکاۃ تقسیم کرتے وقت ان آٹھوں قسموں کو بیک وقت زکاۃ دینا ضروری نہیں، بلکہ حاجت اور ضرورت کے تحت حکمران، اس کا نائب یا زکاۃ دینے والا اپنی صوابدید سے ان میں سے بعض قسموں پر بھی صرف کر سکتا ہے۔

زکاۃ ادا کرنے کے فائدے

❀ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی بجا آوری اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو مال کی محبت پر ترجیح دینے کا اظہار۔

❀ معمولی عمل کے مقابلے میں اس سے کئی گنا زیادہ ثواب کا حاصل ہونا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِى كُلِّ سُنۢبُلَةٍ مِّاْئَةُ حَبَّةٍ ۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ ۗ﴾

''جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہے اس کا اجر اس سے زیادہ بڑھا دیتا ہے۔''[1]

❀ صدقہ و زکاۃ ایمان کی دلیل اور اس کا ثبوت ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ»

''اور صدقہ (ایمان کی) قاطع اور واضح دلیل ہے۔''[2]

---

[1] البقرة 2:261

[2] صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حديث: 223

❀ گناہ اور برے اخلاق سے پاکیزگی کا سبب۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾

''(اے نبی) آپ ان کے اموال سے صدقہ وصول کریں، اس کے ذریعے سے انھیں (گناہوں سے) پاک وصاف کریں اور ان کا تزکیہ کریں۔''[1]

❀ مال میں خیر و برکت ہوتی ہے اور نقصانات سے محفوظ ہو جاتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ»

''صدقے سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔''[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ۖ وَهُوَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ﴿٣٩﴾﴾

''اور جو چیز بھی تم خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ تمھیں اور دیتا ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے۔''[3]

❀ صدقہ کرنے والے کو قیامت کے روز عرش کا سایہ نصیب ہوگا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات آدمیوں کو عرش کا سایہ نصیب فرمائے گا اور اس دن عرش کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، فرمان نبوی ہے:

«وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ»

''اور (ان سات خوش نصیبوں میں سے ایک وہ ہے) جو صدقہ کرے اور اسے اس

---

[1] التوبة 103:9

[2] صحیح مسلم، البر، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث:2588

[3] سبأ 39:34

قدر مخفی رکھے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔'' [1]

❀ صدقہ رحمت الٰہی کا سبب ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ﴾

''اور میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے۔ پس میں رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور زکاۃ ادا کرتے ہیں۔'' [2]

زکاۃ نہ دینے والوں کے بارے میں وعید

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾﴾

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (اے نبی) آپ انھیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔ اس دن اس (سونے اور چاندی) کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو

[1] صحیح البخاری، الزکاۃ، باب الصدقة بالیمین ، حدیث : 1423 و صحیح مسلم، الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقة، حدیث :1031

[2] الأعراف 156:7

داغا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جسے تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا، لہٰذا اب اپنی جمع شدہ دولت کا مزہ چکھو۔''[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ صَاحِبِ كَنْزٍ لَّا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ إِلَّا أُحْمِيَ عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُجْعَلُ صَفَائِحَ، فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبَاهُ وَجَبِينُهُ، حَتَّى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهِ، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، ثُمَّ يَرٰى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ»

''جو دولت مند شخص اپنی دولت کی زکاۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز اس کی دولت کی تختیاں بنا کر جہنم کی آگ میں گرم کی جائیں گی، پھر ان سے اس کے پہلوؤں اور پیشانی کو داغا جائے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا فیصلہ فرمائے گا۔ یہ ایسا دن ہو گا جس کی طوالت پچاس ہزار سال ہے، پھر وہ اپنا راستہ جنت یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔''[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ، يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ»

''جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا، لیکن اس نے اس کی زکاۃ ادا نہ کی تو وہ دولت قیامت کے دن اس کے لیے دو نقطوں والے گنجے سانپ کی شکل بنا دی جائے

---

[1] التوبة 35،34:9

[2] صحيح مسلم، الزكاة، باب إثم مانع الزكاة ، حديث : 987

گی (یہ دونوں نشانیاں سخت زہریلے سانپ کی ہیں) وہ اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ سانپ اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کھینچے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔''[1]

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا۟ بِهِۦ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۗ﴾

''جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا ہے، وہ اس میں کنجوسی (اور بخل) سے کام لیتے ہیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ بخل ان کے حق میں اچھا ہے، بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے، عنقریب روز قیامت یہ مال جس میں وہ بخل کرتے ہیں (اور اس کی زکاۃ بھی نہیں نکالتے) ان کے گلے میں طوق بنا کے ڈال دیا جائے گا۔''[2]

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَّلَا غَنَمٍ وَّلَا بَقَرٍ لَّا يُؤَدِّي زَكَاتَهَا، إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ وَأَسْمَنَهُ، تَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، كُلَّمَا نَفِدَتْ أُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ»

''ہر وہ شخص جو اونٹ، گائے یا بکریوں کا مالک ہے اور وہ ان جانوروں کی زکاۃ ادا نہیں کرتا تو ان جانوروں کو قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے ہاں) اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ دنیا کے مقابلے میں زیادہ قدآور اور زیادہ موٹے تازے ہوں گے، وہ

[1] صحیح البخاری، الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، حدیث:1403

[2] آل عمران 3:180

اسے اپنے سینگوں سے ماریں گے اور اپنے پاؤں تلے روندیں گے، جب سب سے آخر والا جانور اس کے اوپر سے گزر جائے گا تو پہلے والا دوبارہ لوٹ آئے گا (اور اسے روندے گا) اور لوگوں کے درمیان فیصلے ہونے تک اس کے ساتھ یہی معاملہ جاری رہے گا۔''[1]

زکاۃ کے بارے میں ضروری باتیں

- مستحقین زکاۃ کی آٹھ اقسام میں سے کسی ایک قسم ہی کو زکاۃ دے دینا جائز ہے اور باقی ماندہ اقسام میں تقسیم کرنا ضروری نہیں۔
- مقروض کو اتنی زکاۃ دی جاسکتی ہے جس سے اس کا کل قرض یا اس کا کچھ حصہ ادا ہو جائے۔
- زکاۃ کسی کافر یا مرتد کو دینا جائز نہیں۔ بے نمازی کو بھی زکاۃ دینا جائز نہیں کیونکہ وہ قرآن وحدیث کی رو سے کافر ہے، لیکن اگر اسے اس شرط پر زکاۃ دی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کرے گا تو جائز ہے۔
- زکاۃ کسی مالدار کو دینا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَّلَا لِقَوِيٍّ مُّكْتَسِبٍ»

''زکاۃ میں مال دار اور طاقت ور کمانے والے کا کوئی حصہ نہیں۔''[2]

- ایسے لوگوں کو زکاۃ نہیں دی جاسکتی جن کے اخراجات پورے کرنا صاحب زکاۃ پر واجب ہوں، جیسے والدین اور بیوی بچے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، الزكاة، باب ماجاء في منع الزكاة، حديث: 1785

[2] سنن أبي داود، الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى، حديث: 1633 و سنن النسائي، الزكاة، باب مسألة القوي المكتسب، حديث: 2599

- اگر کسی عورت کا شوہر فقیر ہو تو وہ اسے زکاۃ دے سکتی ہے، جیسا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو زکاۃ دی تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برقرار رکھا۔[1]
- ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف زکاۃ بھیجنا صرف ضرورت کے وقت ہی جائز ہے، مثلاً قحط پڑ جائے یا جس ملک سے زکاۃ اکٹھی ہوئی ہے وہاں کوئی ضرورت مند نہ ہو یا مجاہدین کی مدد کرنا مقصود ہو یا حاکم وقت کسی مصلحت کے پیش نظر زکاۃ کسی دوسرے ملک کی طرف بھیج سکتا ہے۔
- جس شخص نے بیرون ملک دولت کمائی اور اس پر زکاۃ واجب ہوگئی تو وہ زکاۃ بھی اُسی ملک میں ادا کرے گا جہاں اس نے دولت کمائی تھی۔ وہ مذکورہ بالا حالات کے سوا زکاۃ اپنے ملک روانہ نہیں کر سکتا۔
- فقیر کو اس قدر زکاۃ دینا جائز ہے کہ جس سے اس کی کچھ مہینوں یا سال بھر کی ضروریات پوری ہو سکیں۔
- مال سونا، چاندی، نقدی، زیورات یا کسی بھی دوسری شکل میں ہو، اس میں سے ہر حالت میں زکاۃ ادا کرنا فرض ہے، کیونکہ اس کی فرضیت میں وارد ہونے والی دلیلیں عام اور بغیر تفصیل کے آئی ہیں، اگرچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ پہنے جانے والے زیورات پر زکاۃ فرض نہیں، حالانکہ یہ قول درست نہیں، کیونکہ پہلے قول کے دلائل زیادہ واضح اور صحیح ہیں اور احتیاط بھی اسی پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔
- انسانی ضروریات زندگی، جیسا کہ اشیاء خورد و نوش، مکان، جانور، گاڑی اور کپڑے وغیرہ، ان میں زکاۃ فرض نہیں ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن النسائي، الزكاة، باب الصدقة على الأقارب، حديث: 2584

«لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ صَدَقَةٌ»

''مسلمان پر اس کے (خدمت گار) غلام اور اس (کی سواری) کے گھوڑے پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔''[1]

لیکن جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ سونے اور چاندی کے زیورات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

➢ کرائے پر دیے جانے والے مکان اور گاڑیوں کے کرائے کی رقم پر اگر سال گزر چکا ہو تو اس کی بھی زکاۃ ادا کرنی چاہیے، چاہے وہ رقم بجائے خود اتنی ہو کہ زکاۃ کے نصاب کو پہنچ جائے یا دوسرا مال ملانے سے پہنچے۔

---

① صحیح البخاری، الزکاۃ، باب:لیس علی المسلم فی فرسه صدقة ، حدیث: 1463 و صحیح مسلم، الزکاۃ، باب لا زکاۃ علی المسلم فی عبده و فرسه ، حدیث:982

باب:6

روزہ، اس کی اہمیت وفضیلت اور اعتکاف کے مسائل

رمضان کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ»

''جب رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں۔''[1]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ»

''جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''[2]

ایک اور روایت میں ہے:

«فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ»

''رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''[3]

---

[1] صحیح البخاری، الصوم، باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان ، حديث : 1899 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل شهر رمضان، حديث : 1079

[2] صحيح البخاری، الصوم، باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان ......، حديث: 1898 وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل شهر رمضان، حديث : 1079

[3] صحيح مسلم، الصيام، باب فضل شهر رمضان، حديث: 1079

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«وَيُنَادِي مُنَادٍ يَّابَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَابَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ»

''(رمضان المبارک کی ہر رات) ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے، اے بھلائی چاہنے والے! نیکی اور بھلائی کی طرف خوب پیش قدمی کر اور اے برائی کا ارادہ کرنے والے! برائی سے باز آ جا۔ اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا کرتا ہے اور (رمضان ختم ہونے تک) ہر رات ایسا ہی ہوتا ہے۔''[1]

روزوں کی فضیلت اور فائدے

ایک حدیث میں ہے:

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ، وَلَخُلُوفُ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيحِ الْمِسْكِ»

''انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے، اس کا اجر اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے۔ لیکن روزے کے ثواب کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''روزہ میرے لیے ہے، اور میں ہی اس کا اجر دوں گا، کیونکہ روزے دار اپنی خواہشات اور کھانا پینا صرف

---

[1] جامع الترمذی، الصوم، باب ماجاء فی فضل شهر رمضان، حديث :682 و سنن ابن ماجه، الصيام، باب ماجاء فی فضل شهر رمضان، حديث:1642

میری خاطر چھوڑتا ہے، روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اسے اس وقت حاصل ہو گی جب وہ اپنے رب سے ملے گا، اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ١٨٣ ﴾

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ»

''روزہ (آگ سے) ڈھال ہے۔''[3]

نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جو ایمان کے ساتھ اجر وثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے، اس کے

---

[1] صحيح البخاري، الصوم، باب فضل الصوم، حديث:1894 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث :1151 واللفظ له

[2] البقرة 183:2

[3] صحيح البخاري، الصوم، باب فضل الصوم، حديث :1894 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصوم، حديث :1151

سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"[1]

اور مزید فرمایا:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

"جس شخص نے رمضان (کی راتوں) میں ایمان کی حالت میں، اجر و ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"[2]

مسلمان بھائیو! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کیا ہے اور یہ اس کی عبادت ہے اور اس کے مزید بہت سے فائدے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

- روزہ رکھنے سے نظام ہضم اور معدے کو مسلسل کام کرنے سے کچھ راحت ملتی ہے، بدن کے بے کار مادے جل جاتے ہیں، جسم طاقتور ہوتا ہے اور بہت سی دوسری بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ روزہ سگریٹ نوش حضرات کو سگریٹ نوشی سے باز رکھتا ہے اور سگریٹ چھوڑنے میں مدد دیتا ہے۔
- روزے سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور نظم و اطاعت اور صبر و خلوص کی عادت پیدا ہوتی ہے۔
- روزے دار کو دوسرے روزے دار بھائیوں سے برابری کا احساس پیدا ہوتا ہے، چنانچہ جب وہ ان کے ساتھ مل کر روزہ رکھتا اور افطار کرتا ہے تو اسلامی وحدت کا شعور پیدا ہوتا ہے اور جب اسے بھوک محسوس ہوتی ہے تو اسے بھوکے اور محتاج بھائیوں کی مدد کا احساس ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، الصوم، باب من صام رمضان ...... ، حدیث :1901 وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، حدیث :759

[2] صحیح البخاری، الصوم، باب فضل من قام رمضان، حدیث : 2009 وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح ، حدیث:759

سحری وافطاری کے آداب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ فَإِنَّهُ طَهُورٌ»

''جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور سے کرے، کیونکہ یہ بابرکت چیز ہے، اور اگر کھجور نہ ملے تو پھر پاکیزہ پانی ہی کافی ہے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

«ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ»

''پیاس دور ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو روزے کا اجر وثواب ثابت ہوگیا۔''[2]

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ»

''لوگ اس وقت تک ہمیشہ بہتری اور بھلائی میں رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے۔''[3] (سورج غروب ہوتے ہی روزہ افطار کرلیں گے۔)

---

① جامع الترمذی، الزکاۃ، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة، حدیث :658 و سنن ابن ماجه، الصیام، باب ماجاء علی ما یستحب الفطر، حدیث : 1699

② سنن أبی داود، الصیام، باب القول عند الإفطار، حدیث :2358,2357

③ صحیح البخاری، الصوم، باب تعجیل الإفطار، حدیث :1957 وصحیح مسلم، الصیام، باب فضل السحور......، حدیث : 1098

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً»

''سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانا باعث برکت ہے۔''[1]

روزہ توڑنے والی چیزیں

روزہ توڑنے والی چیزوں کی دو قسمیں ہیں: ❀ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے۔ ❀ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

❀ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے:

① قصداً کھانا اور پینا۔

② ارادے کے ساتھ قے کرنا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَمَنِ اسْتَقَاءَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ»

''جس نے جان بوجھ کر قے کی اس پر قضا واجب ہے۔''[2]

③ حیض اور نفاس کے خون کا جاری ہونا، خواہ سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ہی ہو۔

④ کسی بھی ذریعے سے منی خارج کرنا۔ اس کا سبب بیوی سے بوس و کنار کرنا اور معانقہ کرنا ہو یا مشت زنی کرنا، ان تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا ضروری ہوگی۔

---

[1] صحیح البخاری، الصوم، باب برکة السحور من غیر إیجاب، حدیث :1923 وصحیح مسلم، الصیام باب فضل السحور ...... ، حدیث : 1095

[2] سنن ابن ماجه، الصیام، باب ماجاء فی الصائم یقیء، حدیث: 1676

ہاتھ کے ساتھ منی خارج کرنا اخلاقی، شرعی اور جسمانی لحاظ سے نقصان دہ ہے۔ تاہم احتلام (خواب میں منی خارج ہو جانے) سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ یہ غیر اختیاری فعل ہے۔

- وہ چیز جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں، وہ جمہور کے نزدیک صرف جماع ہے اور کوئی چیز نہیں۔
- زبان کی حفاظت نہ کرنے اور جھوٹ، عیب اور گالی گلوچ سے بھی روزے کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِه، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»

"جس شخص نے روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔"[1]

روزہ توڑنے کا کفارہ

ایک غلام آزاد کرنا یا دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔ بعض نے کفارہ میں ترتیب کی شرط لگائی ہے (پہلے کام کی طاقت نہ ہو تو دوسرا، دوسرے کی طاقت نہ ہو تو تیسرا کام کرنا) کفارہ میں مرد و زن برابر ہیں۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

- بھول کر، غلطی سے یا مجبور کیے جانے پر کھانے اور پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چنانچہ اس

[1] صحيح البخاری، الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، حديث: 1903

سے قضا ہے نہ کفارہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ نَّسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ»

''جس نے روزے کی حالت میں بھول کر کھا لیا یا پی لیا، تو اسے چاہیے کہ وہ روزہ پورا کرلے (اسے توڑے نہیں) اس لیے کہ اسے تو اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے۔''[1]

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ»

''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے غلطی، بھول اور وہ سب کچھ معاف کر دیا ہے جس پر وہ مجبور کیے جائیں۔''[2]

❁ **خود بخود قے آنا:** نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ، وَّهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ»

''جس کو روزہ کی حالت میں خود بخود قے آ گئی (اس کا روزہ برقرار ہے) اس پر کوئی قضا نہیں۔''[3]

ماہ رمضان میں آپ کے فرائض

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر روزے اپنی عبادت کے لیے فرض کیے ہیں، انھیں مقبول و مفید بنانے کے لیے درج ذیل اعمال کو اپنانا مفید ہوگا:

---

① صحیح مسلم، الصیام، باب: أکلُ الناسی و شربُه و جماعُه لا یفطر، حدیث:1155

② سنن ابن ماجه، الطلاق، باب طلاق المکره والناسی ، حدیث:2045

③ سنن أبی داود، الصیام، باب الصائم یستقیئ عامدا، حدیث:2380

۞ **نمازوں کی پابندی کیجیے:** بہت سے روزے دار ایسے ہیں، جو نماز پڑھنے سے غفلت برتتے ہیں، حالانکہ نماز دین کا ستون ہے جسے چھوڑنا کفر ہے۔

۞ **اخلاق حسنہ اپنایئے:** کفر کی باتیں نہ کریں۔ دینی شعائر کا احترام کریں۔ استہزا سے باز رہیں۔ کسی کو بُرا بھلا کہنے سے اجتناب کریں، لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئیں، کیونکہ روزہ برا اخلاق نہیں سکھلاتا، بلکہ نفس کی اصلاح کرتا ہے اور کفر مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

۞ **ہنسی مذاق میں بھی بے ہودگی سے اجتناب کیجیے:** بے ہودہ مذاق، لغویات اور ناشائستہ کلام سے روزہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کی بابت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ شَاتَمَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ»

''جس دن تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں ہو، تو وہ گالی گلوچ اور بے ہودہ باتیں نہ کرے۔ اگر کوئی اس کو گالیاں دے یا اس سے جھگڑا کرے تو یہ کہہ دے کہ میں تو روزے دار ہوں۔''[1]

۞ **سگریٹ چھوڑنے کی کوشش کیجیے:** روزے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سگریٹ چھوڑنے کی کوشش کیجیے کیونکہ سگریٹ نوشی کینسر اور السر جیسی بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔ اپنے آپ کو صاحب عزم و ہمت انسان بنایئے، اپنی صحت اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے افطاری کے بعد بھی سگریٹ نوشی سے اُسی طرح باز رہیے جیسے روزے کی حالت میں تھے۔

---

[1] صحيح البخاري، الصوم، باب: هل يقول: إني صائم إذا شتم، حديث: 1904 وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث: 1151 و سنن النسائي، الصيام، باب فضل الصيام، حديث: 2219 واللفظ له

❁ **زیادہ کھانے سے پرہیز کیجیے:** روزہ افطار کرتے ہوئے زیادہ کھانا مت کھایئے کیونکہ اس سے روزے کا طبی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔

❁ **سینما اور ٹیلی ویژن سے اجتناب کیجیے:** سینما اور ٹیلی ویژن دیکھنا اخلاق کو بگاڑتا ہے اور یہ روزے کے منافی چیزیں ہیں، لہٰذا ان سے اجتناب مفید تر ہوگا۔

❁ **دیر تک جاگنے سے پرہیز کیجیے:** رات کو دیر تک جاگ کر سحری اور نماز فجر کو ضائع نہ کریں بلکہ نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد صبح سویرے اپنے کام میں مصروف ہو جائیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ہے:

«اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا»

''اے اللہ! میری امت کے لیے صبح کے اوقات میں برکت پیدا فرما دے۔''[1]

❁ **صدقہ وخیرات کثرت سے کیجیے:** قرابت داروں اور محتاج لوگوں میں زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کریں اور آپس میں ناراض لوگوں کے درمیان صلح کرا دیں۔

❁ **کثرت سے اللہ کا ذکر کیجیے:** قرآن کریم کی تلاوت کرنے، قرآن سننے، اس کے معانی پر غور کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں اپنے اوقات صرف کریں کسی مسجد وغیرہ میں اگر مفید درس ہو تو ایسی علمی مجالس میں حاضری کی کوشش کریں جبکہ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجدوں کے اندر اعتکاف بیٹھنا بھی سنت ہے۔

❁ **دینی کتب کا مطالعہ کیجیے:** روزے کے احکام ومسائل جاننے کے لیے اس سے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کریں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اسی

[1] جامع الترمذي، البيوع، باب ماجاء في التبكير بالتجارة، حديث: 1212 و سنن ابن ماجه، التجارات، باب مايرجى من البركة في البكور، حديث:2236

طرح جنبی حالت میں سحری کھانا اور روزے کی نیت کرنا بھی جائز ہے جبکہ طہارت حاصل کرنے اور نماز ادا کرنے کے لیے غسلِ جنابت کرنا ضروری ہوتا ہے۔

❀ **رمضان کے روزوں کی پابندی کیجیے:** رمضان کے روزوں کی پابندی کریں اور بغیر عذر روزہ نہ چھوڑیں اور جو شخص جان بوجھ کر روزہ چھوڑ دیتا ہے، تو اسے اس کی قضا دینا ضروری ہے۔ جو شخص رمضان میں روزے کی حالت میں بیوی سے صحبت کرلے تو اسے اس کا کفارہ دینا ہوگا، کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، اگر وہ نہ مل سکے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے، اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

❀ **رمضان میں سرعام روزہ خوری سے بچیے:** رمضان میں سرعام روزہ خوری ایسا جرم ہے جو اللہ تعالیٰ کے خلاف جرأت مندی، اسلام کا مذاق اڑانے اور لوگوں میں برائی و بے حیائی پھیلانے کے مترادف ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جان بوجھ کر روزہ نہ رکھنے والوں کے لیے عید نہیں ہے، کیونکہ عید خوشی کا وہ دن ہے جو روزے پورے ہونے اور عبادت قبول ہونے پر منایا جاتا ہے۔

اعتکاف کی مشروعیت

شرعی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف کہلاتا ہے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اعتکاف کرنا جائز اور مشروع ہے، کیونکہ نبی ﷺ وفات تک رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے۔ آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اعتکاف کرتی رہی ہیں۔[1]

اعتکاف کرنے والا فرد، مسلمان، سمجھ بوجھ والا ہو اور اسے جنابت، حیض اور نفاس سے

---

[1] صحیح البخاری، الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الأواخر، حدیث: 2026

پاک ہونا چاہیے۔اعتکاف کی دو قسمیں ہیں: مسنون اور واجب۔

① مسنون وہ ہے جو ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے نبی ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے نفلی طور پر کرے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے کی بہت زیادہ تاکید ہے۔

② اعتکاف واجب وہ ہے جسے کوئی شخص بطور نذر اپنے اوپر واجب قرار دے لے۔

❁ **اعتکاف کا وقت:** نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر معتکف (اعتکاف کے خیمہ) میں داخل ہوتے تھے۔[1]

❁ **ارکان اعتکاف:** اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنا۔

اعتکاف میں جائز امور

① اپنی بیوی کو الوداع کرنے کے لیے باہر نکلنا۔

② بالوں میں کنگھی کرنا، سر مونڈنا، ناخن تراشنا، جسم کو صاف کرنا، خوشبو لگانا اور صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرنا۔

③ نہایت اہم ضرورت کے لیے نکلنا، مثلاً پیشاب اور پاخانہ کے لیے یا کھانے پینے کے لیے جب کوئی کھانا وغیرہ لانے والا نہ ہو۔

④ معتکف مسجد کی صفائی کا خیال رکھتے ہوئے کھانا کھا سکتا ہے اور سو بھی سکتا ہے۔

اعتکاف کے آداب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ بیمار کی

---

[1] صحیح البخاری، الاعتکاف باب الاعتکاف فی شوال، حدیث :2041

عیادت کو نہ جائے۔ جنازے میں شریک نہ ہو۔ عورت سے مس نہ کرے، کسی انتہائی ضروری کام کے بغیر مسجد سے نہ نکلے۔ اور روزے کے بغیر اعتکاف نہیں اور جامع مسجد کے سوا کہیں اعتکاف نہیں۔[1]

❁ وہ چیزیں جن سے اعتکاف ختم ہو جاتا ہے: بغیر ضرورت کے قصداً مسجد سے نکلنا، دیوانگی اور نشہ کی وجہ سے عقل کا خراب ہو جانا۔ حیض اور نفاس کے خون کا شروع ہو جانا۔

نفلی روزے

رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل ایام میں روزہ رکھنے کی ترغیب دلائی ہے:

❁ شوال کے چھ روزے رکھنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ»

''جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے، وہ شخص ایسا ہے جیسے اس نے زمانے بھر کے روزے رکھے۔''[2]

علمائے کرام اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رمضان کے روزے اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا کے تحت 300 اور شوال کے چھ روزے 60 روزوں کے برابر شمار ہوں گے اور قمری سال کے تقریباً تین سو ساٹھ (360) دن ہی ہوتے ہیں۔ یوں گویا ایک مسلمان ''صائم الدھر'' (ہمیشہ روزے رکھنے والا) شمار ہوگا۔ اس اعتبار سے شوال کے چھ روزے نفلی ہونے کے باوجود نہایت اہمیت کے حامل ہیں، لہٰذا ہر مسلمان کو رمضان کے روزوں کے ساتھ شوال کے چھ روزے بھی رکھنے چاہییں، تاکہ وہ عنداللہ صائم الدھر شمار ہو۔

---

① سنن أبي داود، الصيام، باب المعتكف يعود المريض، حديث: 2473

② صحيح مسلم، الصيام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال إتباعًا لرمضان، حديث: 1164

❁ **ذوالحجہ کے روزے:** عشرۂ ذوالحجہ کے روزے اور یوم عرفہ 9 ذوالحجہ کا روزہ رکھنا بھی فضیلت کا باعث ہے اور عرفہ کا روزہ ان لوگوں کے لیے ہے جو حج کرنے کے لیے نہ گئے ہوں۔ جہاں تک حاجیوں کا تعلق ہے تو وہ یہ روزہ نہیں رکھیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَةَ، أَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰهِ أَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِی قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِی بَعْدَهُ»

''عرفے کے دن کا روزہ، اللہ سے امید ہے کہ وہ آئندہ اور گزشتہ (دو) سالوں کے گناہ معاف فرما دے گا۔''[1]

رسول اللہ ﷺ میدان عرفات میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔[2]

❁ **یوم عاشورا:** عاشورا اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنا بھی مسنون ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«هٰذَا یَوْمُ عَاشُورَاءَ، وَلَمْ یَکْتُبِ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ صِیَامَهُ، وَأَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْیَصُمْ، وَمَنْ شَاءَ فَلْیُفْطِرْ»

''یہ عاشورا کا دن ہے، اس دن روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض نہیں کیا، البتہ میں روزے سے ہوں۔ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔''[3]

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«لَئِنْ بَقِیتُ إِلٰی قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ»

---

① صحیح مسلم، الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر……، حدیث: 1162

② صحیح البخاری، الصوم، باب صوم یوم عرفة، حدیث: 1988،1989

③ صحیح البخاری، الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، حدیث: 2003

''اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو (یوم عاشورا کے ساتھ) نو محرم کا روزہ بھی رکھوں گا۔''[1] (چنانچہ نو اور دس محرم کا روزہ رکھنا سنت ہے۔)

❁ **ماہ شعبان کے روزے:** سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يَصُومُ، وَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِّنْهُ فِي شَعْبَانَ»

''رسول اللہ ﷺ نفلی روزے اس قدر رکھتے کہ ہم کہتیں، اب آپ کبھی روزہ ترک نہیں کریں گے اور جب چھوڑ دیتے تو خیال گزرتا کہ اب آپ کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان کے سوا کسی اور مہینے کے پورے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔''[2]

❁ **سوموار اور جمعرات کا روزہ:** رسول اللہ ﷺ سے سوموار اور جمعرات کے روزوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«ذَانِكَ يَوْمَانِ تُعْرَضُ فِيهِمَا الْأَعْمَالُ عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ»

''یہ وہ دو دن ہیں، جن میں انسان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے سامنے میرے اعمال روزے کی حالت میں

---

[1] صحیح مسلم، الصیام، باب أي یوم یصام في عاشوراء؟، حدیث: 1134

[2] صحیح البخاري، الصوم، باب صوم شعبان، حدیث: 1969

پیش ہوں۔''[1]

آپ ﷺ سے سوموار کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

«ذَاكَ يَوْمٌ وُّلِدْتُّ فِيهِ، وَأُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ»

''یہ وہ دن ہے جس روز میری ولادت ہوئی اور مجھ پر وحی نازل ہوئی۔''[2]

❁ **ایام بیض کے روزے رکھنا:** سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

«أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَنْ نَّصُومَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامِ الْبِيضِ: ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ»

''رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم ہر ماہ ایام بیض، یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھیں۔''[3]

---

① سنن النسائی، الصیام، باب صوم النبی ﷺ بأبی هو وأمی ...... ، حدیث:2360

② صحیح مسلم، الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر......،حدیث: 1162

③ سنن النسائی، الصیام، باب ذکر الاختلاف علی موسیٰ بن طلحة......،حدیث: 2425,2424

باب:7

حج وعمرہ کی فضیلت واہمیت اور احکام ومسائل

حج اور عمرہ کی فضیلت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾﴾

''اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو شخص انکار کرے تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا ، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ ، لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ»

''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور حج مبرور (مقبول) کی جزا جنت ہی ہے۔''[2]

مبرور (مقبول) حج وہ ہوتا ہے جو سنت کے مطابق ہو اور گناہوں اور برائیوں سے پاک ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

---

① آل عمران 97:3

② صحیح البخاری، العمرۃ، باب وجوب العمرۃ و فضلھا ، حدیث :1773 و صحیح مسلم، الحج، باب فضل الحج والعمرۃ، حدیث : 1349

«مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ، فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»

''جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے حج کیا (اس دوران میں) اس نے کوئی فحش گوئی کی نہ کوئی برا کام، تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک وصاف لوٹے گا جس طرح اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔''[1]

آپ ﷺ نے فرمایا:

«خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ»

''لوگو! تم مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو۔''[2]

مسلمان بھائیو! آپ کے پاس جب بھی اتنا مال ہو جائے کہ حج پر جانے اور آنے کے اخراجات پورے ہوسکیں تو پھر جلدی حج کا فریضہ ادا کیجیے۔ آپ کو تحفے تحائف خریدنے کے لیے مال اکٹھا کرنے کی فکر نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ ایسی چیزوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں اور نہ ان کی وجہ سے انسان کا عذر قبول ہوسکتا ہے۔ اس لیے بیماری، فقر و فاقہ یا نافرمانی کی حالت میں موت آجانے سے پہلے حج ادا کر لینا چاہیے کیونکہ حج اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

حج اور عمرہ پر خرچ کیا جانے والا مال و متاع حلال ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت ہوسکے۔

عورت کے لیے حج یا کسی دوسرے مقصد کے لیے بغیر محرم کے سفر کرنا حرام ہے، جیسا کہ

---

[1] صحيح البخاري، الحج، باب فضل الحج المبرور، حديث : 1521 و صحيح مسلم، الحج، باب فضل الحج و العمرة، حديث : 1350

[2] صحيح مسلم، الحج، باب استحباب رمي جمرة العقبة ...... ، حديث : 1297 والسنن الكبرىٰ للبيهقي : 125/5 واللفظ له

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ»

''کوئی عورت تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے، جب تک کہ اس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو۔''[1]

حج پر جانے سے پہلے جس سے ناراضی اور لڑائی وغیرہ ہو اس سے صلح کریں، قرض ادا کریں اور گھر والوں کو وصیت کر دیں تاکہ وہ بناؤ سنگھار، گاڑیوں اور کھانوں وغیرہ پر فضول خرچی نہ کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾

''اور کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی مت کرو۔''[2]

حج مسلمانوں کا ایک عظیم اجتماع ہے، اس میں باہمی تعارف، محبت، مشکلات کے حل کے لیے تعاون اور اس جیسے بہت سے دین و دنیا کے فوائد حاصل کرنے کا موقع میسر ہوتا ہے۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ اپنی مشکلات کے حل کے لیے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کریں، اسی سے مدد طلب کریں اور صرف اسی کو پکاریں۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۝٢٠﴾

''کہہ دیجیے کہ میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔''[3]

عمرہ کسی وقت بھی ادا کیا جا سکتا ہے، لیکن رمضان المبارک میں ادا کرنا افضل ہے جیسا کہ

---

① صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب حج النساء، حديث: 1862 و صحيح مسلم، الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، حديث: 1338

② الأعراف 31:7 ③ الجن 20:72

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ»

''رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب کے لحاظ سے) حج کرنے کے برابر ہے۔''[1]

مسجد حرام (بیت اللہ) میں نماز ادا کرنا دوسری جگہوں پر نماز پڑھنے کی بہ نسبت لاکھ درجہ بہتر ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«صَلٰوةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلٰوةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ»

''میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز ادا کرنا مسجد حرام کے سوا باقی تمام جگہوں کی بہ نسبت ہزار درجہ بہتر ہے۔''[2]

مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«وَصَلٰوةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ صَلٰوةٍ فِي هٰذَا»

''مسجد حرام میں ادا کی جانے والی نماز، میری اس مسجد (مسجد نبوی) کی بہ نسبت سو درجہ بہتر ہے۔''[3]

چنانچہ (1000x100=100,000) اس حساب سے بیت اللہ میں پڑھی ہوئی ایک نماز ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔

---

① صحیح البخاری، العمرة، باب عمرة فی رمضان، حدیث : 1782 و صحیح مسلم، الحج، باب فضل العمرة فی رمضان، حدیث : 1256 واللفظ له

② صحیح البخاری، فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب فضل الصلاة ، ...... ، حدیث : 1190 و صحیح مسلم، الحج، باب فضل الصلاة بمسجدی مکة والمدینة ، حدیث : 1394

③ مسند أحمد : 5/4

حج کی تین اقسام ہیں، جن میں سے حج تمتع سب سے بہتر ہے۔[1]

کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«يَا آلَ مُحَمَّدٍ! مَنْ حَجَّ مِنْكُمْ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فِي حَجَّةٍ»

''اے آل محمد! تم میں سے جب کوئی حج کرے، تو اسے چاہیے کہ پہلے عمرہ کی نیت سے احرام باندھے، پھر حج کرے۔''[2]

حج کے اعمال اور اس کا طریقۂ کار

حج ادا کرنے کے لیے درج ذیل اعمال کو بجالانا ضروری ہے:

① احرام باندھنا ② منیٰ میں راتیں گزارنا

③ عرفات میں ٹھہرنا ④ مزدلفہ میں رات گزارنا

⑤ کنکریاں مارنا ⑥ قربانی کرنا

⑦ بال منڈوانا ⑧ طواف کرنا

⑨ سعی کرنا ⑩ احرام کھولنا۔

ان اعمال کی تفصیل یہ ہے:

❀ حج تمتع کرنے والے آٹھ ذوالحجہ کو مکہ میں اپنی قیام گاہ ہی سے احرام باندھ کر حج کی نیت کرتے ہوئے یہ کہیں: اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ حَجًّا ''اے اللہ! میں حج کے لیے حاضر ہوں۔''

---

① چنانچہ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم حج تمتع کریں۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ حج کے مہینوں (شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ) میں میقات سے احرام باندھتے ہوئے صرف عمرہ کی نیت کریں، بیت اللہ پہنچ کر طواف اور سعی کرکے بال کٹوائیں اور احرام کھول دیں پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کی نیت سے دوبارہ احرام باندھیں۔

② مسند أحمد: 6/297-317

اور ظہر سے پہلے پہلے منٰی چلے جائیں، وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں قصر (چار کے بجائے دو رکعت) کر کے ان کے اوقات میں ادا کریں، یہ رات وہیں گزاریں اور فجر کی نماز بھی منٰی میں ادا کریں۔

❀ 9 ذوالحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد تلبیہ پکارتے ہوئے پیدل یا سوار ہو کر عرفات چلے جائیں، وہاں خطبہ سنیں ظہر اور عصر کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں سے ظہر کے وقت میں جمع کر کے قصر ادا کریں، آپ کا اس دن روزہ نہیں ہونا چاہیے، آپ وہاں تلبیہ پڑھتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کریں، نیز اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ حدود عرفات میں ہیں، کیونکہ عرفات میں ٹھہرنا حج کا بنیادی رکن ہے، جبکہ مسجد نمرہ کا اکثر حصہ میدان عرفات سے باہر ہے۔

❀ غروب آفتاب کے بعد سکون واطمینان سے مزدلفہ چلے جائیں، وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں قصر اور جمع تاخیر سے پڑھیں اور رات وہیں گزاریں، لیکن قیام اللیل کے بجائے آرام کریں تاکہ ۱۰ ذوالحجہ کو فجر کی نماز کے بعد مشعر الحرام میں قبلہ رو ہو کر خوب دعائیں کی جا سکیں، البتہ بوڑھے اور کمزور لوگوں کو رات ہی کو مزدلفہ سے چلے جانے کی اجازت ہے۔

❀ دس ذوالحجہ کو سورج طلوع ہونے سے پہلے تلبیہ پکارتے ہوئے منٰی کی طرف چل دیں اور وہاں پہنچ کر درج ذیل کام کریں: اگر ممکن ہو تو نماز عید ادا کریں۔ طلوع آفتاب کے بعد رات تک کسی وقت میں بھی جمرہ عقبہ (بڑے جمرے) کو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے مسلسل سات کنکریاں ماریں۔

❀ عید کے ایام (جو تیرہ ذوالحجہ کی شام تک باقی رہتے ہیں) میں کسی وقت منٰی یا مکہ میں قربانی کریں، اس کا گوشت خود کھائیں اور فقیروں کو بھی کھلائیں اگر قربانی کے لیے پیسے نہ ہوں تو اس کے بدلے میں تین روزے حج کے دنوں میں اور سات گھر واپس آ کر رکھیں، اسی

طرح اگر کوئی عورت بھی حج تمتع کر رہی ہو تو اس پر بھی قربانی کرنا یا اس کے بدلے میں روزے رکھنا فرض ہیں۔

❀ قربانی کرنے کے بعد پورے سر کے بال منڈوالیں یا کتروالیں، لیکن منڈوانا افضل ہے۔ اب آپ عام لباس بھی پہن سکتے ہیں، اس کے بعد آپ کے لیے ممنوعات احرام میں سے بیوی سے صحبت کے سوا ہر چیز حلال ہو جائے گی۔

❀ مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ کا طواف (زیارت) کریں اور صفا و مروہ کے مابین سعی کریں، طواف زیارت کو عید کے آخری دنوں تک مؤخر کیا جا سکتا ہے، طواف اور سعی کے بعد بیوی سے مباشرت بھی جائز ہوگی جو اس سے قبل منع تھی۔

❀ مکہ سے واپس آ کر منیٰ میں گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کی راتیں گزاریں، ان تین دنوں میں زوال کے بعد سے لے کر رات تک کسی بھی وقت میں تینوں جمرات (چھوٹے، درمیانے اور بڑے) کو بالترتیب (اَللّٰهُ اَكْبَر) کہتے ہوئے سات سات کنکریاں ماریں، اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ کنکریاں جمرہ کے اردگرد حوض کے اندر گریں، اگر کوئی کنکری اس میں نہ گرے تو اس کے بدلے دوسری کنکری مارنی ہوگی۔ چھوٹے اور درمیانے جمرے کو کنکریاں مارنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر قبلہ رو ہو کر دعا کرنا سنت ہے۔ مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ کمزور، بیمار یا ضعیف العمر ہوں، انھیں کنکریاں مارنے کے لیے نائب بنانے کی اجازت ہے۔ اسی طرح بوقت ضرورت دوسرے یا تیسرے دن تک کنکریاں مارنے میں تاخیر کرنا جائز ہے۔

❀ طواف وداع واجب ہے۔ طوافِ وداع کرنے کے فوراً بعد واپسی کا سفر کرنا ضروری ہے۔

حج کس پر فرض ہے؟

حج، ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے اور درج ذیل اُمور کے حامل افراد پر فرض ہے:

- **مسلم**: کافر اور مرتد پر حج فرض نہیں۔
- **عاقل**: دیوانے پر حج فرض نہیں۔
- **آزاد**: غلام کے لیے حج ضروری نہیں۔
- **بالغ**: بچے پر حج فرض نہیں۔ اگر وہ حج کرلے تو جائز ہے لیکن بالغ ہونے پر حج کا فریضہ اس سے ساقط نہیں ہوگا۔
- **تندرست**: جب تک مریض شفایاب نہ ہوجائے اس پر حج فرض نہیں۔
- **زادراہ کا مالک**: اس فقیر پر حج فرض نہیں جس کے پاس آنے جانے کے اخراجات نہ ہوں۔
- **ایک مرتبہ**: حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے، اگر زیادہ دفعہ حج کرے تو اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔ مندرجہ بالا تمام امور مرد کی طرح عورت پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔
- عورت کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ»

''کوئی عورت تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے، جب تک کہ اس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو۔''[1]

ارکان حج

حج کے چند ارکان ہیں ان کے بغیر حج صحیح نہیں۔ ارکان درج ذیل ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب حج النساء، حديث: 1862 وصحيح مسلم، الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره ، حديث : 1338

- احرام: نیت کے ساتھ دو چادریں پہننا جبکہ عورت اپنے عام کپڑوں ہی میں ملبوس رہے گی۔
- عرفات میں ٹھہرنا: اس کا وقت 9 ذوالحجہ کو زوال آفتاب سے لے کر 10 ذوالحجہ کے دن طلوع فجر تک ہے۔
- طواف افاضہ: اس کا وقت 10 ذوالحجہ کی صبح سے لے کر آخر ذوالحجہ تک ہے۔
- صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا: سعی کی ابتدا صفا سے کریں، تو اس طرح صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہوگا اور ایسے سات چکر لگائے جائیں۔

حج کے واجبات

حج کے کچھ واجبات ہیں، ان میں سے کسی ایک کو چھوڑنے سے قربانی لازم آتی ہے۔

- میقات سے احرام باندھنا۔
- 9 ذوالحجہ کے دن زوال آفتاب سے لے کر 10 ذوالحجہ کی طلوع فجر تک دن یا رات کسی وقت میدان عرفات میں ٹھہرنا۔
- مزدلفہ یا منٰی میں رات گزارنا۔
- جمرات کو کنکریاں مارنا۔
- الوداعی طواف۔ اگر عورت حالت حیض میں ہو تو وہ الوداعی طواف کیے بغیر واپسی کا سفر شروع کرسکتی ہے۔

عمرہ کے اعمال اور اسے ادا کرنے کا طریقہ

عمرہ ادا کرنے کے لیے درج ذیل اعمال بجالانا ضروری ہیں: ① احرام باندھنا ② طواف

کرنا③ سعی کرنا④ بال منڈوانا⑤ احرام کھول دینا۔

① احرام باندھنا: جب میقات سے احرام باندھنے کا ارادہ ہو تو پہلے غسل کریں،[1] کیونکہ نبی ﷺ سے اسی طرح ثابت ہے۔[2]

پھر احرام کا لباس پہنیں۔[3]

عمرہ کی نیت کرتے ہوئے کہیں:

«لَبَّيْكَ ! اللّٰهُمَّ ! بِعُمْرَةٍ»

''اے اللہ! میں عمرہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔''

اور پھر بلند آواز سے تلبیہ کہتے رہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

«لَبَّيْكَ ! اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ! لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ ! إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ، لَا شَرِيكَ لَكَ»

---

① مختلف جہتوں کے اعتبار سے احرام باندھنے کے مقامات بھی مختلف ہیں: ❶ یلملم : یہ پاکستان، بھارت اوران سے ملے ہوئے علاقوں سے آنے والے عازمین حج وعمرہ کے لیے میقات ہے، اہل یمن کا بھی یہی میقات ہے۔ ❷ ذوالحلیفۃ: یہ مدینہ اوراس سے ملے ہوئے علاقوں کے لوگوں کے لیے میقات ہے، جس کا نیا نام بئر علی یا آبار علی ہے۔ ❸ جحفہ: یہ شام اور مصر وغیرہ کے لوگوں کے لیے میقات ہے۔ ❹ ذات العرق: یہ میقات عراق والوں کے لیے ہے۔ ❺ قرن المنازل: نجد والوں کے لیے ''قرن المنازل'' یا ''سیل کبیر'' میقات ہے۔

② جامع الترمذی، الحج، باب ماجاء فی الاغتسال عند الإحرام، حدیث :830

③ مردوں کے لیے دو صاف ستھری اَن سلی چادریں (اگر سفید ہوں تو بہتر ہے) احرام کا لباس ہیں، ایک بطور تہبند باندھے اور دوسری اوپر اوڑھے، لیکن سر اور چہرہ ننگا رکھے۔ جوتا کوئی سا بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، البتہ ٹخنے ضرور ننگے ہوں۔ عورتوں کے لیے کوئی مخصوص احرام نہیں، وہ جو بھی کپڑے پہنے ہوئے ہوں انھی کو بطور احرام اختیار کر سکتی ہیں، البتہ دستانے پہنیں نہ نقاب اوڑھیں۔

"حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، بار بار حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں پھر حاضر ہوں، یقیناً سب تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لیے ہیں اور ساری بادشاہت بھی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔"[1]

② **طواف کرنا:** مکہ پہنچتے ہی بیت اللہ (المسجد الحرام) میں جائیں اور بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائیں۔ ہر چکر حجر اسود سے [بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَر] "اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) اور اللہ سب سے بڑا ہے۔"[2]

کہتے ہوئے شروع کریں، اگر میسر ہو تو اسے بوسہ دیں ورنہ دائیں ہاتھ سے چھونا یا اشارہ کر دینا ہی کافی ہے اور اگر میسر ہو تو ہر دفعہ رکن یمانی سے گزرتے ہوئے ہاتھ لگائیں اسے چومنے یا اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں، رکن یمانی سے حجر اسود کی طرف آتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:

﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي ٱلْأَخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿٢٠١﴾ ﴾

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"[3]

طواف کے سات چکر مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے قریب دو رکعت نماز ادا کریں، پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھیں۔

③ **سعی کرنا:** طواف مکمل کرنے کے بعد صفا ومروہ کی سعی کے لیے باب صفا سے صفا پہاڑی کی طرف جانا مسنون ہے، اور جب صفا کے قریب پہنچیں تو یہ کلمات پڑھیں:

---

① صحيح البخاري، الحج، باب التلبية ، حديث: 1549

② مسند أحمد مع الفتح الرباني: 67/12

③ البقرة: 201/2 ، سنن أبي داود، المناسك، باب الدعاء في الطواف، حديث: 1892

﴿إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِ﴾......«أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ»

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں''میں اس چیز سے ابتدا کرتا ہوں، جس سے اللہ نے ابتدا کی ہے۔''یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پہلے صفا کا ذکر ہے، لہٰذا میں بھی اپنی سعی کی ابتدا صفا سے کرتا ہوں۔''[1]

صفا پر پہنچنے کے بعد صفا پر اتنا چڑھنے کی کوشش کریں کہ بیت اللہ نظر آ جائے پھر بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر تین مرتبہ [اَللّٰهُ اَکْبَرُ] کہیں اور درج ذیل کلمات تین بار دہرائیں:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ»

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اور حمد و تعریف اسی کے لیے ہے، وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے کئی لشکروں کو شکست دی۔''[2]

سعی کرتے ہوئے جب بھی صفا اور مروہ پر آئیں تو باقی دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی دہرائیں۔ صفا مروہ کے درمیان چلتے ہوئے دو سبز نشانوں کے درمیان ہلکی ہلکی دوڑ لگائیں، سعی کے لیے سات چکر لگائیں، صفا سے مروہ تک ایک چکر اور مروہ سے صفا تک دوسرا چکر شمار ہوگا۔

اس کے بعد پورے سر کے بال منڈوائیں یا کٹوائیں، نبیٔ کریم ﷺ کی سنت یہی اس

---

[1] صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث : 1218

[2] صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث : 1218

کے بعد پورے سر کے بال منڈوائیں یا کٹوائیں، نبیٔ کریم ﷺ کی سنت یہی ہے۔ عورتیں سعی مکمل کرنے کے بعد کچھ بال کاٹ لیں، ان کے لیے سر منڈوانا جائز نہیں۔ عمرہ کرنے والے حضرات حجامت کے بعد احرام کھول دیں، ان کا عمرہ مکمل ہو گیا۔

حج اور عمرہ کے آداب

- حج خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں اور یہ دعا کریں کہ ''اے اللہ! میرا یہ حج ایسا ہو جس میں کسی قسم کی ریاکاری اور دکھلاوا نہ ہو۔''
- نیک اور صالح لوگوں کی رفاقت اختیار کریں، ان کی خدمت کریں اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کریں۔
- سگریٹ نوشی سے پرہیز کریں، کیونکہ یہ ایسا گھناؤنا اور حرام کام ہے، جس سے بدن اور مال کا نقصان، ساتھیوں کو تکلیف اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے۔
- نماز کے وقت مسواک استعمال کریں، گھر والوں کے لیے مسواک، کھجور اور ماء زمزم کا تحفہ لیں، کیونکہ ان چیزوں کی صحیح احادیث میں فضیلت آئی ہے۔
- غیر محرم عورتوں سے میل جول اور ان کی طرف دیکھنے سے پرہیز کریں، اسی طرح اپنی عورتوں کو بھی غیر محرم مردوں سے پردے میں رکھیں۔
- مسجد میں آئیں تو صفیں مت پھلانگیں۔ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔
- کسی نمازی کے آگے سے مت گزریں، خواہ آپ حرمین ہی میں کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ شیطانی کام ہے۔ (اس کی دلیل کتاب کی ابتدا میں اس عنوان کے تحت دیکھیے)
- نماز اطمینان اور سکون سے، سُترہ (کسی دیوار آدمی یا بیگ وغیرہ) کے پیچھے پڑھیں۔ مقتدیوں کے لیے ان کے امام کا سترہ ہی کافی ہے۔

- طواف وسعی کرتے، کنکریاں مارتے اور حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے اپنے اردگرد کے لوگوں سے نرمی سے پیش آئیں۔
- اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مُردوں کو مت پکاریں، کیونکہ یہ ایسا شرک ہے جس سے حج اور دوسرے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٦٥﴾ ﴾

''(اے نبی) اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے اعمال برباد ہو جائیں گے اور آپ خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔''[1]

ممنوعات احرام

اللہ تعالیٰ نے محرم (احرام باندھنے والے) پر چند چیزوں کی پابندی لگائی اور ان کو اس پر حرام قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

- جماع اور اس کے اسباب، جیسے بیوی کا بوسہ لینا اور اسے شہوت سے چھونا وغیرہ۔
- گناہوں کا ارتکاب جو حقیقت میں آدمی کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے دور کر دیتے ہیں۔
- ساتھیوں اور ماتحت عملہ وغیرہ سے جھگڑنا۔ ان چیزوں کو حرام قرار دینے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾

''جو شخص ان (مہینوں) میں حج کا عزم کرے، پھر حج کے دوران میں نہ جنسی چھیڑ چھاڑ جائز ہے، نہ بدکرداری اور نہ ہی لڑائی جھگڑا۔''[2]

---

① الزمر 65:39 ② البقرة 197:2

- سلے ہوئے کپڑے مثلاً: قمیص کوٹ، جبہ، شلوار، ٹوپی اور پگڑی یا ان جیسا کوئی کپڑا جو سر پر رکھا جاتا ہے، اسی طرح وہ رنگا ہوا کپڑا احرام ہے جس سے خوشبو آتی ہو، موزے پہننا حرام ہے، البتہ جوتا پہن سکتا ہے، اگر جوتے نہ ہوں تو موزے ٹخنوں تک کاٹ کر پہن سکتا ہے۔
- علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ چیزیں مردوں کے ساتھ خاص ہیں۔
- عورت کے لیے ہر قسم کا لباس پہننا جائز ہے، البتہ خوشبو لگا ہوا کپڑا، نقاب اور دستانے نہیں پہن سکتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَنْتَقِبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ»

''احرام والی عورت نقاب اوڑھے نہ دستانے پہنے۔''[1]

وہ اجنبی مردوں سے چھتری وغیرہ سے یا چہرے پر کپڑا لٹکا کر اپنا چہرہ چھپائے گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ»

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتیں اور قافلے ہمارے پاس سے گزرتے، جب وہ ہمارے سامنے آتے تو ہم اپنی چادریں چہرے پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم چادریں چہرے سے اُٹھا لیتی تھیں۔''[2]

- اگر آدمی کو احرام کے لیے دو چادریں یا جوتے نہ ملیں، تو جو ملے پہن لے۔ آپ ﷺ

---

[1] صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب ما ينهى من الطيب للمحرم والمحرمة، حديث: 1838

[2] سنن أبي داود، المناسك، باب المحرمة تغطي وجهها، حديث: 1833

نے فرمایا:

«مَنْ لَّمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ»

''جو شخص (احرام کے لیے) تہبند نہ پائے تو وہ شلوار ہی پہن لے، اور جسے جوتے نہ ملیں وہ موزے ہی پہن لے۔''[1]

- حالت احرام میں نکاح کرنا یا پیغام نکاح بھیجنا حرام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ»

''محرم خود نکاح کر سکتا ہے نہ کسی دوسرے کا نکاح کروا سکتا ہے اور نہ کسی کو پیغامِ نکاح دے سکتا ہے۔''[2]

- محرم کے لیے ناخن تراشنا اور جسم کے کسی بھی حصے سے کسی بھی طریقے سے بال مونڈنا یا کتروانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾

''اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاؤ جب تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے (بیت اللہ) پر نہ پہنچ جائے۔''[3]

- محرم مرد اور عورت کے لیے سلے ہوئے کپڑے یا جسم پر خوشبو لگانا حرام ہے۔
- محرم کے لیے خشکی کا شکار قتل کرنا، ذبح کرنا، اس کی طرف اشارہ کرنا اور اسے بھگانا حرام ہے، البتہ سمندر کا شکار کرنا اور اسے کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

① صحیح البخاری، جزاء الصید، باب إذا لم یجد الإزار فلیلبس السراویل، حدیث:1843

② صحیح مسلم، النکاح، باب تحریم نکاح المحرم و کراهة خطبته، حدیث:1409

③ البقرة 196:2

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ﴾

''تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے۔ تم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو اور قافلے والے زادِراہ بھی بنا سکتے ہیں، البتہ حالت احرام میں خشکی کا شکار تم پر حرام کیا گیا ہے۔''[1]

ممنوعات احرام کے مرتکب کا حکم

جو شخص کسی عذر کی وجہ سے جماع کے سوا احرام کی کسی ممنوعہ چیز کا ارتکاب کرے، مثلاً بال مونڈے یا گرمی یا سردی سے بچنے کے لیے سلا ہوا کپڑا پہن لے، تو بکری ذبح کرنا یا چھ مسکینوں کو اس قدر کھانا مہیا کرنا اس پر لازم ہے کہ ہر مسکین کو کم از کم نصف صاع (تقریباً بیس چھٹانک) اناج مل جائے یا پھر تین روزے رکھے۔ ان تینوں امور میں سے کوئی ایک کام کرنے کا آدمی کو اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ﴾

''تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو (وہ سر منڈا سکتا ہے بشرطیکہ) روزوں سے یا صدقہ سے یا قربانی سے اس کا فدیہ ادا کرے۔''[2]

لاعلمی کی بنا پر یا بھول کر کوئی ممنوع لباس پہن لے یا خوشبو لگا لے تو اس پر کوئی حرج نہیں، جیسا کہ حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی مقام جعرّانہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا، اس کی داڑھی اور سر کے بال

---

[1] المائدة 96:6 [2] البقرة 196:2

زرد رنگ سے رنگے ہوئے تھے، اور وہ جبہ پہنے ہوئے تھا اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں نے عمرے کا احرام باندھا ہوا ہے اور میری حالت تو آپ دیکھ رہے ہیں۔ (میرے لیے کیا حکم ہے۔) آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِنْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاغْسِلْ عَنْكَ الصُّفْرَةَ، وَمَا كُنْتَ صَانِعًا فِي حَجِّكَ، فَاصْنَعْهُ فِي عُمْرَتِكَ»

''اپنا جبہ اتار دو اور زرد رنگ دھو ڈالو اور جو کچھ حج میں کرتے ہو وہی اپنے عمرے میں کرو۔''[1]

اگر کوئی شخص بھول کر یا بے علمی کی وجہ سے کسی شکار کو قتل کر دے، تو اس پر اس کی مثل جزا ضروری ہے، کیونکہ یہ مال کی ذمہ داری کی طرح ہے اور مالی ذمہ داری میں علم، جہالت، بھول یا قصد سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نقصان کی صورت میں بہر حال اس کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے گویا اس شکار کی حیثیت شخصی مال کی ذمہ داری کی طرح ہے۔

اگر محرم اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھے تو اس کا حج باطل ہو جائے گا، لیکن وہ افعال حج جاری رکھے گا، پھر قضا دے گا اور اس پر بطور فدیہ ذبیحہ بھی ضروری ہے۔

حج نبوی کی تفصیلات

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں نو سال رہے اور کوئی حج نہ کیا، پھر دسویں سال آپ نے لوگوں میں اعلان کروایا کہ اللہ کے رسول ﷺ حج کو جانے والے ہیں۔ اس اطلاع سے مدینہ میں بہت سے لوگ آ گئے۔ ہر ایک کی آرزو اور خواہش یہ تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اقتدا کرے اور آپ ﷺ کے حج کی طرح حج کرے۔ ہم سب

---

[1] صحيح مسلم، الحج، باب ما يباح للمحرم بحج أو عمرة لبسه ......، حديث: 1180

آپ کی معیت میں نکلے، جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر کو جنم دیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں اب کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''غسل کر کے لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لو۔''

رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں (ظہر کی) دو رکعت نماز ادا کی، پھر اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے، حتی کہ جب وہ آپ کو لے کر بیداء (ایک اونچی جگہ کا نام) پر بلند ہوئی تو میں نے آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں حد نگاہ تک لوگ ہی لوگ دیکھے، کچھ سوار تھے، کچھ پیادہ، اور اللہ کے رسول ﷺ ہمارے درمیان تھے۔ آپ پر قرآن نازل ہوتا تھا۔ آپ ہی اس کی حقیقت (اس کا صحیح مطلب و مدعا) جانتے تھے۔ ہمارا رویہ یہ تھا کہ جو کچھ آپ کرتے تھے ہم بھی وہی کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے توحید کا یہ تلبیہ کہا:

«لَبَّيْكَ! اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ! لَبَّيْكَ! لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ! إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ»

''میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیری ہیں، بادشاہی تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

لوگوں نے وہ تلبیہ پڑھا جو اب پڑھتے ہیں جس میں بعض الفاظ کا اضافہ تھا تو آپ ﷺ نے ان کے تلبیہ کی تردید نہیں کی اور خود اپنا تلبیہ ہی پڑھتے رہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے صرف حج کی نیت کی تھی، ہم عمرے کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔ (عمرے کا خیال ہمارے ذہن میں موجود ہی نہیں تھا) یہاں تک کہ جب ہم آپ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ پہنچ گئے، تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا (اور طواف شروع کر دیا) آپ نے پہلے تین چکروں میں رمل کیا (وہ چال چلے جس سے قوت اور شجاعت

کا اظہار ہوتا تھا) اور باقی چکروں میں معمول کے مطابق چلے، پھر آپ ﷺ مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اور یہ آیت پڑھی: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرة:125/2) پھر آپ ﷺ اس طرح کھڑے ہوئے کہ مقام ابراہیم آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا۔ میرے باپ بیان کرتے تھے اور میرے علم کے مطابق وہ نبی ﷺ کے بارے میں بتاتے تھے کہ آپ نے دو رکعتوں میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد﴾ اور ﴿قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْن﴾ پڑھیں، پھر حجر اسود کی طرف واپس آئے، اسے بوسہ دیا، پھر آپ باب صفا سے صفا (پہاڑی) کی طرف چلے گئے۔ جب صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة :158/2) ''صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی علامتوں میں سے ہیں'' میں اس مقام سے ابتدا کرتا ہوں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا ہے، پھر صفا سے شروع ہوئے، اس پر چڑھے۔حتی کہ بیت اللہ آپ کو نظر آنے لگا، اس وقت آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، اللہ کی توحید اور کبریائی بیان فرمائی اور یہ کلمات کہے:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ»

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لیے بادشاہی اور تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اپنے بندے کی مدد کی اور لشکروں کو اکیلے اسی نے شکست دی۔''

پھر آپ نے یہ کلمات تین دفعہ فرمائے اور ان کے درمیان دعا مانگی۔ پھر مروہ کی طرف جانے کے لیے اترے حتی کہ جب آپ کے قدم وادی کے نشیب میں پہنچے تو دوڑ پڑے، حتی کہ

جب آپ کے قدم نشیب سے اوپر آ گئے تو آپ عام رفتار کے مطابق چلے یہاں تک کہ مروہ پر آ گئے۔ مروہ پر بھی آپ نے ایسے ہی کیا جیسے صفا پر کیا۔ جب آپ آخری چکر پورا کر کے مروہ پر پہنچے تو فرمایا: ''اگر مجھے اس بات کا پہلے علم ہو جاتا جس کا علم بعد میں ہوا ہے تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا اور اس کو عمرہ بنا لیتا، تم میں سے جن کے پاس قربانی نہیں ہے وہ احرام کھول دیں اور اس کو عمرہ بنا دیں۔''

اس پر سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے۔ رسول اللہ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے دو مرتبہ فرمایا: ''عمرہ حج میں داخل ہو گیا، محض اس سال کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے!''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (مزید) جانور لے کر آئے، انھوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ احرام کھول کر رنگ دار کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور سرمہ لگائے ہوئے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس طرز عمل پر ناگواری کا اظہار کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے باپ نے اس کا مجھے حکم دیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ عراق میں یہ حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے۔ میں غصہ میں آ گیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس کام کے بارے فتویٰ پوچھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے بارے میں بیان کیا تھا۔ آپ نے فرمایا ''اس نے سچ بتایا ہے، اس نے سچ کہا ہے۔ حج کی نیت کرتے ہوئے تو نے کیا کہا تھا۔'' وہ کہتے ہیں: میں نے کہا تھا: اے اللہ! میں اس چیز کی نیت کرتا ہوں، جس کی نیت تیرے رسول نے کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو چونکہ قربانی کے جانور ساتھ لایا ہوں (اس لیے میں حج سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا، اور تم نے میرے احرام کی نیت کی ہے) اس لیے تم بھی احرام نہیں کھول سکتے۔'' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے جانور جو

رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے ان کی مجموعی تعداد سو تھی۔ راوی بیان کرتے ہیں تمام لوگوں نے احرام کھول دیے اور بال کٹوا لیے، آپ اور صرف وہ لوگ احرام میں رہ گئے جن کے پاس قربانیاں تھیں۔ جب آٹھ ذوالحجہ کا دن ہوا تو سب لوگ منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے (اور احرام کھول دینے والوں نے) حج کا احرام باندھ لیا۔ نبی ﷺ اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔ آپ فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر ٹھہرے رہے حتی کہ سورج طلوع ہو گیا۔ (پھر آپ عرفات کی طرف چل پڑے) اور آپ نے نمرہ کے مقام پر اپنے لیے بالوں کا ایک خیمہ لگانے کا حکم دیا، جب آپ وہاں سے چلے تو قریش کو یقین تھا کہ آپ مشعر حرام کے پاس ٹھہریں گے جیسا کہ قریش جاہلیت میں کیا کرتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزر کر عرفات میں پہنچے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے لیے نمرہ میں خیمہ لگا دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ وہاں اترے یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا، تو آپ نے حکم دیا کہ قصواء (اونٹنی) پر پالان رکھا جائے تو وہ رکھ دیا گیا، پھر آپ ﷺ سوار ہو کر وادیٔ عرفہ کے درمیان آئے اور خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

''لوگو! تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں، جیسے تمھارا یہ دن، تمھارے اس مہینے میں، تمھارے اس مقدس شہر میں، سن لو جاہلیت کے تمام معاملات (رسم و رواج) میرے قدموں کے نیچے پامال ہیں اور جاہلیت کے خون بھی پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے گھرانے سے، ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں جو قبیلہ بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور اسے ہذیل کے لوگوں نے قتل کر دیا تھا اور جاہلیت کے دور کے سود ختم کرتا ہوں (اب کوئی مسلمان کسی سے سود وصول نہیں کر سکتا) اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے سود، یعنی عباس بن عبدالمطلب کا سارا سود ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔

اے لوگو! عورتوں کے (حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کے) بارے میں اللہ سے ڈرو،

کیونکہ تم نے انھیں اللہ کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمہ کے ساتھ حلال کیا ہے، تمھارا ان پر حق ہے کہ وہ تمھارے بستر پر کسی ایسے شخص کو جگہ نہ دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو ہلکی پھلکی سزا دے سکتے ہو۔ اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ دستور اور عرف کے مطابق ان کے کھانے، پینے اور پہننے کا بندوبست کرو۔

میں تمھارے لیے ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ (قیامت کے دن) تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے۔

لوگوں نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام اور احکام پہنچا دیے، ذمہ داری ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کر دی، تو آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔ پھر اذان کہلوائی، اقامت کہلوائی اور ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہلوائی اور عصر کی نماز پڑھائی اور دونوں نمازوں کے درمیان میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر میدان عرفات میں مقام وقوف پر آئے۔ آپ نے اپنی اونٹنی قصواء کا رخ چٹانوں کی طرف کر دیا اور پیدل چلنے والوں کو اپنے سامنے کر کے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ یہاں ٹھہرے رہے حتی کہ سورج غروب ہو گیا اور کچھ زردی ختم ہو گئی حتی کہ جب سورج کی ٹکیا غائب ہو گئی تو آپ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھایا اور مزدلفہ کی طرف چل پڑے جبکہ قصواء اونٹنی کی لگام اس قدر کھینچی ہوئی تھی کہ اس کا سر پالان کے اگلے حصے سے لگ رہا تھا اور آپ اپنے دائیں ہاتھ سے اشارہ کر کے فرما رہے تھے: ''لوگو! اطمینان وسکون اختیار کرو۔ جب کسی پہاڑ پر آتے تو اونٹنی کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیتے، تاکہ وہ اوپر چڑھ جائے، حتی کہ آپ مزدلفہ آپہنچے۔ یہاں مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی اور دونوں کے

درمیان کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ طلوع فجر تک لیٹ گئے۔ جب صبح اچھی طرح ظاہر ہوگئی، تو آپ ﷺ نے اذان اور اقامت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پھر اونٹنی پر سوار ہوکر مشعر حرام پر پہنچے، یہاں آ کر قبلہ رخ کھڑے ہو گئے، اللہ سے دعا کی، اس کی تکبیر، تہلیل اور توحید کے کلمات کہتے ہوئے کھڑے رہے حتی کہ خوب روشنی ہوگئی، تو طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے منٰی کی طرف واپس لوٹے اور اپنے پیچھے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو سوار کرلیا وہ خوبصورت بالوں اور، سفید رنگ والے خوبصورت نوجوان تھے۔ جب آپ منٰی کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے پاس سے عورتیں گزریں۔ فضل ان کی طرف دیکھنے لگے، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ فضل کے چہرے پر رکھ دیا۔ فضل اپنا چہرہ دوسری جانب پھیر کر دیکھنے لگے تو آپ نے فضل کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر دوسری طرف دیکھنے سے بھی روک دیا، وہ اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر کر پھر دیکھنے لگے، حتی کہ آپ وادی محسر (منی اور مزدلفہ کے درمیان) پہنچے۔ سواری کو کچھ تیز کر دیا، پھر جمرہ کبریٰ پر جانے والے درمیانی راستے سے ہوتے ہوئے اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے قریب ہے، اس کو وادی کے نشیب سے سات چھوٹی چھوٹی کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے جاتے تھے۔ ان میں سے ہر کنکری لوبیے کے دانے کے برابر تھی، پھر قربان گاہ کی طرف گئے اور اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ نحر (اونٹ کی قربانی کرنے کا خاص طریقہ ہے) کیے۔ (سو میں سے) باقی ماندہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نحر کیے۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنی قربانی میں شریک کرلیا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ قربانی کے ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ لیا جائے۔ یہ سارے ٹکڑے ایک ہنڈیا میں پکائے گئے پھر آپ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار ہو کر طواف افاضہ کے لیے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے (طواف کیا اور) مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد بنی عبدالمطلب کے

پاس آئے جو لوگوں کو زمزم پلا رہے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب! پانی نکالو۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ دوسرے لوگ تمھاری پانی کی خدمت پر غالب آ جائیں گے (اس کو مناسک حج کا حصہ سمجھ کر تم سے ڈول چھین لیں گے) تو میں بھی تمھارے ساتھ مل کر پانی نکالتا، پھر انھوں نے آپ کو ایک ڈول پکڑایا تو آپ نے اس میں سے نوش فرمالیا۔''[1]

ہدی، اس کی اقسام اور شرائط

ہدی (جس کا قرآن مجید میں بھی تذکرہ موجود ہے) سے مراد وہ اونٹ، گائے، بکری یا بھیڑ ہے، جو بیت اللہ کی طرف بھیجی جائے۔ ہدی کی دو قسمیں ہیں: مستحب اور واجب۔

مستحب وہ ہے جو صرف حج یا صرف عمرہ کرنے والا پیش کرتا ہے۔

واجب ہدی کی درج ذیل اقسام ہیں:

- قارن اور متمتع پر قربانی (ہدی) ضروری ہے اور وہ خود بھی اس میں سے کھا سکتا ہے۔
- جس نے واجبات حج، مثلاً جمرات کی رمی، میقات سے احرام باندھنا، دن اور رات کو عرفہ میں ٹھہرنا، مزدلفہ یا منٰی میں رات گزارنا یا الوداعی طواف میں سے کوئی واجب عمل چھوڑ دیا، اس پر قربانی ضروری ہے۔
- جس نے ممنوعاتِ احرام میں سے کسی کام کا ارتکاب کیا، مثلاً خوشبو لگائی اور بال مونڈ لیے تو اس پر قربانی واجب ہے۔
- جس نے حرم کے شکار کو چھیڑنے یا درخت کاٹنے جیسا کوئی عمل کیا، تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

[1] صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبی ﷺ حدیث:1218

ہدی کی شرائط

ہدی کے لیے درج ذیل شرطیں ہیں:

- جانور دو دانتا ہو، دو دانتا، اونٹ سے پانچ سال، گائے سے دو سال اور بکری میں سے ایک سال والے جانور کو کہتے ہیں۔ جبکہ بھیڑ میں سے چھ ماہ یا اس سے زائد عمر کا موٹا تازہ جانور کفایت کر جائے گا۔
- جانور صحیح اور تندرست ہونا چاہیے، کانا، لنگڑا، خارش زدہ یا انتہائی کمزور جانور نہیں ہونا چاہیے۔

ہدی کو ذبح کرنے کا وقت اور جگہ

ہدی کو قربان کرنے کا وقت 10 ذوالحجہ اور ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ) ہے، اگر مقررہ دنوں میں قربان نہ کر سکے تو ہدی واجب کو بعد میں قضا کے طور پر قربان کرے اور منیٰ یا مکہ میں ہدی کو ذبح کرنا جائز ہے۔

مسجد نبوی کے آداب

جب مسجد نبوی میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں آگے بڑھاتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:

«بِسْمِ اللهِ! وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ»

''اللہ کے نام سے (داخل ہوتا ہوں) اور سلام ہو رسول اللہ ﷺ پر، اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''[1]

---

[1] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب ما یقول إذا دخل المسجد، حدیث: 713 و سنن ابن ماجه، المساجد، باب الدعاء عند دخول المسجد، حدیث: 771

دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیں اور پھر ان الفاظ سے رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجیں:

«اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُولَ اللهِ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَابَكْرٍ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعُمَرُ!»

''اے اللہ کے رسول! ﷺ آپ پر سلامتی ہو، اے ابوبکر! رضی اللہ عنہ آپ پر سلامتی ہو، اے عمر! رضی اللہ عنہ آپ پر سلامتی ہو۔''①

پھر قبلہ رو ہو کر خوب دعا کریں اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی آپ کے مدنظر ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ»

''جب مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو۔''②

مسجد نبوی کی زیارت کرنا اور رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجنا مستحب ہے۔ اس کا حج کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت ہے۔ روضۂ رسول کی دیواروں اور جالیوں وغیرہ کو چومنا جائز نہیں، کیونکہ یہ بدعت ہے۔ اسی طرح مسجد سے باہر نکلتے ہوئے الٹے پاؤں چلنا، بے بنیاد اور بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا»

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ (اس کی وجہ سے) اس شخص پر

---

① فضل الصلاة على النبي ﷺ، للمحدث الإمام إسماعيل بن إسحاق الجهضمي، ص: 82

② جامع الترمذي، صفة القيامة، باب [حديث حنظلة......]، حديث: 2516

دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''[1]

بقیع الغرقد (جنت البقیع) اور شہدائے احد کی زیارت کرنا مستحب ہے، جبکہ مساجد سبعہ اس میں شامل نہیں۔ مدینہ منورہ کا سفر، مسجد نبوی کی زیارت اور وہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کی نیت سے کرنا چاہیے، کیونکہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد کی بہ نسبت ہزار گنا زیادہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ایک اور فرمان ہے:

«لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَمَسْجِدِي هٰذَا»

''تین مسجدوں کے سوا کسی اور (مقدس) مقام کی طرف (عبادت کے قصد سے) رخت سفر باندھنا جائز نہیں۔ اور وہ (تین مسجدیں) مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد ہیں۔''[2]

[1] صحیح مسلم، الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن ...... ، حدیث:384

[2] صحیح البخاری، الصوم، باب صوم یوم النحر، حدیث: 1995 وصحیح مسلم، الحج، باب فضل المساجد الثلاثة، حدیث: 1397

باب: 8

معاملات کے چند ضروری احکام

شادی کی مشروعیت اور اس کے احکام

شادی کی ترغیب

دین اسلام نے شادی کرنے کی رغبت دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَٰجٗا وَجَعَلَ لَكُم مِّنۡ أَزۡوَٰجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةٗ﴾

''اللہ نے تمھارے لیے تم ہی میں سے تمھاری بیویاں پیدا کیں اور تمھاری بیویوں سے تمھارے لیے تمھارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے۔''[1]

﴿وَأَنكِحُواْ ٱلۡأَيَٰمَىٰ مِنكُمۡ وَٱلصَّٰلِحِينَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَإِمَآئِكُمۡۚ إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ ۝٣٢﴾

''اور تم میں جو مرد، عورت بے نکاح ہوں، ان کے نکاح کر دو اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کے بھی (نکاح کر دو)۔ اگر وہ فقیر و محتاج ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور اللہ وسعت والا اور بہت علم والا ہے۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① النحل 72:16 ② النور 32:24

«اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ»

"دنیا ساری کی ساری فائدے کا ساز و سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔"①

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

«أَمَا وَاللهِ! إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»

"اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور زیادہ پرہیزگار ہوں، لیکن میں (نفلی) روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات کو قیام کرتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ آگاہ رہو، جس نے میرے طریقے سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں (میرے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔")②

شادی کی حکمت

شادی انفرادی و اجتماعی لحاظ سے بنی نوع انسان کے لیے مفید ہے۔ یہ طبعی اور فطری خواہش کو پورا کرنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے۔ اس کے نتیجہ میں انسان مطمئن اور پرسکون ہو جاتا ہے اور حرام کے قریب نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾﴾

① صحيح مسلم، النكاح، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة، حديث: 1469

② صحيح البخاري، النكاح، باب الترغيب في النكاح، حديث: 5063

''اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان الفت و محبت اور مہربانی کے جذبات پیدا کر دیے۔ غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔''[1]

شادی اچھی اولاد پیدا کرنے، نسل انسانی بڑھانے اور اجر وثواب حاصل کرنے کا سبب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«تَزَوَّجُوا فَإِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْأُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا تَکُونُوا کَرَهْبَانِیَّةِ النَّصَارٰی»

''شادی کرو۔ میں قیامت کے روز تمھاری کثرت پر دوسری امتوں کے سامنے فخر کروں گا اور عیسائیوں کی طرح دنیا سے قطع تعلقی نہ کرو۔''[2]

شادی کی ذمہ داری کا احساس اور اولاد کی نگرانی انسان کے لیے مستعدی اور دیگر فرائض وواجبات ادا کرنے کا باعث ہوتی ہے۔

شادی سے نظم وضبط پیدا ہوتا ہے۔ عورت گھر کے کام سرانجام دیتی ہے تاکہ مرد خوش اسلوبی سے گھر سے باہر کے کام کر سکے۔

شادی سے دور کے خاندانوں میں مضبوط تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور الفت ومحبت اور سعادت وخوش نصیبی پر مبنی ایک مضبوط معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

شادی کا حکم

دل میں چاہت اور شوق ومیلان ہو، بدکاری کا ڈر ہو اور شادی کرنے کی قدرت ہو تو

---

[1] الروم 21:30 [2] السنن الکبرٰی للبیہقی : 78/7

شادی کرنا فرض ہے، لیکن اگر دل کا میلان ہو مگر شادی کا خرچ برداشت کرنے سے عاجز ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرے:

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ﴾

''جو نکاح کی طاقت نہیں پاتے وہ پاکدامنی کو اختیار کیے رہیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے۔''[1]

اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہو:

«يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص شادی کی طاقت رکھتا ہو وہ شادی کرے، کیونکہ اس سے آدمی کی نظر نیچی اور شرم گاہ بہت محفوظ ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص اس کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ قوت شہوانیہ کو کمزور کر دیتے ہیں۔''[2]

البتہ جو شخص شادی کا شوق رکھتا اور شادی کرنے پر قادر ہو اور بدکاری سے بچ سکتا ہو تو اس کے لیے نکاح مستحب ہے اور عبادت کے لیے الگ تھلگ ہونے سے بہتر ہے، کیونکہ دنیا سے کنارہ کشی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔

---

[1] النور 33:24

[2] صحیح البخاری، النکاح، باب قول النبی ﷺ: من استطاع منکم......،حدیث: 5066,5065، و صحیح مسلم، النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إليه ...... ، حدیث :1400 واللفظ له

نکاح کو حج پر مقدم کرنا

اگر مسلمان کو بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو پہلے شادی کرے، اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو پہلے حج کر سکتا ہے۔

شادی سے روگردانی

آج کے دور میں مسلمانوں نے شادی کو مشکل بنا دیا ہے اور اس کے راستے میں بہت سی مشکلات کھڑی کر دی ہیں، مہر اور شادی کے تکلفات میں اضافہ کر دیا ہے، حتی کہ بہت سے نوجوانوں نے شادی جیسے مسنون عمل کو ترک کر دیا اور شادی نہ ہونے یا تاخیر سے ہونے کی وجہ سے انھوں نے لڑکیوں سے تعلقات قائم کرنے شروع کر دیے جس میں وہ خطرناک حد تک پہنچ گئے، اس کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔

نیک بیوی پسند کرنا

بیوی خاوند کے لیے سکون کا سبب ہے، اس لیے دیندار بیوی پسند کرنا ضروری ہے۔
نبی ﷺ نے فرمایا:

«تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ»

''عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ مال، حسب ونسب، حسن و جمال اور دینداری، تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں، تو دین دار عورت کو ترجیح دے۔''[1]

---

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب الأكفاء في الدين، حديث: 5090 و صحيح مسلم، النكاح، باب استحباب نكاح ذات الدين، حديث: 1466

تَرِبَتْ يَدَاكَ کے الفاظ دراصل اس شخص کے خلاف فقر و حاجت کی بددعا کے طور پر بولے گئے ہیں جو دین داری کو ترجیح نہیں دیتا۔

نیک خاوند پسند کرنا

لڑکی کے سرپرست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے دیندار اور اچھے اخلاق والا شخص منتخب کرے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ»

''جب تم سے کوئی ایسا شخص رشتہ طلب کرے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرو تو اس سے شادی کر دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد رونما ہو جائے گا۔''[1]

پردہ مسلمان عورت کے لیے باعثِ عزت ہے

اسلام نے عورت کو یہ شرف بخشا ہے کہ اس کے ساتھ خاندانوں کے خاندان تربیت پاتے ہیں اور اس کی اصلاح سے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے برے لوگوں سے بچانے کے لیے اس پر پردہ ضروری طور پر عائد کیا ہے۔ اس طرح معاشرہ بھی عورت کی بے حجابی سے محفوظ رہتا ہے۔ پردہ خاوند اور بیوی کے درمیان انس و محبت کا تعلق قائم رکھتا ہے کیونکہ جب آدمی اپنی بیوی سے زیادہ خوبصورت عورت کو دیکھے گا تو خاوند اور

---

[1] جامع الترمذی، النکاح، باب ماجاء فیمن ترضون دینه فزوجوه، حدیث: 1085,1084

بیوی کے درمیان تعلق میں خرابی پیدا ہوسکتی ہے، بعض اوقات میاں بیوی کے درمیان جدائی تک نوبت آجاتی ہے۔ پردے کا تذکرہ قرآن میں اس طرح ہوا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يُعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَۗ﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو کہہ دیں کہ (باہر نکلا کریں تو اپنے (منہ) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔ یہ حکم ان کے لیے موجب شناخت و امتیاز ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔''[1]

قرآن مجید نے عورت کے سر ڈھانپنے کو صیغۂ امر کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّۖ وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾

''وہ اپنی اوڑھنیوں کو اپنے سینوں پر ڈال کر رکھیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے بناؤ سنگار ظاہر کرنے کی مختلف صورتوں سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ ٱلۡأُولَىٰۖ﴾

''اور جس طرح پہلے جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔''[3]

دور جاہلیت میں عورتیں سر پر دوپٹہ وغیرہ اوڑھ کر اسے پچھلی جانب لٹکا لیتیں تھیں اس سے ان کی گردنیں اور سینے ظاہر ہو جاتے، نیز کانوں کے زیور اور بالیاں بھی نمایاں ہو جاتیں، پس

[1] الأحزاب 59:33 [2] النور 31:24 [3] الأحزاب 33:33

اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کر دیا اور ایمان والیوں کو انھیں چھپانے کا حکم دیا ہے۔ مذکورہ اور دیگر آیات سے مسلمان عورت کا پردہ واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے اور درج ذیل امور ہی کی بنا پر شرعی پردے کا وجود ممکن ہے:

- چہرہ، ہاتھ اور پاؤں سمیت تمام جسم کو چھپایا جائے۔
- حجاب اتنا تنگ نہ ہو کہ اس کے نیچے سے جسمانی خدوخال اور پستان وغیرہ ظاہر ہوں۔
- اتنا شفاف اور باریک بھی نہ ہو کہ جسم کے خدوخال واضح ہوں۔
- وہ مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔
- پردہ بھڑکیلا، بیل بوٹوں والا، رنگ برنگا یا ایسا نہ ہو کہ جاذب نظر ہو یا توجہ کو اپنی طرف مبذول کرے۔ شہرت اور خوبصورتی کے لیے نہ پہنا جائے، بلکہ صرف اور صرف ستر وحجاب مقصود ہو۔
- کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے، وہ انھی میں سے ہے۔
- حجاب خوشبودار نہ ہو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِّيَجِدُوا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ، وَّكُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ»

"جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے کہ وہ اس کی خوشبو محسوس کریں تو وہ عورت زنا کار ہے اور حقیقت یہ ہے کہ (غلط نظر سے دیکھنے والی) ہر آنکھ زنا کار ہے۔"[1]

---

[1] صحيح ابن حبان (ابن بلبان)، الحدود، باب ذكر وصف زنى الأذن والرجل ......، حديث: 4424

سود کے احکام واقسام

سود کی تعریف

اصل مال سے زائد چیز کم ہو یا زیادہ، سود کہلاتی ہے۔[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾﴾

''اور اگر تم توبہ کرلو گے تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے، جس میں نہ اوروں کا نقصان ہے اور نہ تمھارا نقصان۔''[2]

✵ **سود کی ممانعت:** سود تمام آسمانی ادیان یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے، البتہ یہودیوں کا خیال تھا کہ اپنے مذہب کے علاوہ لوگوں سے سود لینے میں کوئی حرج اور رکاوٹ نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَخْذِهِمُ الرِّبَوٰا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ﴾

''ان کے سود لینے کی وجہ سے، حالانکہ ان کو اس سے روکا گیا تھا۔ (ان پر سختی کی گئی اور پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کردی گئیں۔'')[3]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سود کے بارے میں زمانے کی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے کئی جگہ گفتگو کی ہے۔ مکی دور میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

---

① سود کی وہ تعریف زیادہ جامع ہے جو علامہ سرخسی رحمہ اللہ نے کی ہے [هُوَ الْفَضْلُ الْخَالِي عَنِ الْعِوَضِ الْمَشْرُوطِ إِذَا دَخَلَ فِي الْبَيْعِ] وہ مشروط اضافہ جو معاہدہ لین دین میں بغیر کسی حق کے حاصل کیا جائے۔

② البقرة 279:2 ③ النساء 161:3

﴿وَمَآ ءَاتَيۡتُم مِّن رِّبٗا لِّيَرۡبُوَاْ فِيٓ أَمۡوَٰلِ ٱلنَّاسِ فَلَا يَرۡبُواْ عِندَ ٱللَّهِۖ﴾

''اور تم جو رقم سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں بڑھتا رہے تو ایسا مال اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔''[1]

مدنی دور میں سود کی حرمت واضح طور پر نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَأۡكُلُواْ ٱلرِّبَوٰٓاْ أَضۡعَٰفٗا مُّضَٰعَفَةٗۖ﴾

''اے ایمان والو! دگنا چوگنا کر کے سود مت کھاؤ۔''[2]

اسلامی قانون سازی کے بالکل آخر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ فَأۡذَنُواْ بِحَرۡبٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦۖ وَإِن تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوسُ أَمۡوَٰلِكُمۡ لَا تَظۡلِمُونَ وَلَا تُظۡلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور اگر واقعی تم مومن ہو تو جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کر لو تو تم اپنے اصل مال کے حق دار ہو، نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''[3]

اس آیت میں اس شخص کی واضح طور پر تردید کی گئی ہے جو یہ کہتا ہے کہ سود صرف اس شکل میں حرام ہے جب سود کئی گنا ہو۔ آیت میں تردید اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اصل مال کو جائز قرار دیا ہے زائد کو حلال قرار نہیں دیا۔ سود کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① الروم 39:30

② آل عمران 130:3 ③ البقرة 279,2782

«اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ»

''سات ہلاکت خیز اور تباہ کن چیزوں سے اجتناب کرو، صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (ﷺ) وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اس جان کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال اڑا لینا، میدان قتال سے بھاگنا، پاکدامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔''[1]

نیز حدیث نبوی میں ہے:

«لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ»

''رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔''[2]

حرمت سود کی حکمت

سود کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ اس سے اقتصادی، اجتماعی اور اخلاقی نقصانات ہوتے ہیں:

- اس سے لوگوں کے درمیان دشمنی پیدا ہوتی ہے اور باہمی تعاون اور نیکی کے جذبات ختم

---

[1] صحیح البخاری، الوصایا، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إن الذین یأکلون......﴾ حدیث: 2766 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر وأکبرھا، حدیث: 89

[2] صحیح مسلم، البیوع، باب لعن آکل الربا وموکلہ، حدیث: 1598

ہو جاتے ہیں۔

- سود سے نکھٹو اور بے کار قسم کے لوگ جنم لیتے ہیں، نیز اس سے محنت کیے بغیر بہت سی دولت ان کے ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ ان کی حیثیت ان طفیلی پودوں کی ہے جو دوسرے پودوں کے ساتھ زمین سے خوراک وصول کر کے بڑھتے رہتے ہیں۔ اور کاشت کار اور کھیتی کے لیے اضافی بوجھ کا سبب بنتے ہیں۔
- سود، استعمار کا سبب بنتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ استعمار تاجر اور پادری کے پیچھے آتا ہے۔ بعض ملکوں کے استعمار میں سود کے نقصانات اور نتائج ہم نے خود محسوس کیے ہیں۔
- سود کے نتیجہ میں دوسرے کا مال بغیر کسی عوض کے لیا جاتا ہے اور یہ حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ . . .»

''تمھارے خون اور تمھارے مال (آپس میں) تم پر حرام ہیں۔''[1]

سود کی اقسام

سود کی دو قسمیں ہیں: ① ربا النسیئۃ ''ادھار کا سود'' اس سے مراد وہ مشروط زائد چیز ہے جو قرض خواہ، مقروض سے ادھار کے عوض وصول کرتا ہے۔ یہ کتاب وسنت کی روشنی میں حرام ہے اور ائمہ امت کا اس پر اجماع ہے۔ ② ربا الفضل: اس سے مراد ایک جنس کا تبادلہ اسی جنس کے ساتھ کمی بیشی میں کرنا ہے، مثلاً: ایک من گندم کی بیع سوا من گندم کے ساتھ، یا ایک صاع کھجور کی بیع ڈیڑھ صاع کھجور کے ساتھ یا ایک اوقیہ چاندی کی بیع ایک اوقیہ اور ایک درہم کے ساتھ جبکہ یہ سنت اور اجماع ائمہ کی روشنی میں حرام ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

① صحیح مسلم، الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث: 1218

«لَا تَبِيعُوا الدِّينَارَ بِالدِّينَارَيْنِ، وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ، . . . فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمُ الرَّمَاءَ»

''ایک درہم کو دو درہم کے بدلے میں نہ بیچو۔۔۔۔۔ایک دینار کو دو دینار کے بدلے اور میں تمھارے سود میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہوں۔''[1]

نبی ﷺ نے چھ چیزوں کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا:

«اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلاً بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ»

''سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے میں جب کہ یہ اشیا ایک جیسی ہوں، برابر برابر ہوں اور دست بدست ہوں (کمی یا زیادتی اور ادھار ٹھیک نہیں) اور اگر اصناف مختلف ہوں تو پھر جیسے چاہو فروخت کرو، جب کہ وہ دست بدست ہوں۔''[2]

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ، فَقَدْ أَرْبَى، الْآخِذُ وَالْمُعْطِي فِيهِ سَوَاءٌ»

''جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اس نے سودی کام کیا۔ سود لینے اور دینے والا برابر ہیں۔''[3]

---

① صحيح مسلم، المساقاة، باب الربا، حديث: 1585 و مجمع الزوائد: 113/4 و مسند أحمد: 109/2 و اللفظ له

② صحيح مسلم، البيوع، باب الصرف و بيع الذهب بالورق نقدا، حديث: 1587

③ صحيح مسلم، البيوع، باب الصرف و بيع الذهب بالورق نقدا، حديث: 1584

حرمت سود کی علت

حدیث میں مذکور چھ چیزیں بنیادی ضروریات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں:

- سونا اور چاندی کرنسی کی بنیادی چیزیں ہیں۔ جن سے لین دین کے معاملات طے پاتے ہیں۔ گندم، جو، کھجور اور نمک بنیادی غذائی چیزیں ہیں، ان پر زندگی کا دارومدار ہے۔
- جب ان چیزوں میں سود جاری ہو جائے تو لوگوں کو نقصان ہوگا اور معاملات میں فساد تک نوبت آجائے گی، لہٰذا شارع نے لوگوں پر رحمت کرتے ہوئے اس سے روک دیا ہے۔ سونے اور چاندی کے سوا کسی اور کرنسی میں یہ علت پائی جائے گی تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔ اسی طرح مذکورہ بنیادی غذاؤں کے علاوہ کسی طعام وغذا میں یہ علت موجود ہوگی تو اس پر بھی یہی حکم لاگو ہوگا اور برابر برابر اور نقد کے بدلے نقد ہی خرید وفروخت ہوگی کیونکہ نبی ﷺ نے طعام کی خرید وفروخت میں کمی بیشی سے منع فرمایا ہے۔[1]
- **کرنسی اور طعام کی خرید وفروخت کے لیے شرائط:** کرنسی اور طعام کے تبادلہ میں دو شرطیں ہیں:

① عمدہ یا ردی اور گھٹیا ہونے کا وصف دیکھے بغیر مقدار میں برابر ہونا، اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس برنی کھجوریں لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہمارے پاس نکمی اور ردی کھجوریں تھیں اس کے دو صاع دے کر ایک صاع لایا ہوں تاکہ آپ ﷺ اسے کھائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، المساقاۃ، باب بیع الطعام مثلاً بمثل، حدیث:1592

«أَوَّهْ أَوَّهْ! عَيْنُ الرِّبَا، عَيْنُ الرِّبَا، لَا تَفْعَلْ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ، فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ، ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ»

''اوہو! یہ تو عین سود ہے۔ ایسا نہ کر، جب تم عمدہ کھجور خریدنا چاہو تو نکمی اور ردی کھجور فروخت کر دو اور پھر (اس قیمت سے) عمدہ کھجور خرید لو۔''①

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ»

''سونا سونے کے بدلے برابر برابر بیچو۔''②

② دونوں اطراف سے ایک طرف والی چیز بھی ادھار نہیں ہونی چاہیے، بلکہ دونوں طرف سے تبادلہ نقد ہونا چاہیے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''نقد کے بدلے میں نقد ہونا چاہیے۔''

ایک حدیث میں ہے:

«لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَّلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَّلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَّلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ»

''سونے کو سونے کے عوض مت فروخت کرو مگر برابر برابر۔ چاندی کے عوض چاندی کو فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور غائب چیز کو حاضر کے بدلے فروخت نہ کرو۔''③

---

① صحیح البخاری، الوکالة، باب إذا باع الوکیل شیئا فاسدا ......، حدیث: 2312 و صحیح مسلم، المساقاة، باب بیع الطعام مثلا بمثل، حدیث: 1594

② صحیح مسلم، البیوع، باب الصرف و بیع الذهب بالورق نقدا، حدیث: 1588

③ صحیح البخاری، البیوع، باب بیع الفضة بالفضة، حدیث: 2177 و صحیح مسلم، المساقاة، باب الربا، حدیث: 1584

سود کے اسباب و وسائل کی حرمت

اسلام نے اگر کسی چیز کو حرام قرار دیا ہے تو کسی واضح حکمت کی بنا پر یا کسی فائدے کی وجہ ہی سے ایسا کیا ہے، جس کا تعلق بندوں کی مصلحت کے ساتھ ہے، اس لیے اسلام نے سود کا دروازہ بند کرنے کے لیے اس کے وسائل و ذرائع کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

مثال کے طور پر اسلام نے بیع عینہ کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی ایک چیز وقت مقرر تک معلوم قیمت پر فروخت کرے۔ جب معیاد مقررہ مکمل ہو جائے تو بیچنے والا مشتری سے وہی چیز کم قیمت پر خرید لے تاکہ مشتری کے ذمہ کثیر رقم باقی رہ جائے، اس بیع کو عینہ اس لیے کہتے ہیں کہ فروخت کردہ وہی چیز اسی حالت میں حاصل ہو جائے اور اصل مال خریدار سے لوٹ کر فروخت کنندہ کے پاس پھر پہنچ جائے۔ اس سودے کی حرمت کا استدلال نبی ﷺ کی درج ذیل حدیث سے ہوتا ہے:

«إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا، لَّا يَنْزِعُهُ عَنْكُمْ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلٰى دِينِكُمْ»

"جب تم بیع عینہ کرو گے اور بیلوں کی دمیں پکڑ لو گے، کھیتی باڑی کو پسند کرو گے اور جہاد کرنا چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت و رسوائی مسلط کر دے گا۔ اس (ذلت و رسوائی) کو تم سے اس وقت تک دور نہیں فرمائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہیں آ ؤ گے۔"[1]

---

[1] سنن أبي داود، البيوع، باب في النهي عن العينة، حديث:3462 و مسند أحمد: 28/2

بینکوں کے ساتھ لین دین کا معاملہ

بینکوں کے ساتھ، مشروط و محدود فائدے کے لیے، قرض کا لین دین کرنا، جیسا کہ دو فیصد اس سے زیادہ یا کم شرح مقرر کرنا سود کی حرام کردہ اقسام میں سے ہے۔

شیخ حسن عبداللہ امین اپنی کتاب ''الودائع المصرفية النقدية واستثمارها في الإسلام'' کے صفحہ 280 پر لکھتے ہیں اور شیخ عبداللہ خیاط نے بھی اسے اپنے مقالہ میں نقل کیا ہے:

بینکوں میں رکھی جانے والی رقوم میں اصل فائدہ تو وہی زائد نفع ہے جو امانت رکھنے والے مشروط طور پر وصول کرتے ہیں، یہ صورت جیسے کہ فقہ و شریعت میں قرض تصور ہوتی ہے، اسی طرح یہ بینک کے فائدہ کی وجہ سے (کیونکہ بینک بھی آگے کسی کو اضافہ کی شرط کے ساتھ قرض کے طور پر دیتا ہے) وقت مقرر تک قرض کے عوض زیادتی بھی سمجھی جاتی ہے جو واضح طور پر سود ہے۔ تو زائد مشروط فائدہ، رقوم رکھنے والے کھاتہ دار وصول کریں یا بینک دوسروں کو قرض دے کر حاصل کرے، سود ہی ہے، بلکہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ دور جاہلیت کی سود کی دو صورتوں میں یہ وہ صورت ہے جو اس دور میں رائج تھی اور قرآن نے قطعی طور پر اسے حرام قرار دیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰا۟﴾

''اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''[1]

---

[1] البقرة 2:275

صرفی اور تجارتی سود کی حرمت

مغرب کے کئی ماہرین معاشیات نے صرفی[1] اور تجارتی[2] سود کی حرمت میں فرق کیا ہے، ان کا دعویٰ یہ ہے کہ گزشتہ زمانے میں سود کی حرمت ایک ضرورت کے پیش نظر تھی۔ اب موجودہ دور میں اس کو جائز قرار دینے کی ضرورت ہے، کیونکہ پہلے دور میں سود گھریلو ضروریات کے لیے لیا جاتا تھا اور آج کے دور میں تجارتی مقاصد کے لیے لیا جاتا ہے۔ یہ خیال بالکل باطل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر قرض کی رقم صرفی ہے تو یہ قرض لینے والے کی لازمی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہے، اسے قرض سے زائد واپس کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں، اصل قرض واپس کر دینا ہی اس کے لیے کافی ہے۔

اگر سود تجارتی ہے تو قرض لینے والا محنت و مشقت برداشت کرتا ہے، اس لیے نفع کا حقدار تو وہی ہے۔ صرف مال سے نفع حاصل نہیں کیا جاتا، بلکہ اصل بنیاد تو آدمی کی محنت اور مشقت ہے۔

مکان خریدنے کے لیے سود کی حرمت

آج کل بہت سے مسلمان سود جیسے کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے رہائشی مکان خریدنے کے لیے بینک سے سود پر قرضے حاصل کیے، اور اس کی تائید کے لیے شریعت میں تساہل کے شکار علماء سے فتوے حاصل کیے، ان متساہل لوگوں کا خیال ہے کہ مکان حاصل کرنا آدمی کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے اور آدمی مجبور ہے، اس لیے سود پر

[1] وہ سود جو گھریلو ضروریات کے لیے دیے گئے قرض پر وصول کیا جائے۔

[2] وہ سود جو کارخانے یا دیگر تجارتی مقاصد کے لیے دیے گئے قرض پر وصول کیا جائے۔

قرض حاصل کرنا جائز ہے اور وہ اس کی تائید میں یہ موقف بیان کرتے ہیں کہ جس طرح موت کے خوف سے مردار کا گوشت کھانا جائز ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہے، یہ بھی مجبوری کی حالت ہے، حالانکہ ان مذکورہ دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔

وہ بھوکا جسے موت کا خطرہ ہے وہ اپنی جان بچانے کے لیے مردار کھا سکتا ہے۔ لیکن جس آدمی کے پاس مکان نہیں، اسے موت کا کوئی خطرہ نہیں، وہ کسی بھی بستی میں، کسی پبلک مقام پر یا کسی خیمہ میں گزارا کر سکتا ہے۔ یہ صورت اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ سود پر قرض حاصل کرے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کرے۔

بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ قرض لینے والا، قرض اور سود ادا کرنے سے عاجز آ جاتا ہے اور اس کے ذمہ قرض اور زیادہ ہو جاتا ہے، اس کا فقر بڑھ جاتا ہے۔ بعض اوقات اسے مکان بیچنا پڑتا ہے یا بینک اسے مکان سے فائدہ اٹھانے سے روک دیتا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فقر و فاقہ برداشت کرتے رہے، رہائشی مکانوں کی مشکلات ان کو بھی درپیش تھیں، لیکن انھوں نے سودی معاملات اختیار نہ کیے۔ مفتی حضرات اور قرض لینے والوں کو اللہ سے ڈر کر سودی دروازوں کو بند کرنا چاہیے۔

سود کیسے ختم ہوگا؟

دین اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے جو چیز حرام کی ہے، اس کے متبادل جائز چیز بھی بتائی ہے جسے اپنا کر آدمی حرام چیزوں سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے تو اس کی جگہ دیگر جوس (مالٹا، انگور اور لیموں وغیرہ کا جوس) حلال کیے ہیں۔ جب سود حرام کیا گیا تو جائز چیزوں کی خرید و فروخت مباح قرار دی اور اسی طرح مضاربت[1] کی مختلف اقسام جائز کر دیں۔ اس طرح دین اسلام نے مسلمانوں کے لیے تنگی

[1] کسی سے رقم لے کر کاروبار تجارت چلانا اور رقم کے مالک کو نفع میں شریک کر لینا مضاربت کہلاتا ہے۔

کے بجائے آسانی پیدا کی ہے اور کچھ ایسے اقدامات کیے ہیں جن کو اختیار کر کے سود کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

قرض حسنہ

کوئی مسلمان اپنا مال سود پر نہ دے کہ اس کے مال (کی برکت) کو ختم کر دے اور مقروض کی نیند حرام کر دے، بلکہ اسلام نے تو قرض حسنہ کی ترغیب دی ہے اور ایسے شخص سے، جو قرض حسنہ دے، بہترین اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَن ذَا ٱلَّذِي يُقۡرِضُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضَٰعِفَهُۥ لَهُۥٓ أَضۡعَافًا كَثِيرَةً﴾

''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔ تو اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر زیادہ دے۔''[1]

تنگ دست کو خوش حالی اور فراخی تک مہلت دینا اور قرض معاف کرنے کی ترغیب دینا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِن كَانَ ذُو عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيۡسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيۡرٌ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿٢٨﴾﴾

''اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت دو اور اگر قرض معاف ہی کر دو تو تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔''[2]

مختلف ذرائع سے تعاون کرنا

یعنی اجتماعی، فنی اور زرعی تعاون کرنا۔ اجتماعی تاوان کی ضمانت و کفالت، کاشتکاروں اور فنون کے ماہرین کو مالی مدد دینا جو ان کو مالی لحاظ سے مستحکم کرے، ان کی پیداوار کو بڑھائے اور

---

[1] البقرة 2:245 [2] البقرة 2:280

جس کے نتیجے میں امت خیروبرکت سے مالا مال ہو، مدارس کھولنا ، ہسپتال تعمیر کرنا اور معذوروں کی بحالی کے لیے ادارے قائم کرنا بھی باہمی تعاون کے ضمن میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جامع انداز میں فرمایا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾

"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کرو۔"[1]

اس باہمی تعاون کے سائے میں معاشرہ پھلے پھولے گا اور یہ سود جیسے گناہ سے محفوظ ہوگا۔

زکاۃ ادا کرنا

یہ چیز بھی ہمیشہ ذہن میں رہنی چاہیے کہ زکاۃ ادا کرنا اور اسے مستحق افراد تک پہنچانا بھی سود کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

بحث کا خلاصہ

اے دولتمند مسلمان بھائی! بینک میں سود کے بغیر بھی اپنا مال رکھنے سے بچیں کیونکہ بینک آپ کا مال کسی کو سود پر دے گا تو آپ کا مال سود لینے کا سبب بن جائے گا۔ اے میرے فقیر بھائی! بینک سے سود پر قرض لینے سے اپنے آپ کو بچائیں، ورنہ دنیا اور آخرت کی ناکامی برداشت کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔

---

[1] المائدة 2:5

گری ہوئی چیز کے احکام

لقطہ کیا ہے؟

اس سے مراد ہر وہ گری ہوئی چیز جو عام طور پر محفوظ مال تصور کیا جاتا ہے، جس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور اس کا مالک معلوم نہ ہو۔

اس کا حکم

گری ہوئی چیز اگر کسی ایسی جگہ پڑی ہو کہ اس جگہ پڑے رہنے سے اس کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں تو اسے اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر وہاں رہنے سے اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اسے اٹھانا واجب ہے۔ اگر آدمی اس کی بابت دل میں طمع و لالچ محسوس کرتا ہو تو اسے اٹھانا حرام ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے گرے ہوئے سونے یا چاندی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِعْرِفْ وِكَاءَهَا، وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ لَّمْ تَعْرِفْ فَاسْتَنْفِقْهَا، وَلْتَكُنْ وَّدِيعَةً عِنْدَكَ، فَإِنْ جَاءَ طَالِبُهَا يَوْمًا مِّنَ الدَّهْرِ، فَأَدِّهَا إِلَيْهِ، وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ؟ فَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا؟ دَعْهَا، فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا، وَسَأَلَهُ عَنِ الشَّاةِ؟ فَقَالَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ»

’’اس (ملنے والی) چیز کی تھیلی اور باندھنے والی رسی کی پہچان رکھ، اور ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ اگر اس کا مالک نہ ملے تو پھر تو اسے استعمال میں لاسکتا ہے۔ لیکن وہ چیز تیرے پاس امانت کے طور پر ہوگی۔ زندگی میں کسی بھی وقت اس کا مالک آجائے تو وہ چیز اسے واپس کرنا ہوگی۔‘‘ آپ سے گم شدہ اونٹ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تجھے اس سے کیا سروکار، اسے چھوڑ دے، اس کے پاؤں مضبوط ہیں اور پانی کے لیے اس کے پاس مشکیزہ ہے، تالاب سے پانی حاصل کرے گا اور درختوں سے پتے وغیرہ کھائے گا، یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پکڑ لے گا۔‘‘ گمشدہ بکری کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اسے پکڑ لے، وہ تیری یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیے کی ہے۔‘‘[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ وَّجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ أَوْ ذَوَيْ عَدْلٍ وَّلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ، فَإِنْ وَّجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ، وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ»

’’جس کسی کو کوئی گم شدہ چیز گری پڑی ملے تو اسے چاہیے کہ ایک یا دو منصف اور عادل آدمیوں کو اس پر گواہ بنالے، اسے چھپانے اور غائب کرنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے واپس کردے۔ ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے وہ جسے چاہتا ہے عنایت فرمادیتا ہے۔‘‘[2]

---

① صحيح البخاري، اللقطة، باب ضالة الغنم، حديث: 2429,2428 و صحيح مسلم، اللقطة، باب معرفة العفاص والوكاء ...... ، حديث: 1722 واللفظ له

② سنن أبي داود، اللقطة، باب التعريف باللقطة، حديث: 1709

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی خریدی، لیکن اس کا مالک گم ہوگیا۔ اسے ایک سال تلاش کیا گیا وہ نہ مل سکا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کی قیمت، ایک ایک دو دو درہم، تقسیم کرنا شروع کیے اور کہا: اے اللہ! یہ فلاں کی طرف سے ہیں اگر اس نے انکار کیا تو یہ میری طرف سے خرچ تصور ہوں گے اور اسے ادا کرنا میرے ذمہ ہوگا اور کہا اگر گری ہوئی چیز کا مالک نہ مل سکے تو ایسا ہی کیا جائے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا عمل مروی ہے۔[1]

مال دار آدمی کے لیے بہتر ہے کہ ایک سال اعلان کر کے اسے صدقہ کر دے۔ اگر فقیر ومحتاج ہو تو اس سے فائدہ اٹھائے۔

حرم مکہ میں گری ہوئی چیز کا حکم

مکہ میں گری ہوئی چیز صرف اعلان کرنے کے لیے اٹھائی جا سکتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا»

''اس (مکہ) کی گری ہوئی چیز صرف اعلان کرنے والا اٹھائے۔''[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

«لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مُعَرِّفٌ»

''اس (حرمت والے شہر) کی گری پڑی چیز صرف اعلان کرنے والا ہی اٹھائے۔''[3]

---

① امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے معلق بیان کیا ہے۔ (صحیح البخاری، الطلاق، باب حکم المفقود فی أهله وماله قبل حدیث:5292)

② صحیح البخاری، اللقطة، باب کیف تعرف لقطة أهل مکة، قبل حدیث :2433

③ صحیح البخاری، اللقطة، باب کیف تعرف لقطة أهل مکة، قبل حدیث :2433

مزید فرمایا:

«وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ»

''اس (مکہ) کی گری ہوئی چیز (اٹھانا) کسی کے لیے حلال نہیں، مگر اس کے لیے (اجازت ہے) جو اعلان کرے۔''[1]

مکہ سے گری ہوئی چیز اٹھانے والے کے ذمے ہے کہ وہ اس کی علامتیں اچھی طرح دیکھ لے اور اس کی حفاظت اسی طرح کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ چیز اس کے پاس امانت کے طور پر ہوگی۔ لوگوں کے درمیان، بازاروں اور دیگر پبلک مقامات پر اس کا اعلان کرتا رہے۔ اگر اس کا مالک آ کر اس کی نشانی بتا دے تو وہ چیز اسے واپس کر دے۔ مسجد حرام میں گری ہوئی چیز کا اعلان کرنا جائز ہے، اس کے سوا کسی مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا درست نہیں ہے۔[2]

زیادہ بہتر یہ ہے کہ گری ہوئی چیز امانت دار حکومت کے حوالے کر دی جائے، جس کے پاس اس کی حفاظت کا انتظام ہو اور حفاظت کی جگہ لوگوں میں مشہور ہو، کیونکہ اس طرح وہ چیز زیادہ محفوظ ہو جائے گی اور لوگوں کے لیے ایسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنا آسان ہوگا۔

واضح رہے کہ باب الملک عبدالعزیز (ملک عبدالعزیز کے نام سے مشہور حرم کے دروازے) کی ایک جانب پولیس اسٹیشن ہے، وہاں گری ہوئی چیزوں کی حفاظت کے لیے جگہ مقرر کی گئی ہے۔ عوام الناس گری ہوئی چیزوں کو وہاں پہنچا دیتے ہیں، تاکہ اگر مالک مل جائے تو ان کو واپس کر دی جائیں ورنہ وہ فقراء میں تقسیم کر دی جائیں۔

---

[1] صحيح البخاري، اللقطة، باب كيف تعرف لقطة أهل مكة؟ قبل حديث: 2433

[2] فتح الباري: 88/5

کھانے پینے اور دیگر معمولی اشیاء کا حکم

کھانے کی معمولی چیز ہو تو اس کا اعلان کرنے کی ضرورت نہیں، اس کو کھایا جا سکتا ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں گری ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے، تو فرمایا:

«لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا»

''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں اسے کھا لیتا۔''[1]

کوڑے، رسی وغیرہ جیسی معمولی اشیاء اٹھا کر ان سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور اسے ہمارے اعمال صالحہ کے ترازو میں رکھے۔

و صلى الله على محمد عبده و رسوله و آله و صحابته أجمعين
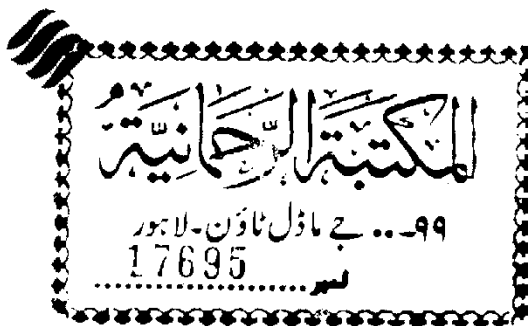
[1] صحيح البخارى، اللقطة، باب إذا وجد تمرة فى الطريق، حديث: 2431

ارکان
اسلام و ایمان

جو قوم اپنی خصوصیات اور روایات کو بھلا کر غیروں کی نقالی کرتی ہے وہ صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ مسلمان دنیا کی امامت و قیادت کے لیے پیدا ہوئے تھے مگر یہ انسانی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ جو قوم انسانیت کی قیادت پر مامور کی گئی تھی' وہ خود ترغیبات نفس کے جال میں پھنس کر اپنی مایہ ناز روایات بھلا بیٹھی اور مغربی تہذیب کی نقالی میں ڈوب گئی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ آج مسلمان زندگی کی تگ و دو میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں اور ہر جگہ اپنے زوال کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔

سعودی عرب کے نامور عالم محمد بن جمیل زینو ان درد مند علمائے دین میں سے ہیں جو امت مسلمہ کو اس کی موجودہ پستی اور مصائب و مکروہات سے نجات دلا کر اُسے از سر نو قرآن و سنت کی بتائی ہوئی صراط مستقیم پر فائز کرنا چاہتے ہیں۔ موصوف نے زیر نظر کتاب ارکان اسلام و ایمان میں دین قیم کا خلاصہ آسان اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی سچی بندگی کی دعوت دی ہے اور کفر' شرک اور بدعت کی ہلاکتوں اور نئی تہذیب کی قباحتوں سے خبردار کیا ہے۔ انہوں نے دین کی تمام بنیادی تعلیمات عام فہم اسلوب میں قلم بند کر کے ہر مسلمان کو دعوت عمل دی ہے اور واضح کر دیا ہے کہ دین کی تفہیم' ایمان کی مضبوطی اور حسن عمل کے بغیر ہماری کامیابی کا کوئی امکان نہیں۔ یہ کتاب خود بھی پڑھیے اور اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کو بھی پڑھنے کی دعوت دیجیے۔

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک
دارالسلام DARUSSALAM
ISBN: 9960-9822-8-9
9789960982281
PRINTED IN CHINA - 10